روزِ غضب

زوالِ اسرائیل پر انبیاء کی بشارتیں
توراتی صحیفوں کی اپنی شہادت

تالیف: ڈاکٹر سفر الحوالی

اردو استفادہ: حامد کمال الدین

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اول: اگست ۲۰۰۷ء

عنوان: روزِ غضب، زوالِ اسرائیل پر انبیاء کی بشارتیں توراتی صحیفوں کی اپنی شہادت

عربی عنوان: يوم الغضب هل بدأ بانتفاضة رجب؟

قراءة تفسيرية لنبوءات التوراة عن نهاية دولة اسرائيل

مؤلف: ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی

مترجم: حامد کمال الدین hamidateeqaz@gmail.com

ناشر: مطبوعاتِ ایقاظ

قیمت:

برائے رابطہ و وی پی طلب بذریعہ ڈاک، فون و ای میل

مطبوعاتِ ایقاظ

۲۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

Ph: 042-7530541 / 0323-4031634

www.eeqaz.com

فہرست

عرض مترجم	6
مقدمہ	13
انتفاضہ رجب	17
مسئلے کا عقائدی پہلو	26
جھوٹے مسیح	35
کیا کوئی تبدیلی آئی ہے؟	46
یہودی پھر یہودی ہیں!	60
ناقابل تردید گواہی	73
یہود کی واپسی اور وہ عظیم تاریخی خلا جس کی یہ کوئی توجیہ نہیں پاتے	92
دانیال کی پیش گوئی	102
توراتی صحیفوں میں مذکور ''بربادی کا پیش خیمہ''	133
اہل کتاب کے سب صحیفے ہی ''بربادی کے اس منحوس پیش خیمہ'' کا تعین کرتے ہیں	161
محاکمہ نہ کہ تصفیہ	171
روزِ غضب	188
تو یہ کب ہوگا!!؟	205

بسم الله الرحمن الرحيم

الرقم: ....
التاريخ: ....
الموضوع: ....
المشفوعات: ....

سفر بن عبد الرحمن الحوالي

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

وبعد:

ليس هناك من جديد يضاف إلى الطبعة الأوردية؛ سوى التوكيد علـى مـا ذكرته في مقدمة الطبعة العربية، من أن هذا الكتيب ليس المقصود به تأسـيس عقيدة أبداً للمسلمين، فإن الله تعالى قد أغنانا بالكتاب والسنة.

كما أني أنصح الأخوة الذين يناظرون أهل الكتاب بأي لغة؛ بالمجادلة بالتي هي أحسن كما أمرنا الله في كتابه، وإلا فليكفوا عن مجادلتهم لأنها غالباً لا تنتهي.

المؤلف

سفر بن عبدالرحمن الحوالي

اردو طبع کیلئے
مؤلف کا خصوصی نوٹ

الحمد لله والصلوة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد

کتاب کی اردو طبع کے سلسلہ میں کچھ اور کہا جانا باقی نہیں، سوائے یہ ذہن نشین کرا دینے کے کہ:

اِس کتاب کا مقصد مسلمانوں کے اپنے عقیدہ کا بیان نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے اِس ضرورت سے تو کتاب اور سنت کی صورت میں ہمیں مستغنی کر ہی رکھا ہے۔

علاوہ ازیں، میں اپنے ان بھائیوں کو جو کسی بھی زبان میں اہلِ کتاب کے ساتھ مناظرہ وجدال سے منسلک ہوں، نصیحت کروں گا، کہ وہ اُن سے بہ اسلوبِ احسن ہی یہ جدال کریں، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ہمیں یہ حکم دے رکھا ہے، اور اگر وہ ایسا نہ کر پائیں تو پھر اس عمل سے دست کش رہنا ان کے حق میں کہیں قرین صواب ہوگا، کیونکہ عمومی طور پر یہ ایک ایسا عمل ہے جو کم ہی کبھی سرے لگتا ہے۔

مؤلف:

سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

مصائب کے ملگجے میں رفتہ رفتہ جس طرح امت اسلام کے دن پھرنے لگے ہیں وہ دوستوں اور دشمنوں ہر دو کے اندازے سے باہر ہے۔ آج سے بیس پچیس سال پیشتر ان عظیم الشان واقعات کی پیشین گوئی کی ہی نہ جاسکتی تھی جو آج خدا کے فضل سے حقیقت بنتا نظر آرہے ہیں۔

بظاہر کئی ایک المیے اور سانحے ہیں مگر وہ ایک ایسے اسٹیج کی راہ ہموار کررہے ہیں جو دنیا کے لئے بے حد حیران کن ہے۔ قریب ہے کہ زمین کے سینے پر چڑھ بیٹھنے والی کئی ایک جابر قوتوں کے اب کسی بھی وقت گھٹنے لگ جائیں، جس کے ساتھ ہی ظلم اور نظامِ سرمایہ داری کے پنجوں میں سسکتا عالمی توازن ایک نیا رخ اختیار کرلے۔ استحصالی نظام کی جس چٹان سے ٹکرا کر سوشلزم اور کمیونزم پاش پاش ہو چکے، اور جس کی جکڑ میں عالمِ انسان کا قریب قریب ہر فرد کراہ رہا ہے...... رکوع و سجود کرنے والے آمرینِ بالمعروف و ناھینِ عن المنکر، حافظینِ حدود اللہ کے صبر آزما و خدا آشنا عمل کے اثر سے، قریب ہے اب ظلم کی وہ سنگلاخ چٹان زائل ہوتی دیکھی جائے۔

عالمی دریوزہ گروں کی ڈالی ہوئی بیڑیاں آج اگر ٹوٹتی ہیں، اُن کے بے بس ہو جانے کے نتیجے میں معاملات ایک بار اگر اُن کے ہاتھ سے نکلتے ہیں اور آزاد ہواؤں میں سانس لینے کیلئے بے چین دنیا اپنا آپ چھڑا لینے کا ایک موقعہ اگر پالیتی ہے...... تو بلا شبہ یہ پچھلی کئی صدیوں میں ہونے والا سب سے بڑا واقعہ ہوگا، خصوصاً عالمِ اسلام کے حق میں۔ اس کے نتیجے میں ہمارا اور شاید پوری دنیا کا ہی معاملہ کچھ دیر بڑے بڑے ہچکولے لے گا لیکن ایک ظالم کی جگہ لینے کیلئے کوئی دوسرا ظالم اگر چوکس و تیار نہیں بیٹھا تو ایک حادثاتی کیفیت سے گزرنے کے بعد یہ بالآخر خود اپنا توازن قائم کرلے گا، خصوصاً اگر ایشیا کی کئی دیگر محنتی اقوام کی طرح مسلمان بھی اس مرحلے کیلئے اپنی تیاریاں شروع کرلیتے ہیں۔

البتہ اس صبح کے آثار ضرور نمایاں ہونے لگے ہیں، جس کی روشنی خونِ مسلم ہی کی مرہونِ منت ہے...... ظالموں کی پسپائی اب کوئی دیر کی بات رہ گئی ہے۔ افغانستان اور عراق سے نکلنے کے لئے وہ کوئی آبرومندراہ تک اب باقی نہیں پاتے۔ پیچھے ہٹنے کا عمل کب کا شروع ہو چکا ہوتا اگر یہ واضح نہ ہوتا کہ ایک بار یہ سلسلہ چل نکلا تو وہ فلسطین و ہندو بلقان سے کم کہیں رکنے کا نہیں۔ ایک بار کا اٹھا ہوا قدم کم از کم بھی ایشیا، افریقہ اور آدھے یورپ سے دستبرداری ہے!

آخر تو یہ ہونا ہے!!!

اتنا ہی نہیں کہ عالمی واقعات کا دھارا اپنا رخ بدلنے جا رہا ہے، ان واقعات کی تیز رفتاری خود اپنی جگہ ایک ششدر کر دینے والی حقیقت ہے۔ وہ باتیں جو کبھی خواب نظر آتی تھیں نہ صرف معرضِ وجود میں آ رہی ہیں بلکہ وہ ہمارے اپنے ہی اس دور کے اندر دیکھنے میں آنے لگی ہیں اور عنقریب ان شاءاللہ ہم مشاہدہ کرنے والے ہیں کہ عالمی پانسہ اس امت کے حق میں کس خوبصورتی کے ساتھ پلٹ گیا ہے۔

مساجد کی روز بروز بڑھتی رونق، بازاروں میں نمایاں تر ہوتے جانے والے حجاب کے باحیا مناظر، نوجوانوں میں پابندیٔ دین کے روبہ ترقی مظاہر، جوق در جوق جہاد کی جانب رخ...... گراف جیسے جیسے بڑھ رہا ہے، ویسے ویسے امت کی سرزمین پر خدائی مدد اترتی دیکھی جا رہی ہے۔ امت کے اندر ایمان کی ترقی اور توحید اور کتاب وسنت کی طرف واپسی ایک ایسا بیج ہے جو اپنا ثمر یہاں دنیا کے اندر بھی دکھانے لگا ہے۔ ایک بیج کا پیداآور ہونا حتمی اور یقینی ہو وہ تو پھر جتنا ڈال دیا جائے کم ہے، خصوصاً جبکہ دستیاب زمین کا بھی کوئی حد وحساب نہ ہو! کاشتکاروں کے لئے موسم اور فضائیں ہر طرف ہریالی کر دینے کا اس سے بہتر شاید ہی کبھی کوئی موقعہ لے کر آئی ہوں! گھٹائیں اور بجلیاں ہمیشہ خوفزدہ کرنے کیلئے نہیں ہوا کرتیں!

واقعات کی یہ تیزی جہاں امید افزا ہے وہاں فکر طلب ہے کہ آنے والے دنوں کے اندر کارکنانِ اسلام کی ذمہ داریاں بے حد وسیع اور متنوع ہو جانے والی ہیں۔ اسلام اگر دنیا کا ایک مرکزی واقعہ بننے جا رہا ہے تو اس سے ہمیں خود بخود اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنے والے دن ہمارے لئے کیسے کیسے

چیلنج لانے والے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب جہاں اسلامی مستقبل کی یہ امید افزا تصویر بناتی ہے وہاں دشمن کا مورال نیچا لانے کی بے حد معقول اور حقیقی وجوہات کی جانب بھی اشارہ کرتی ہے یہاں تک کہ دشمن کے اپنے ہی دینی مصادر سے اس پر شواہد لے کر آتی ہے۔ جس کی رو سے دشمن چاہے تو اب واقعات کی زبان پڑھے اور چاہے تو اپنے مذہبی صحیفوں کی، دونوں اس حقیقت کا بیان نظر آتے ہیں کہ ظلم کی اس شب کا جو کہ قدوسیوں کی امت پر طاری کردی گئی خاتمہ اب بے حد قریب ہے۔

علاوہ ازیں، امت اسلام کے کچھ تاریخی خصائص اور اس کا انبیاء کا وارث ہونا بے حد خوبصورت علمی وتاریخی شواہد کے ساتھ سامنے لایا گیا ہے اور اس باب میں اہل کتاب کے تناقضات اور ان کے ان بلند بانگ دعوؤں کا بے حقیقت ہونا جو وہ اپنی اقوام کو امتِ خاتم الرسلؑ کے خلاف اس معرکے میں جوش دلانے کے لئے کر رہے ہیں...... ان کے سب مزاعم کا بے بنیاد ہونا مدلل طور پر واضح کیا گیا ہے، یہاں تک کہ مغرب کے ایک منصف مزاج اہل کتاب کیلئے ان حقائق سے آنکھیں بند رکھنا بے حد دشوار ہو جاتا ہے۔

انبیاء کی وراثت دراصل زمین کی وراثت ہے:

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر بے شک ہم نے زبور کے اندر 'ذکر' کے بعد لکھ دیا ہے کہ
ان الارض یرثھا عبادی الصالحون زمین کے وارث میرے صالح بندے ہی ہوں گے۔

(الانبیاء:۱۰۵)

اس پہلو سے یہ کتاب بے حد دلچسپ ہو جاتی ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں گویا یہ زمین کے حقوق ملکیت کا مقدمہ ہے، جسے شیخ سفر الحوالی امت اسلام کے حق میں قرآن ہی نہیں اہل کتاب کے اپنے صحیفوں کی شہادت سے جیتتے ہیں۔

اس کتاب کی ایک خاص بات صیہونیت کے عیسائی پاٹ پر قاری کی توجہ مرکوز کرا دینا ہے، یہودیت کا ذکر اس پوری کتاب کے اندر بکثرت ہونے کے باوجود ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب کا

اصل موضوع نصرانی صیہونیوں کی کھڑی کی ہوئی وہ فکری عمارت گرانا ہے جو اس وقت کے اسلام دشمن، یہود و ہنود دوست مغرب کے ذہنی پسِ منظر میں بآہنگِ بلند بولنے لگی ہے......

یہ اسرائیل نواز عیسائی بنیاد پرستی جو کہ اس وقت وائٹ ہاؤس اور ڈاؤننگ اسٹریٹ تک راہ پانے میں کامیاب ہو چکی ہے، عالمی امن کے لئے آج کا سب سے بڑا خطرہ بن چکی ہے۔ ان بنیاد پرست عیسائیوں کے ہاں 'کتابِ مقدس' پر اندھا ایمان رکھنے کے شاید اب دو ہی بڑے تقاضے ہیں: ایک، اسرائیل کی حمایت میں آخری حد تک چلے جانا...... نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی بنیادوں پر اس دولتِ یہود کو نصرت و اعانت دینے کے لئے سب کچھ کر گزرنا حتی کہ اپنے قومی نقصان اور اپنے فوجیوں کی جان تک کی پرواہ نہ کرنا۔ اور دوسرا، امتِ اسلام کے ساتھ خداواسطے کا بیر رکھنا اور اس کے دشمن کو خود بخود اپنا طبعی دوست جاننا، خواہ وہ شرقِ اوسط میں ہو یا ارضِ بلقان میں یا سرزمینِ قفقاز کے اندر یا خطہء ہند میں۔

بدقسمتی سے مغربی ملکوں میں سے کئی ایک کی قیادت اس خطرناک عیسائی ٹولے کے ہاتھ میں آچکی ہے جس کے عمل کی بنیاد بائبل کی نصوص ہیں، اُس خاص انتہاپسند فہم کے ساتھ جو بائبل پر ایمان کو اسرائیل کی گرویدگی کا ہم معنی سمجھتا ہے۔

اِس وقت کے بہت سے عالمی معضلات کی جڑ دراصل یہیں پر ہے۔ ہمارے مبصر اور تجزیہ نگار جہاں مغرب کی حالیہ سیاست وڈپلومیسی کے اس رخ کو جاننے کے ضرورت مند ہیں وہاں اگر وہ مغرب کی موجودہ پالیسیوں پر حاوی اس مذہبی بنیاد کا توڑ کرنے کے اوزار بھی ہاتھ میں کر لیتے ہیں تو وہ عالمی سیاست کا لہجہ درست کرنے میں بے حد مؤثر ہو سکتے ہیں۔

اس عیسائی بنیاد پرست ٹولے کی بائبل فہمی کی قلعی کھول دینا اس لحاظ سے بہت ضروری ہو جاتا ہے اور درحقیقت عالمی امن کی ایک بہت بڑی خدمت اور کرہ ارض کی سلامتی کی جانب ایک بے انتہا مثبت پیش رفت۔

زیرِ نظر کتاب اس پہلو سے عالم انسان کی ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ ہمارے صحافیوں اور

کالم نگاروں اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والے طبقوں کے لئے عیسائی بنیاد پرستی کی ان جہتوں کا ادراک رکھنا بے حد مفید ہوگا۔

دنیا اس وقت ایک ہی بستی ہو چکی ہے، جس کا ایک باخبر 'شہری' بن کر رہنا از حد ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مؤلفِ کتاب، شیخ سفر اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھنے کے بعد سب سے پہلے اس کا ترجمہ عبرانی اور انگریزی زبان میں کرایا اور دنیا کی اہم اہم یہودی و عیسائی شخصیات کو فرداً فرداً کتاب ارسال کی، جس کے جواب میں کئی ایک منصف مزاج اہل کتاب سے ان کو ایسے تبصرے موصول ہوئے جو بائبل کی شرح کے معاملہ میں کئی ایک مقامات پر شیخ سفر کے ہم خیال ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے کئی ایک اہل علم کا تجزیہ ہے کہ بیت المقدس، جس کے جملہ حقوق رکھنے پر اس وقت کرہ ارض کی تین امتیں اپنا اپنا دعوی اور مقدمہ رکھتی ہیں، مسلمانوں کے عروج و زوال کو جانچنے کا ایک زبردست پیمانہ ہے۔

جہاں تک سرزمین حرمین کا تعلق ہے وہ تو شروع سے مسلمانوں کے پاس ہی رہی ہے۔ ارضِ حرمین کی ملکیت کا دعویدار بھی سوائے مسلمانوں کے کوئی نہیں۔ البتہ مسجد اقصیٰ و بیت المقدس کا مسلمانوں کے پاس رہنا مسلمانوں کے عروج کے ساتھ مربوط دیکھا گیا ہے اور اس کا چھننا مسلمانوں کے زوال کے ساتھ۔ یعنی بیت المقدس اہل اسلام کی شوکت وانحطاط کا لٹمس ٹیسٹ ہے۔

مسلمانوں پر ایک زوال چوتھی ہجری میں آیا تھا جب رافضی انقلاب کی گھنی سیاہ رات عالم اسلام پر چھا گئی تھی جس کی انتہائی صورت میں بیت المقدس پہلے فاطمی باطنیوں کے پاس گیا اور پھر ان کے ہاتھوں آگے صلیبیوں کے پاس۔ اس زوال کے خاتمہ کے ساتھ ہی امت نے زندگی کی جب ایک

نئی کروٹ لی تو پانچویں صدی ہجری میں بنو عباس کی سنی خلافت پر مسلط رافضی بویہیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوا اور پھر چھٹی صدی ہجری میں نہ صرف مصر میں فاطمیوں کی رافضی خلافت کا خاتمہ ہوا بلکہ بیت المقدس بھی صلیبی قبضے سے واگزار ہو کر مسلمانوں کو واپس مل گیا جبکہ ایسا ہونا دیکھنے والوں کو عرصہ تک صرف ایک خواب نظر آتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نہ صرف عالم اسلام کے چھنے ہوئے کئی ایک خطے اہل اسلام کو واپس ملے بلکہ فتوحات کا بھی ایک سلسلہ، دراز از سرِ نو شروع ہوا۔ غزنویوں، سلجوقیوں، زنگیوں، ایوبیوں، غوریوں، غلامان، ممالیک، مغل اور پھر مراکش و اندلس میں موحدین و مرابطین اور پھر بعد ازاں عثمانی ترکوں کی تگ و تاز، جس کے نتیجے میں ہند تا ترکستان تا قفقاز تا یورپ تا افریقہ کے وسیع وعریض خطے پھر سے موج ہائے اسلام کے زیرِ آب آنے لگے تھے...... یہ اہل اسلام کی اس نئی اٹھان کا ہی تسلسل تھا۔

مسلمانوں پر دوسرا تاریخی زوال اس بار آیا جو کہ پچھلی تین صدیوں سے ایک آندھی کی طرح ہم پر چھایا رہا ہے۔ اس زوال کا نقطہ عروج بھی بیت المقدس کا چھننا تھا۔ کئی عشرے یوں گزرے کہ بیت المقدس کی ترجمانی تک مسلمانوں میں سے لادین وقوم پرست واشتراکیت پسند طبقوں کے پاس رہی۔ مگر جہاں دنیا کے مختلف خطوں میں اہل توحید وسنت آج پھر سے علم جہاد تھام رہے ہیں وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسئلہ قدس کی ترجمانی بھی توحید وسنت پہ قائم طبقوں کے پاس آرہی ہے اور اب کوئی عشرہ ہونے کو ہے کہ دولت صیہون کا تخت بری طرح ڈولنے لگا ہے۔ اس کے پشت پناہ اپنی موت کی آواز پر خود بھی خطے میں پہنچ چکے ہیں۔ عراق تا افغانستان تا صومال اب اسی میدان جنگ کا محاذ ہیں۔ امریکہ و برطانیہ کے سمجھدار صاف چیخ رہے ہیں کہ دولت صیہون کو بچانے کی یہ قیمت بہت زیادہ ہے جو افغانستان تا عراق تا صومال تا لبنان تا سوڈان ادا کرنا پڑ رہی ہے اور جو کہ روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ مگر دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ خدا نے ظالموں کیلئے واپسی کے سب راستے مسدود کر دیے ہیں اور اب غاصب اور غاصبوں کے پشت پناہ بیک وقت حالات کے گرداب میں آنے والے ہیں۔

مسلمانوں کا عروج جو کہ دن بدن نمایاں ہونے لگا ہے انشاء اللہ اب پھر سے بیت المقدس

کے معاملہ میں اپنا تاریخی ثبوت دینے کو ہے۔ گو بہت سا راستہ ابھی باقی ہے مگر خاصا راستہ صاف ہو چکا ہے۔

اس امت کے شہیدوں اور مجاہدوں سے خدا کے خاص وعدے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

عالمی منظر نامہ کو دیکھئے تو بیت المقدس کا مسئلہ کوئی علاقی مسئلہ نہیں۔ اس وقت یہ عالمی مسئلوں کی ماں ہے اور دیگر بے شمار عالمی و علاقائی و بین البراعظمی مسائل کے ساتھ براہِ راست مربوط۔ فلسطین مین اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، اس سوال کا بے شمار عالمی مسائل اور ان گنت جہانی معضلوں کے ساتھ براہ راست تعلق ہوگا۔ عالمی اقتصاد سے لے کر سیاست تک اور سماجی و علاقائی مسائل سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ہر کہیں اس کی زد پڑتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا، اس لحاظ سے ہمارے پڑھے لکھے اور ہمارے تجزیہ وتبصرہ نگار اس موضوع پر اگر زیادہ کام کرتے ہیں تو دراصل وہ ایک بہتر عالمی منظر نامے پر کام کریں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بعض مقامی وعلاقائی گتھیاں سلجھانے میں بھی وہ اسی سے مدد پائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

شیخ سفر الحوالی اس وقت عالم اسلام کا ایک بڑا نام ہیں۔ ادارہ ایقاظ آپ کے علمی وفکری کام کو اردو میں ڈھالنے کے لئے ہمیشہ سے کوشاں ہے۔

حامد کمال الدین

مقدمہ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد

یہ مختصر کتاب ایک نویدِ مسرت ہے مسلمانانِ عالم کیلئے بالعموم اور مقبوضہ ارض مقدس کے مستضعفین کیلئے بالخصوص۔

مگر اس نویدِ مسرت کے براہِ راست مخاطب دراصل مسلمان نہیں ! مسلمانوں کیلئے تو کتاب اور سنت میں پائی جانے والی بشارتیں ہی کچھ کم نہیں۔ اور کتاب وسنت کے ماسوا اگر کہیں کوئی مستقبل کی پیشین گوئی ہے تو ظاہر ہے وہ علی الاطلاق قابل قبول نہیں ہو سکتی بلکہ وہ کچھ حدود اور قیود ہی کی پابند سمجھی جائے گی۔ لہٰذا واضح ہو کہ اس مقالے کا مضمون بنیادی طور پر مسلمانوں کا عقیدہ بیان کرنے کیلئے لکھا ہی نہیں گیا .... مبادا کہ اہل کتاب میں سے حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بھی، کسی قاری کو یہ گمان ہو ....

اس کتاب میں دراصل ایک اور اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور وہ ہے اس خاص ذہنیت کو مخاطب کرنے کا اسلوب جو انسانیت کے آج کے بدترین دشمن کے فکر وخیال کی بنیادوں میں راسخ ہے .... میری مراد ہے صہیونیت۔ اور صہیونیت سے بھی میری مراد صہیونیت کے دونوں رخ ہیں .... خواہ وہ یہودی صہیونیت ہو یا نصرانی صہیونیت ....

انسانیت کا یہ بدترین دشمن ___ صہیونیت ___ آج پوری دنیا کو توراتی پیش گوئیوں کے سر یلے ساز سنانے پر ہی بضد ہے۔ خصوصاً فلسطین کی انتفاضہ ثانیہ (حالیہ انتفاضہ رجب) کے ظہور کے بعد تو پرنٹ میڈیا سے لے کر الیکٹرانک میڈیا تک ہر جگہ مقدس پیش گوئیوں کا ہی زور وشور سے ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے .... یہ مضمون دراصل اسی ذہنیت کو مخاطب کرنے کیلئے سامنے لایا جا رہا ہے۔

پیشین گوئیوں کا مطالعہ مستقبل بینی کیلئے واقعتاً ایک اہم مواد کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر پیشین گوئیوں کا معاملہ بھی افکار کے معاملے سے کچھ بہت مختلف نہیں۔ پیشین گوئی کا متن ہو یا پیشین گوئی کا

مطلب ومراد، دونوں صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور طبع زاد بھی۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ کرہ ارض کا ہر قاری جسے صبح شام صہیونی پیش گوئیوں کی گردان سننے کو ملتی ہے .... ایسا ہر قاری یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اس نہایت اہم موضوع پر صہیونی پراپیگنڈے سے ہٹ کر کسی دوسری رائے سے بھی آگاہ ہو۔

پھر خصوصاً ایک مسلمان قاری کو تو یہ حق بھی ہے کہ وہ اس خونیں جنگ میں شریک دشمن کی ذہنیت کو پوری طرح جانے۔ ایک مسلمان کیلئے مناسب نہیں کہ وہ دشمن کی نفسیات کو جانے اور سمجھے بغیر ہی اس جنگ میں کود پڑے۔ چنانچہ ایک مسلمان قاری کیلئے یہ مقالہ دراصل دشمن کی اس ذہنیت کو جاننے اور پڑھنے کیلئے ایک اہم اساسی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔

دشمن کی اس ذہنیت کا مطالعہ ہمیشہ ناگزیر ہوا کرتا ہے جو کہ اس کی عقائدی بنیادوں، اس کی نفسیات اور اس کے عملی رویے کے پیچھے بولتی ہے اور یہ مطالعہ بھی خود دشمن ہی کے علمی مصادر اور اس کے فکری ورثے کو سامنے رکھ کر کیا جانا چاہئے .... ایسا کر کے ہی ہم دشمن کی اس بنیاد سے، واقف ہو سکتے ہیں جہاں سے دشمن اپنا مورال بلند کرنے میں مدد لیتا ہے اور اپنے لوگوں کا اپنے اس مشن پر ایمان پختہ کرواتا ہے۔

ایسا کرتے ہوئے دراصل ہم کوئی نیا کام بھی نہیں کرتے۔ یہ دراصل قرآن کے اس منہج کی عملی تطبیق ہوگی جس کی رو سے اہل کتاب پر حجت قائم کرنے اور ان کے جھوٹ اور افتراء کی قلعی کھول کر رکھ دینے کیلئے ہمیں خود انہی کے علمی مصادر سے رجوع کرنے کا سبق دیا گیا ہے:

قل فأتوا بالتورلة فاتلوها ان كنتم صادقين (آل عمران :۹۳)

کہو: تو پھر لے آؤ تورات اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت اگر واقعی تم اپنی بات میں سچے ہو۔

کسی مسئلے کا مبنی بر انصاف ہونا اس مسئلے کیلئے لڑنے اور مرنے مرانے کی خاطر مورال بلند رکھنے کی اگر ایک زبردست بنیاد ہے تو پھر تورات ہی آج یہ شہادت دیتی ہے کہ وہ مسئلہ جس کیلئے ایک صہیونی سپاہی اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے وہ سراسر ایک ظالمانہ اور غیر عادلانہ مسئلہ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ تورات یہ شہادت بھی دیتی ہے کہ اس سپاہی کا یہ مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اپنے مخالف صف میں جا کر

شامل ہو اور اُس مظلوم کے ساتھ مل کر اُس کے اِس غاصب دشمن کے خلاف لڑے۔ اس وقت ارض مقدس پر آباد کار ہر یہودی پر تورات کی رو سے یہ جان لینا فرض ہے کہ اس یہودی کا اس مقدس سرزمین میں آ کر آباد ہونا خود اس کے اپنے دین کی رو سے ایک گناہ ہے اور اس پر اللہ کے عذاب اور اس کے غیظ وغضب کو لے آنے کا باعث۔ لہٰذا خود تورات ہی کی رو سے اس یہودی پر کم از کم یہ فرض ہے کہ وہ یہاں سے کوچ کر لے ! اگرچہ ہم مسلمانوں کو اس کے لئے پسند یہی ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی روشنی سے ہدایت پالے اور اسلام میں ہمارا بھائی بن کر رہے .... اسلام جو کہ ابراہیم کا راستہ ہے .... ہمیں اس یہودی آباد کار کیلئے بہر حال یہی پسند ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اس نعمت میں برابر کا شریک ہو جائے کہ جس طرح اللہ کی نازل کردہ سب کی سب کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے سب کے سب رسولوں پر بلاتفریق وامتیاز ہم ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اس نعمت سے وہ بھی محروم نہ رہے !

یہ بھی درست نہیں کہ ایک یہودی آباد کار (تورات میں مذکور) اس قہر کے دن ہی کا انتظار کرے کہ جب وہ دن آئے تو یہ وہاں سے کوچ کرے یا تب جا کر تورات کی اس پیشین گوئی پر یقین کرے .... وہ دن جب آ گیا تو پھر واپسی کا راستہ ظاہر ہے نہیں رہے گا اور کیا بعید کہ اس دن کے آنے سے پہلے ہی بہت سوں کی واپسی کا راستہ بند ہو جائے یا حتی کہ بند ہو چکا ہو !

میرا ہر یہودی کو، جو ہماری مقبوضہ سرزمین پر بیٹھا ہے، مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ تورات پر ان پیشہ ور مذہبی کاہنوں کا اجارہ تسلیم نہ کرے جن کو خود تو اسرائیل کی فوجی خدمت کا فرض معاف ہے مگر اس یہودی کو اُن کاہنوں کی من گھڑت توراتی تفسیروں پر عمل درآمد کیلئے اور اُن کاہنوں کا آتش جہنم پیٹ بھرنے کی خاطر اپنی جان دینا پڑ رہی ہے۔ میرا ہر یہودی کو مشورہ ہے کہ وہ تورات کی ان نصوص کو ذرا خود پڑھ لے اور انہیں سمجھنے کیلئے خود اپنی عقل اور ہوش کا استعمال کرے۔ تورات کی ان صاف صاف پیش گوئیوں کو کوئی بھی یہودی اگر ان کاہنوں کی شرحوں اور تاویلوں کے بغیر پڑھ لے تو وہ خود اس حقیقت کو بولتا ہوا پائے گا جس کا عنقریب دنیا نظارہ کرنے والی ہے !!

یہ جان لینا ہر یہودی کا حق ہے کہ وہ ہم پر جتنا بھی ظلم ڈھاتا ہے، جتنی بھی ہمارے معصوم

بچوں کی جان لیتا ہے، جتنا بھی ہماری فصلیں تباہ اور ہماری بستیاں ویران کرتا ہے .... مگر ہم اس کے ساتھ برتاؤ کرنے میں صرف اور صرف اپنی عادلانہ شریعت کے پابند ہوں گے جو اللہ نے ہماری ہدایت اور فلاح کیلئے ہم پر اتاری ہے۔ یہ نہیں کہ ہم اپنے غیظ وغضب کو بجھانے کی کوئی ناجائز کوشش کریں گے .... اور یہ کہ ہم اس کیلئے اور نہ کسی اور انسان کیلئے تباہ اور برباد ہو جانے کی قطعاً کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ خود اس کیلئے اور دنیا کے ہر انسان کیلئے ہم صرف خیر اور بھلائی ہی کی خواہش رکھتے ہیں اور یہ آرزو بھی کہ وہ اللہ کو راضی کر کے دنیا اور آخرت میں خوش بخت اور سرخرو ٹھہرے۔

رہا پورا پورا حساب، عادلانہ بدلہ، مکمل انصاف اور پورا قصاص، تو وہ تو قیامت کے روز ہی جا کر ہوگا جب رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونا پڑے گا اور وہ ہم سب کا حساب کرے گا .... جہاں ایک ایک نیکی کی جزا ملے گی اور ایک ایک برائی کا بدلہ .... اور جہاں دعوے کوئی کام نہ دیں گے۔

لیس بأمانیکم و لا امانی اهل الکتاب من یعمل سوء اً یجز به و لا یجد له من دون اللّٰه ولیاً و لا نصیراً (النساء: ۱۲۳)

انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لئے کوئی حامی ومددگار نہ پاسکے گا۔

یہ ایک انصاف کی بات ہے جو ہمیں یک طرفہ طور پر قبول ہے اور یک طرفہ طور پر ہی ہم اس کے پابند۔ مگر آرزومند ہیں کہ دوسرے فریق کو اتنی جرأت عطا ہو کہ وہ بھی اس کی پابندی کرے یا کم از کم اس کی کوشش ہی ....

سفر الحوالی

فصلِ اول

انتفاضہ رجب

چند ہی سال نہ گزرنے پائے، گو یہ چند سال بڑے بھاری اور تاریک ثابت ہوئے .... میڈریڈ میں اپنے تئیں فلسطین کا سستا سودا کرکے ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ ان کو عجب حال دیکھنا پڑ گیا۔ چند ہی برس بعد زمانے کی آنکھ اور ہی کچھ دیکھنے لگی۔ دل سہمے ہوئے .... آنکھیں پتھرائی ہوئیں .... سانسیں سنبھلنے میں نہیں آرہیں .... ہر نئے اشارے، ہر تازہ خبر اور ہر ہنگامی واقعے کے ساتھ ہی لبوں کو جنبش ہوتی ہے۔ گھبراہٹ سے پوچھا جاتا ہے مگر سوال پورا نہیں ہو پاتا ....

کہاں....؟ کتنے....؟ کون....؟ یہودی....؟ امریکی....؟ تحریک انتفاضہ....؟ شہداء....؟

خبریں تازہ بہ تازہ پہنچانے کیلئے بہت ترقی یافتہ چینل مصروف خدمت ہیں۔ ہواؤں کے دوش پر یہی خونیں مناظر اب ہر طرف گردش کرنے لگے ہیں۔ مگر ذہنوں کی سکرین پر تو یہ مناظر کچھ زیادہ ہی ثبت ہو کر رہ گئے ہیں۔ امن کانفرنسوں میں تاش کی بازی جیتی جا چکی تھی۔ مگر یہ جیتے ہوئے پتے سب کے سب انتفاضہ کی آگ میں جل کر روشنی دینے لگے ہیں۔ جیتنے والے خود اس غضب اور قہر کی آگ میں بھنے جارہے ہیں۔ امن کے رکھوالے بھیڑ کے معصوم بچے کو اب اس جرم پر سزا دینے کیلئے تلملا رہے ہیں کہ وہ خونی درندوں اور بھیڑیوں کی چیرہ دستیوں کے آگے امن وسکون کا مظاہرہ کرنے میں کیوں قاصر ہے۔ امن کے یہ رکھوالے فلسطین میں اٹھنے والی آگ کی اس روشنی میں پوری دنیا کے سامنے ننگے ہو کر ذلیل ہونے لگے ہیں !

ہمارے بہادر حکمرانوں کے ہوش الگ اڑے ہیں جو کہ آج تک لکڑی ہی کی تلواریں رکھنے کے عادی تھے۔ جب بھی دشمن ان کی قلمرو میں کچھ اور آگے بڑھ آتا تو یہ بڑی تیزی اور چابکدستی سے برف کی سل پر اپنی ان تلواروں کی دھار تیز کرنے میں لگ جایا کرتے تھے۔ مگر اب فلسطین کے بچوں

نے ان کی بہادری کی ساری حقیقت آشکار کر دی !

زنجیروں میں جکڑے بے بس ہاتھوں کی بنی ہوئی داؤدی غلیلیں جالوت کے میزائلوں کا مقابلہ کرنے لگی ہیں!

بکتر بند فوجی گاڑیاں پتھروں کے آگے بے بس ہیں۔ ایک ایک نہتہ سینکڑوں مسلح فوجیوں پر بھاری پڑ رہا ہے۔ امریکی ٹیکنالوجی کے جدید ترین شہکار بے اثر ہیں!

اسرائیل کو وحشت اور بربریت کے اس انداز کا سہارا لینا پڑا جو اس کے سب امن پسند دوستوں اور پشت پناہوں کا پول کھول کر رکھ دے۔ امن اور آزادی کے چیمپئن کھسیانے ہو جانے پر مجبور ہیں۔ چھپ چھپا کر اسرائیلی ظلم کا ساتھ دینے کا دور ختم ہوا۔ پوری دنیا میں منہ کالا کرائے بغیر اب یہ کام ہونے کا نہیں۔ وہ جو مسلمانوں اور عربوں کے مفاد کا نام لے کر ہمارے ہاں سے دشمن کے ساتھ ہاتھ ملانے جایا کرتے تھے اب سرِ مجلس رسوا ہیں !

اسلامی دنیا شرق تا غرب اکٹھی ہو رہی ہے۔ اب یہ کام آپ سے آپ ہو رہا ہے۔ اس بات پر ایسا اتفاق اس سے پہلے یہاں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا کہ مسئلے کا حل جہاد ہے !!! اب یہ بات ہر زبان پر ہے۔ لیڈر، علماء، دانشور، اسٹریٹجک ماہرین، عوامی رہنما، منبروں پر کھڑے خطیب، ان پڑھ عوام، پڑھے لکھے خواص .... مرد، عورتیں، بچے سب کہہ رہے ہیں کہ اس بدعہد قوم کے ساتھ زبان کی بات کرنا وقت کا ضیاع ہے۔ سب اعتراف کرتے ہیں کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

پورا عالمِ اسلام اس دشمن سے جہاد کے حتمی ہونے پر یک زبان ہے۔ کان اب یہ بات سنتے ہیں تو اس پر تعجب نہیں کرتے۔ جہاد کی بات کانوں سے گزر کر اب دلوں کو چھونے لگی ہے۔ جہاد پر اب کوئی کلام نہیں۔ سوال ہو رہے ہیں تو بس یہی کہ کیسے ہو، کہاں سے ابتداء ہو، کس کے ساتھ مل کر ہو اور کب ہو؟ اور یہ بھی کہ یہود کے ساتھ مسلمانوں کی اس جنگ میں حکمرانوں کا محل وقوع کیا ہو اور امریکیوں سے نمٹا جائے تو کیسے؟

اندازہ کیجئے الازہر کا ایک سرکاری مولوی بھی دنیا کے ایک سب سے زیادہ شور اٹھانے والے اور ایک

سب سے زیادہ سنے جانے والے سیٹلائٹ چینل پر انٹرویو میں چیخ پڑتا ہے :یہودیوں کے ساتھ بس ایک ہی اصول فائدہ مند ہے :اقتلوھم حیث ثقفتموھم یعنی جہاں ملیں ان کو مارو۔

انٹرویو نگار جب اس سے پوچھتا ہے : مگر شیخ صاحب کیا آپ کی مراد بالفعل مارنے سے ہے(یعنی کیا آپ جو کہہ رہے ہیں سمجھ کر کہہ رہے ہیں!؟) اور کیا الازہر اس بات پر آپ کا مؤید ہے؟ تو جواب آتا ہے :جی ہاں!

ہر طرف غم وغصہ ہے۔ یہود کے ساتھ دوستی کا امکان مسترد کرنے کا اظہار طرح طرح سے اور مختلف انداز سے کیا جارہا ہے !

دیکھیں تو سہی آخر ہوا کیا ہے اور ہوا ہے تو کیونکر ہوا ہے؟

مذاکرات کے راستے میں کچھ عرصہ ایک سراب کا تعاقب ہوتا رہا۔ پھر جب یہ مذاکرات بے ثمر اور بانجھ نکلے۔ ہمارے حکمرانوں اور لیڈروں کی یہود سے بے فائدہ اور بے فیض ملاقاتوں کے سلسلہ ہائے دراز اپنے اختتام کو پہنچے تو دنیا کو یہ جاننے کا موقع ملا کہ یہودیوں کے ہاں امن کا جو مفہوم ہے اس کی حقیقت اور اصل غرض وغایت کیا ہے۔ تب ایک بحران کا پیدا ہونا یقینی تھا۔ ایک طرف امن کی فاختائیں اپنے حقوق سے دستبرداری کا ڈرامہ رچا رہی تھیں تو دوسری طرف کے عقاب زور اور زبردستی میں ہر حد سے گزر جانے کیلئے پر تول رہے تھے اور فلسطین کی حالت وہی ہوا چاہتی تھی جو ایک بکری کی دو بھیڑیوں کے درمیان چھتڑے اڑنے سے ہوا کرتی ہے۔

اسرائیل میں عقاب ہیں تو فاختائیں بھی بہت ہیں، یہ مژدہ ہمیں اس وقت سننے کو ملا تھا جب مصر کے سابق صدر انوارالسادات اپنے اسرائیل کے منحوس دورے سے پلٹے تھے!

کمال یہ کہ ہم مسلمانوں میں سے بعض نے اسے سچ بھی مان لیا !آخر کیوں نہ ہو اللہ کی مخلوق میں خاندان اور قبیلوں سے لے کر ملکوں اور خطوں تک ہر جگہ .... کسی مسئلے کی دو انتہاؤں میں سے کوئی بھی انتہا اپنے پیروکاروں سے کبھی محروم نہیں رہتی !ہر انتہا کو ماننے والے لوگ مل ہی جاتے ہیں !

مگر یہ کہ اس بارے میں دو رائے پائی جائیں کہ یہودیوں کے ساتھ معاملہ کیسے کیا جائے،

اس سے عجیب تر بات البتہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ ایک بیان سنتے ہیں تو اس سے آپ یہ اندازہ کر ہی نہیں سکتے کہ آیا یہ بیان یہودی فاختاؤں نے دیا ہے یا یہ یہودی عقابوں کے ہاں سے صادر ہوا ہے، جب تک کہ آپ کو اس بیان دینے والے کا نام اور پارٹی نہ بتا دی جائے !

آپ دو یہودی لیڈروں کا بیان سنتے ہیں، جن میں سے ایک سیاستدان ہے اور ایک مذہبی کاہن، جس میں وہ فلسطینیوں کو برباد کر دینے کی دھمکی دیتے ہیں اور فلسطینیوں کی باہر سے وطن واپسی کو خارج از امکان قرار دیتے ہیں۔ بیان سن کر آپ کے ذہن میں آتا ہے کہ ضرور یہ لیڈر تشدد پسند یہودی پارٹی سے تعلق رکھتے ہونگے۔ لیکن جب آپ کو ان دونوں لیڈروں کے نام بتائے جاتے ہیں تو آپ کو پتہ چلتا ہے کہ دونوں اس یہودی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں امن کی فاختائیں سمجھا جاتا ہے۔

ایک یہودی عقاب کو فلسطینیوں کو نیست و نابود کر دینے کی پکار لگاتے ہوئے جب بھی آپ سنتے ہیں اور ایک یہودی فاختہ کو اس سے جب بھی آپ اختلاف کرتے ہوئے پاتے ہیں تو غور کرنے پر یہ عقدہ کھلتا ہے کہ یہ اختلاف محض اس حد تک ہے کہ فلسطینیوں کو نیست و نابود کر دینے کے اس کام کا طریقہ کار کیا ہو اور یہ کام کب ہو !!

میڈرِیڈ یا اوسلو یا کیمپ ڈیوڈ کانفرنسوں میں اگر امن پسند یہودی رہنما شریک رہے ہیں تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ واقعتاً یہ فاختائیں ہی ہیں۔ یہ محض وقت کی بات ہے کہ جب وہ امن کانفرنسیں ہو رہی تھیں اس وقت جو بھی اقتدار میں ہوتا اسے ان کانفرنسوں میں منہ دکھائی کا فرض سرانجام دینا ہی تھا، خواہ وہ اس پارٹی سے ہو یا اس پارٹی سے۔

اللہ کی اس مخلوق میں کیا کیا ذہن نہیں پائے جاتے۔ یہودیوں میں امن کی فاختائیں !اس پر یقین کرنے والے بھی ہمارے درمیان باقاعدہ پائے گئے !یہودی پارٹیوں کے مابین آپس میں مقابلہ بازی ہے، یہ درست ہے۔ ایک فریق وہ ہے جنہیں انتہا پسند اور متشدد کہا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جنہیں امن پسند فاختاؤں کا نام دیا جاتا ہے مگر یہ موازنہ ان دونوں سیاسی فریقوں کو یہودی منطق اور یہودی ذہنیت سے باہر نہیں لے جاتا۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں موازنہ ہے کس بات پر؟ یہ کہ

ایک فریق شدت پسندی میں انتہا کر دے تو پھر دوسرا ہیرا پھیری اور ہاتھ کی صفائی میں اپنا کمال دکھائے۔ سو یہ تو ضرور مانا جا سکتا ہے کہ دونوں الگ الگ راستوں پر چلتے ہیں مگر کمال یہ ہے کہ دونوں کے راستے حیرت انگیز حد تک متوازی راستے ہیں! صرف اتنا ہی نہیں کہ یہ دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر ان میں سے ہر کوئی اس سکے کا ہر رخ بن سکتا ہے!

خدا رحمت کرے۔ کسی نے یہ شعر کہا تھا:

ان الیهود هم الیهود فلا صقور ولا حمائم

یہودی تو بس یہودی ہی ہیں عقاب اور فاختہ چہ معنی است

یہودی جنگ میں ہیں یا امن میں، اصل علت ہر حال میں قائم اور باقی ہے۔ کوئی ان میں سے اقتدار میں ہے یا اپوزیشن میں، عقیدہ وہی ایک یہودی عقیدہ ہے۔ ذہنیت وہی ایک یہودی ذہنیت ہے۔ زمانے اور صدیاں جتنی بھی گزر گئیں، اس عقیدے میں کوئی فرق آیا ہے اور نہ اس ذہنیت میں۔ کچھ زیادتی ہوئی ہوگی، کمی نہیں۔ اس بدعہد ذہنیت پر تورات کے صحیفے خود شاہد ہیں، جیسا کہ اس کتاب میں آگے چل کر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

فاختاؤں کو کردار یہ ملا ہے کہ کسی بھی چیز سے دستبردار ہونے میں حیلہ سازی اور مکر و فریب کے کمالات دکھائیں۔ عقابوں کو کردار ملا ہے کہ کسی بھی چیز سے دستبردار ہونے سے پوری ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر دیا کریں۔ اقتدار میں البتہ یہ دونوں ہی باریاں لیں۔ یہ جب کسی چیز سے دستبردار ہوں تو پتہ چلے کہ وہ کوئی چیز ہی نہیں تھی جس سے دستبردار ہو کر احسان کیا گیا! یہودی ذہنیت اور یہودی خصلت بھلا واضح ہوئے بغیر کیسے رہ سکتی تھی۔ کچھ وقت لگا مگر دونوں چہرے اپنی حقیقت، دکھا کر رہے۔ اب بھی یہ انتفاضہ کا بم نہ پھٹتا تو پھر کب اس کا موقعہ تھا!؟

اولاً: معاہدہ میڈریڈ میں اسرائیلی اتھارٹی کس حق سے دست بردار ہوئی ہے؟

مذاکرات کے ایک طویل اور غیر اختتام پذیر مشن کے بعد، بے شمار واسطے ڈال کر، ادھر ادھر سے کئی سارے فریق ساتھ میں جوڑ کر، ایک ایک مسئلے کو سو سو بار زیر بحث لا کر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر

ایک ایک بال کی کھال ادھیڑ کر فارغ ہو لینے کے بعد .... ایہود باراک نے مسجد اقصیٰ کی بانٹ کے مسئلے پر ایک عجیب وغریب منصوبہ پر رضامندی یا نیم رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ یہ منصوبہ یہود کی چکمہ باز ذہنیت کا زبردست عکاس ہے۔

منصوبہ یہ تھا کہ مسجد اقصیٰ افقی طور پر بانٹی جائے اور اس کی یہ تقسیم تین سطحوں پر عمل میں لائی جائے :

(۱) مسجد اقصیٰ اور اس کے احاطہ جات

(۲) مسجد و احاطہ جات کے زیرِ زمین اراضی

(۳) اس کے اوپر کی فضائیں

سمجھوتے میں طے پایا کہ مسجد و احاطہ جات کے زیرِ زمین اراضی پر تو اسرائیل ہی کا اختیار ہو گا۔ کیونکہ ان کے خیال میں مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کے نیچے ان کے نام نہاد ہیکل سلیمانی کے پائے جانے کا امکان ہے۔ رہی مسجد کے اوپر کی فضائیں تو اس کے لئے یہ طے کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ ان پر تصرف کس کا حق ہو گا۔ ان فضاؤں میں اڑ سکنے والے طیارے اور ہیلی کاپٹر ایک اسرائیل ہی کے پاس ہوا کرتے ہیں۔ فلسطینی حکومت کو ایسی چیزیں رکھنے کی ظاہر ہے ویسے ہی اجازت نہیں۔ اب یاسر عرفات کی فلسطینی اتھارٹی مسجد اقصیٰ و احاطہ جات کا زیریں حصہ بھی یہودیوں کو دے چکی تھی اور اوپر کی فضاؤں سے بھی دستبردار ہو چکی تھی۔ نیچے اور اوپر دونوں جگہوں پر اسرائیل کا حق مانا گیا البتہ درمیان میں مسجد اقصیٰ کا ٹکڑا رہنا فلسطینی حکومت کا حق مانا گیا اور مسجد کی حالیہ بلڈنگ پر فلسطینیوں کی دسترس مانی گئی! فلسطینی اتھارٹی کا کردار اتنا تھا کہ وہ مسجد اور اس کے احاطہ جات کی نگرانی کے فرائض سرانجام دے اور اس فتح پر شہر مقدس کے بس اسی محدود سے حصے میں فلسطینی پرچم لہرانا چاہے تو اس کی بھی اسے اجازت تھی !

ثانیاً : یہ دستبرداری بھی کیونکر ہو!؟

اس دستبرداری کا ہونا تھا کہ اس پر اسرائیل کی مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے ایہود باراک

کے خلاف احتجاج کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اس ذلت ناک دستبرداری کی سرعام مذمت ہوئی۔ ہیکل سلیمانی کا نعرہ لا اپنے والی انجمنوں اور اداروں نے ــــ جن کی تعداد بارہ سے اوپر پہنچتی ہے ــــ احتجاج کرتے ہوئے آسمان سر پر اٹھالیا اور مسجد اقصیٰ اور فلسطینیوں کے ساتھ باراک کو بھی تباہ کر دینے کے عزم دہرائے۔

اس بحران میں مزید اشتعال لانے کیلئے واقعہ یہ ہوا کہ یہ امن مذاکرات دراصل عین روزہ کے سیزن میں ہوئے تھے اور یہودیوں کا یوم غفران بالکل قریب آ رہا تھا۔ بلکہ اس کے قریب قریب دنوں میں ہی ہیکل سلیمانی کی تاریخی برسی بھی آ رہی تھی جو کہ یہودی تاریخ میں رومی حکمران ٹیٹس کے ہاتھوں ہیکل سلیمانی مسمار ہونے پر نہایت غم اور افسوس کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

یہیں سے حزب مخالف کو موقعہ ملا کہ وہ اس بات میں کوئی کسر نہ چھوڑے کہ ہیکل سلیمانی کی تاریخ میں دشمن ٹیٹس کے ساتھ غدار وطن باراک کے نام کا بھی باقاعدہ ذکر ہونے لگے۔ چنانچہ ایک یہودی حاخام (مذہبی پیشوا) نے اس موقعہ پر بیان دیتے ہوئے کہا: ہیکل کی اس برسی پر آج ہم ہیکل کی اس بربادی کو نہیں روتے جو دو ہزار سال قبل ہوئی۔ ہم ہیکل کی اس بربادی کو پیٹ رہے ہیں جو آج ہوئی۔

یہودیوں کے اس نقصان کی تلافی جس شخص کے ہاتھوں ہوئی وہ ہے مشہور خونیں سفاک ایرل شیرون ــــ صبرا اور شاتیلا کیمپوں کا ڈریکولا کردار ــــ ایریل شیرون کے مسجد اقصیٰ کے منحوس دورے کے ساتھ ہی ایہود باراک کا مسجد اقصیٰ کی بانٹ کا منصوبہ اختتام پذیر ....یا پھر کسی مناسب وقت تک کیلئے التواء کی نذر ہو گیا !!....

اس بارے میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں کہ شیرون کے مسجد اقصیٰ میں جا گھسنے کا واقعہ ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت عمل میں آیا تھا اور اس وقت کی اسرائیلی حکومت کو اس کا پہلے سے علم تھا۔ بلکہ حکومت نے ہی اس منحوس کی نگرانی کرنے کو دو ہزار فوجی متعین کئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس واقعے کا خود فلسطینی اتھارٹی کو بھی پیشگی علم تھا اور عرفات نے اسرائیلیوں سے شرطیہ کہا تھا کہ شیرون کے اقصیٰ میں

جانے کے اس واقع کا شدید عوامی ردعمل ہوگا، کیونکہ اسے فلسطینی اشتعال کا پہلے سے اندازہ تھا .... یہ الگ بات کہ یہ ردعمل اس حد تک پہنچے گا، اس بات کا خود عرفات کو بھی اندازہ نہ تھا۔

ہرگاہ کہ مسجد اقصیٰ ہر مسلمان کو اپنی جان تک سے عزیز ہے، ہرگاہ کہ یہودیوں کی بدمعاشی ایک بردبار سے بردبار انسان کو بھی ردعمل پر مجبور کر دیتی ہے اور ہرگاہ کہ لیڈروں کی بددیانتی کی قیمت ہمیشہ قوموں کو ہی ادا کرنا پڑتی ہے .... غیور مسلمانوں نے خود کو شیرون کا راستہ روکنے پر مجبور پایا۔ یہودیوں نے اس کا جواب اسی وحشت اور درندگی سے دیا جو ہمیں تحریف شدہ تورات اور تلمود میں ملتی ہے ....اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری سرزمین مقدس اس آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ حتیٰ کہ عالم اسلام کا کوئی گوشہ بھی اس سے لاتعلق نہ رہا۔ انتفاضہ رجب ایک ایسا طوفان بن گئی جو ہر رکاوٹ کو تہس نہس کر کے رکھ دینے والا اور اپنے راستے کی ہر فصیل سے گزر جانے والا ہے۔ یہ انتفاضہ بہت سی سازشوں کا پردہ چاک کر گئی اور بہت سے راز طشت از بام۔

یہ سب کچھ جو ہوا در اصل کچھ حقائق کا منہ بولتا ثبوت تھا:

(۱) یہ کہ دنیا کو اس ظلم اور قہر کا اندازہ ہو جو فلسطینیوں پر روا رکھا جا تا رہا ہے۔ ظلم کا مارا مجبور ہو کر جب اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو پھر اس کا راستہ روکنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ انتفاضہ ایسے ہی مظلوم و مقہور عوامی رد عمل کا نام ہے۔

(۲) دنیا کو اس غم و غصے کا بھی اندازہ ہو جسے یہ مسلمان قومیں برسوں سے پیئے بیٹھی ہیں۔

(۳) عرب لیڈروں کو بھی اندازہ ہو کہ ان کو کس ذلت آمیز زندگی کیلئے سمجھوتہ کرنا پڑا ہے۔ خصوصاً اب جبکہ یہ کھیل تین فریقوں میں کھیلا جانے لگا تھا :

___ اسرائیل جس کے ھل من مزید کے مطالبے کی کوئی حد نہیں رہ گئی۔

___ عرفات جسے ہینڈز اپ کرنا اور ایک کے بعد ایک حق سے دستبردار ہوتے جانا ہے۔

___ اور امریکہ جو اس کھیل میں کھلاڑی بھی ہے اور اس کھیل کا بددیانت ریفری بھی اور جس کا سب عرب لیڈروں کو حکم ہے کہ جو بتایا جائے بس وہ کرتے جائیں، فلسطینیوں کو اسے قبول کرنے پر مجبور

کریں، ان سب منصوبوں کا مالی بوجھ اٹھائیں، میڈیا کی سطح پر ان فیصلوں کو کامیاب کروائیں اور اس کے جو کوئی بھی نتائج نکلنے والے ہوں ان کو اپنی اپنی قوم پر پوری بے دردی سے لاگو کریں اور اس مسئلے کی کسی دینی حساسیت تک کو خاطر میں نہ لائیں۔

بعض عرب لیڈروں نے امریکہ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ: اذا اردت ان تطاع فامر بما یستطاع (یعنی اگر آپ اپنی منوانا چاہتے ہیں تو اتنا طلب فرمایئے جتنا دینا کسی کے بس میں ہو) مگر امریکہ کوئی پرواہ کیے بغیر اور کسی بھی بات کو خاطر میں لائے بغیر اپنی طاقت کے گھمنڈ میں برابر آگے بڑھتا رہا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے یورپی اور جاپانی تک محسوس کیے بغیر نہ رہے۔ روس کو تو ظاہر ہے یہ محسوس ہونی ہی تھی جو اس مقابلے میں بہت پہلے اپنا خانہ خراب کرا چکا ہے .... یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے اس متکبرانہ اور حاکمانہ رویے پر دانت سبھی کے پیستے ہیں، یہ الگ بات کہ اس بات پر کڑھنے کیلئے ہر کسی کے پاس اپنی الگ وجوہات ہیں۔

انتفاضہ رجب کی ایک خاص بات جو دیکھنے میں آرہی ہے وہ یہ کہ اس بار اسلامی اصطلاحات بہت کھل کر اس معرکے کا عنوان بن رہی ہیں۔ اور سب کے سب اب اسی اندازِ خطاب کو اختیار کرنے پر مجبور یا آمادہ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ایک زبردست پیمانہ ہے اس بات کے جاننے کا کہ اسلامی تحریک اور اسلامی بیداری کا عمل کس قدر زور پکڑ گیا ہے اور یہ کہ قوم پرستی اور لادین نعروں کی تباہ کاریاں سب دیکھ چکے اب اسلام اور اسلامی تحریک ہی ایک واحد اور آخری طریق کار رہ گیا ہے اور یہی ان اقوام کا اب واحد اور آخری سہارا ہے۔

دھیرے دھیرے آخر اس صبح کی سپیدی واضح ہونے ہی لگی ہے جس روز کفر کے سرغنوں اور طاغوتوں پر اللہ کے قہر اور غضب کی آگ بھڑک اٹھنے والی ہے اور اس آگ میں دنیا تخریب اور فساد فی الارض برپا کرنے والے سب لشکروں کو جل کر تباہ ہوتا دیکھے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

فصل دوئم

مسئلے کا عقائدی پہلو

غیب صرف خدا جانتا ہے مگر وہ اپنی مرضی سے اپنے کسی بندے کو بھی غیب کی کسی بات پر مطلع فرما دیتا ہے۔ خدا کے ایسا کرنے میں اس کی بے پناہ حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔

کسی مخلوق کے، غیب کی کسی خبر سے مطلع ہونے کا، سب سے بڑا ذریعہ وحی کہلاتا ہے جو کہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے، اللہ کا ان سب پر درود و سلام ہو۔ غیب کی خبر کا دوسرا ذریعہ سچا خواب ہے جو کہ انبیاء کے حق میں تو وحی ہی ہوتا ہے البتہ دوسروں کے حق میں بشارت (خوش خبری) یا نذارت (بدخبری) کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ دوسرا ذریعہ یعنی سچا خواب ایک مومن کو بھی حاصل ہو سکتا ہے اور ایک کافر کو بھی۔ سچا خواب ایک نیکوکار کو بھی آ سکتا ہے اور ایک بدکار کو بھی۔ اس کے بعد کچھ اور ذرائع آتے ہیں مثلاً تحدیث، الہام اور فراست۔

ہر وہ بات جو مستقبل کی پیش گوئی سے تعلق رکھتی ہو، اس کے تعین کیلئے دو چیزیں لازم ہیں :

ایک یہ کہ وہ خبر یا روایت صحیح ہو اور پایہ ثبوت کو پہنچتی ہو۔

دوسری یہ کہ اس کا درست مطلب لیا گیا ہو۔

اقوام عالم کو دیکھا جائے تو ملاحم (احادیث میں مذکور آخری زمانے میں ہونے والی ہولناک اور عظیم ترین جنگیں، جن کا اہل کتاب کے ہاں ہرمجدون کے نام سے ذکر ہوتا ہے) اور مستقبل کے ان دیکھے واقعات کا سب سے زیادہ تذکرہ آپ اہل کتاب ہی کے ہاں پائیں گے۔ حتی کہ اہل کتاب کے ہاں اس موضوع پر پائی جانے والی روایات کی اس بہتات نے زمانہ قدیم سے مسلمانوں کے ایک گروہ کو بھی مشغول کیے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اس واقعہ، کہ اہل حجاز وعراق کی بہ نسبت اہل شام ومصر کے ہاں روایت حدیث کم ہوئی ہے، کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ اہل شام ومصر دراصل ملاحم اور سیر کی

روایات میں زیادہ مشغول رہے۔اس موضوع پر کعب الاحبار سے بہت سے عجائب مروی ہیں،جن کے یہاں ذکر کی گنجائش نہیں۔

ان پیش گوئیوں کی بابت اہل کتاب کا جو مصدر ہے وہ ہے ان کی مقدس کتابیں اور پھر ان کتب میں آنے والی نصوص کی وہ شروحات اور تفسیریں جو ان کے ہاں قدیم سے ہوتی آئی ہیں۔خصوصاً اہل کتاب کے ہاں رموز اور اعداد پر بہت زیادہ سہارا کیا جاتا ہے اور یہ بات ان کے مقدس صحیفوں اور ان صحیفوں کی شروحات میں بکثرت دیکھنے میں آئی ہے۔

اب چونکہ مستقبل کی تصویر دیکھ لینے کا انسان میں ایک طبعی تجسس پایا جاتا ہے اس لئے اہل کتاب کی تاریخ میں کوئی زمانہ ایسا نہیں رہا جب ان کے ہاں پیشین گوئیوں پر بحث وتمحیص کا سلسلہ کبھی رکنے میں آیا ہو۔یہ بات صرف ان کی مذہبی اور لاہوتی شخصیات پر ہی موقوف نہ رہی بلکہ سبھی طبقے اس موضوع میں دلچسپی لیتے رہے۔سیکولر دانشور تک اس اندازِ فکر سے الگ نہ رہے۔مشہور سائنسدان بھی آپ کو مقدس پیشین گوئیوں پر بحث کرتے نظر آئیں گے۔ماضی میں اس کی مثال آئزک نیوٹن ہے تو موجودہ دور میں کمپیوٹر،شماریات اور ریاضیات کے بڑے بڑے پروفیسر۔اس موضوع پر ان لوگوں کی تصنیفات شمار سے باہر ہیں۔ہمارے مصادر میں آگے چل کر ان کا کچھ تذکرہ بھی آپ دیکھیں گے۔

تاریخ میں چونکہ یہود کا شیرازہ بار بار بکھرتا رہا ہے،یہ بار بار دنیا میں دربدر ہوتے رہے،قید اور جلاوطنی کا کوڑا ان پر ان گنت مرتبہ برسا اور رومانیوں کے ہاتھوں تو ان پر قہر ٹوٹنے کی کوئی حد ہی نہ رہی .... لہٰذا ان تلخ حقائق کو اس ذہنیت کے پیدا کرنے میں شدید طور پر دخل رہا ہے کہ اہل کتاب کے ہاں ایک نجات دہندہ کا بکثرت ذکر ہونے لگے،یہاں تک کہ اس کے لئے پیشین گوئیاں گھڑی جانے لگیں یا پھر پہلے سے موجود کسی مذہبی نص کی من پسند تاویل کی جانے لگے۔اس سلسلے میں ان کے ہاں جو سب سے برا کام ہوا وہ یہ کہ آسمانی کتب میں پائی جانے والی بشارتوں اور پیشین گوئیوں کی کچھ اس انداز سے تحریف کی جانے لگی کہ یہ بشارتیں اور پیشین گوئیاں کسی نہ کسی طرح بس اسی دور پر فٹ ہو جائیں جس میں ان پیشین گوئیوں کی تفسیر کی جارہی ہو۔ہر تفسیر کرنے والے نے اپنے ہی دور اور اپنی

قوم کی اسی خاص موجودہ حالت پر ان سب غیبی خبروں کوفٹ کر دینا چاہا جس میں وہ خود آنکھ کھول چکا تھا۔ یہاں سے ان تاویلات اور تفسیرات میں اختلاف اور تعارض کا سلسلہ شروع ہوا۔ غیبی خبروں کو ہر کوئی اپنے انداز سے اور اپنے ہی دور پر فٹ کرنے لگے تو اختلاف اور تعارض کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا۔ تاویلات کا یہ اختلاف اس اختلاف پر مستزاد تھا جو مذاہب اور فرقہ جات کی صورت میں پایا گیا۔ تاویلات کی اس کھینچا تانی میں اکثر نے جو سب سے بڑا جرم کیا وہ یہ کہ نبی آخرالزمان اور آپ کی امت کی بابت پائی جانے والی پیشین گوئیوں کو مسخ اور تحریف زدہ کر کے رکھ دیا۔ دور دراز کی تاویلیں کر کے نبی آخرالزمان سے متعلق پیشین گوئی سے مراد یہود کے اس مسیح منتظر کو قرار دیا گیا جسے بادشاہِ امن کا نام دیا جاتا ہے .... یا پھر اس سے مراد مطلق مسیح کو قرار دے دیا گیا۔

پھر اس پر بھی مستزاد یہ ہے کہ ایک ہی صحیفے کے متعدد اور مختلف نسخے پائے گئے۔ اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ یہ صحیفے ترجمہ در ترجمہ کی بھینٹ چڑھائے گئے۔ جبکہ تفسیرات کی بھرمار اور تاویلات کا انبار ایک الگ دردِ سر تھا .... نوبت بایں جا رسید کہ ان تہ در تہ مسخ شدہ حقائق کو تحریفات اور تاویلات کے اس ملبے تلے سے نکال لانا اب ایک ایسا کام بن گیا جو کسی جان جوکھوں سے کم نہیں، بلکہ یوں کہیے کہ وحی محفوظ (قرآن اور سنت) سے مدد لئے بغیر ناممکن بھی ہے۔

آسمانی صحیفوں میں پائی جانے والی پیشین گوئیوں سے متعلق نصوص کی ہر دور میں مفید مطلب تاویلات کرنے کی جس ڈگر پر اہل کتاب پڑ چکے تھے اس سے ان نصوص پر تاویلات کی اس قدر گرد ڈال دی گئی کہ اہل کتاب اس موضوع پر خود بھی یقین سے محروم ہو گئے۔ اب ان نصوص کی بابت اتنا کچھ کہہ لیا گیا ہے کہ یہ لوگ خود بھی اب یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اب یہ اپنے ہی پیدا کئے ہوئے اندھیروں میں یوں بھٹک گئے ہیں کہ یقین تک پہنچنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔ سوائے اس ایک یقینی ذریعے کے، جس سے یہ لوگ خائف ہیں !

بہر حال اہل کتاب کے ہاں مستقبل کی جو پیش گوئیاں پائی جاتی ہیں ان کی بابت ہمارا وہی موقف ہے جس کا حکم ہماری شریعت نے ہمیں ان کی عام روایات اور اخبار کے قبول کرنے کی بابت دیا

ہے۔ ہماری شریعت کی رو سے اہل کتاب کی روایت کردہ پیشین گوئیاں تین طرح کی ہوسکتی ہیں :

پیشین گوئیوں کی ایک قسم وہ جو قطعی باطل ہے : یہ وہ پیشین گوئیاں ہیں جو انہوں نے اپنے پاس سے گھڑلی ہیں، یا نصوص کو ان کے اصل لفظ یا معنی سے ہٹا کر تحریف کردی ہے۔ مثلاً ان کا یہ دعوی کہ نبی آخرالزمان داؤد کی نسل سے ہوگا اور یہ کہ مسیح موعود یہودی ہوگا یا ان کا اسلام اور رسول اسلام کی بابت پیشین گوئی کو مسخ کردینا وغیرہ۔ غرض اس قسم میں ان کی وہ تمام پیشین گوئیاں آتی ہیں جو وحی محفوظ (کتاب اور سنت صحیحہ) سے متصادم ہیں۔

پیشین گوئیوں کی دوسری قسم جو قطعی حق ہیں، ایسی پیشین گوئیوں کی آگے دو صورتیں ہو سکتی ہیں :

(الف) ان کی وہ پیشین گوئیاں جن کی وحی محفوظ نے صراحت کے ساتھ تصدیق کی ہے۔ مثلاً ختم نبوت کی بابت ان کی پیش گوئی، نزول مسیح کے متعلق پیش گوئی، آخری زمانے میں مسیح دجال کے ظاہر ہونے اور اہل کفر و اہل ایمان کے مابین ہونے والی ملاحم کبری (بہت بڑی بڑی جنگیں) وغیرہ کی بابت ان کی پیشین گوئی، اس طرح کی پیشین گوئیوں کے سلسلے میں ان اہل کتاب سے کوئی اختلاف ہوسکتا ہے تو وہ ان نصوص کی تفصیل اور تفسیر کی حد تک ہی ہوسکتا ہے۔

(ب) اہل کتاب کی وہ پیشین گوئیاں جن کی حقائق اور واقعات سے ہی تصدیق ہو جائے۔ مثلاً امام بخاری مشہور صحابی رسول جریر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، جریر فرماتے ہیں:

> میں یمن میں تھا، وہاں دو آدمیوں سے میری ملاقات ہوئی۔ ایک کا نام ذوکلاع تھا اور دوسرے کا ذوعمرو۔ میں ان کو رسول اللہ کے بارے میں بتانے لگا۔ تب ذوعمرو مجھ سے کہنے لگا تم اپنے جن صاحب کی بات کررہے ہو، اگر یہ سچ ہے، تو ان کی اجل کو آئے آج تین روز گزر گئے ہیں۔ تب یہ دونوں آدمی میرے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں ہمیں مدینہ کی طرف سے آنے والا ایک قافلہ دکھائی دیا۔ ہم نے ان سے احوال دریافت کیا تو انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ وفات پا گئے ہیں۔ آپ کے بعد

ابوبکر کو خلیفہ بنالیا گیا ہے اور لوگ بخیر و عافیت ہیں۔ تب یہ دونوں مجھ سے کہنے لگے اپنے ان صاحب کو کہہ دینا کہ ہم آئے تھے اور اگر اللہ نے چاہا تو اب پھر کبھی آئیں گے۔ یہ کہہ کر وہ یمن کو لوٹ گئے۔ میں نے ابوبکر کو وہ بات بتائی۔ ابوبکر کہنے لگے: تم ان کو ہمارے پاس لے کر کیوں نہ آئے؟ اس کے بعد ذوعمرو سے پھر میری ایک ملاقات ہوئی تو وہ مجھ سے کہنے لگا: تمہارا مجھ پر ایک حق اکرام ہے لہٰذا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ تم عرب لوگ بڑے اچھے رہو گے جب تک تمہارا یہ وطیرہ رہا کہ ایک امیر کے مرنے کے بعد تم مشورے سے ایک دوسرے امیر کو اپنے اوپر مقرر کر لیا کرو...... تا آنکہ لوگ بزورِ شمشیر بادشاہ بننے لگیں، بادشاہوں کی طرح غضب ناک ہونے لگیں اور بادشاہوں کی طرح ہی ناز اٹھوانے لگیں۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی - حدیث نمبر ۴۳۵۹ بترتیب فتح الباری)

پیشین گوئیوں کی ایک تیسری قسم ایسی ہے کہ جس کی ہم تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ تکذیب، یہ وہ پیشین گوئیاں ہیں جو پہلی دونوں اقسام میں نہیں آتیں۔ اہل کتاب کی اخبار کی یہی وہ قسم ہے جس پر رسول اللہ کی اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے:

لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم (البخاری: كتاب التفسير: حديث رقم: ٤٤٨٥)

کہ اہل کتاب کی باتوں کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب۔

مثال کے طور پر اہل کتاب کی وہ پیشین گوئی جو ایک آشوری (Assyrian) شخص کی بابت آتی ہے۔ یا وہ پیشین گوئی جو یروشلم کی منحوس تباہی کے پیش خیمہ کے متعلق ہے اور ایسی ہی دوسری بشارتیں جو زمینی حقائق سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس بات سے، کہ اہل کتاب کی دی ہوئی ایسی خبر کی ہم نہ تصدیق کریں اور نہ تکذیب، مراد یہ ہے کہ ہم اسے اعتقاد اور وحی کے درجے میں نہ مانیں۔ البتہ اسے ایک رائے یا ایک ایسی تاریخی

روایت کے طور پر لیا جانا ممکن ہے جس کے غلط یا درست ہونے اور جس میں کسی تبدیلی یا اضافہ ہونے کا امکان ساتھ تسلیم کیا جائے۔ یعنی یہ احادیث مبارکہ میں جو ممانعت اور عدم ممانعت کا تذکرہ ہے اس کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہے کہ اہل کتاب کے قدیم زمانے سے چلے آئے تصورات یا بشارتیں سرے سے زیر بحث ہی نہ لائی جائیں بلکہ اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ کچھ شروط اور قیود کا تابع رکھ کر ہی ان کو زیر بحث لایا جائے اور ان کو ظن وتخمین اور احتمال کے درجے سے زیادہ حیثیت نہ دی جائے۔

آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ آج تقریباً پوری دنیا ہی جہاں ذرائع ابلاغ کی وساطت سے فلسطین کی سرزمین پر رونما ہونے والے حالیہ واقعات پر نظریں جمائے بیٹھی ہے تو وہیں دوسری طرف امریکہ اور بعض دیگر ترقی یافتہ ملکوں میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد کسی اور ہی چیز میں گم ہے۔ یہاں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے بھی زیادہ کسی اور ہی جنس کا بازار گرم ہے۔ یہ پیشین گوئیوں اور کہانتوں (مذہبی ٹامک ٹوئیوں) کا بازار ہے جس میں روز بروز تیزی آ رہی ہے۔ اس بازار کی سب سپلائی جہاں سے ہوتی ہے وہ ہے عہد نامہ قدیم (اولڈ ٹیسٹامنٹ) اور عہد نامہ جدید (نیو ٹیسٹامنٹ) کے مذہبی صحیفے اور ان کی شروحات۔ اس بازار کے تاجر ہیں بنیاد پرست اور بائبل پر حرف بہ حرف چلنے والے کاہن، اور یہاں کے گاہک معاشرے کے تقریباً سبھی طبقے ہیں جو وائٹ ہاؤس اور پنٹاگون کے پالیسی سازوں سے لے کر گلی محلے کی سطح تک ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ مقدس پیشینگوئیوں پر ایمان رکھنے والے یہ طبقے مختلف گروہوں پر مشتمل ہیں: ان میں سے کوئی مسیح کا منتظر ہے! کوئی دجال کے نکلنے کا! کوئی ہرمجدون (Armageddon) کے جنگی سلسلوں کے شروع ہونے کیلئے بے صبرا ہو رہا ہے! اور کوئی ___ انتفاضہ کے ظہور پذیر ہونے اور امن منصوبے کے بیٹھ جانے کے بعد ___ اب دولت اسرائیل کے خاتمہ کی پیشین گوئی کر رہا ہے!

یہ آخری بات ایسی ہے کہ اس سے ہم کو بھی کچھ سروکار ہے! کیونکہ اسرائیلی اقتدار کا خاتمہ موجودہ حقائق کا سب سے بڑا اور جلد تقاضا ہے اور یہ پیشگوئیوں کی نسبت دراصل واقعات میں شمار ہونے کے زیادہ قابل ہے اور یہ خاص اس غیب سے متعلق نہیں جو قرب قیامت رونما ہونے والے

واقعات پر مشتمل ہے اور جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

چنانچہ جہاں تک موجودہ اسرائیلی ریاست کے خاتمہ کا تعلق ہے تو اس کی بابت اہل کتاب کے ہاں پائی جانے والی پیشین گوئیوں پر مبنی نتائج کی روشنی میں جو بات کہی جاسکتی ہے قریب قریب اسی نتیجے تک ایک اسٹریٹجک اور ایک سیکولر مطالعے کی روشنی میں بھی بآسانی پہنچا جاسکتا ہے۔

البتہ ان پیشین گوئیوں میں جو دلچسپ اور فیصلہ کن عنصر پایا جاتا ہے اور جس کا کہ کسی واقعاتی مطالعے کے دوران تعین نہیں ہوسکتا وہ یہ کہ ان توراتی پیشینگوئیوں کی رو سے اس بات کا تعین بھی کیا جا رہا ہے کہ اسرائیل کی تباہی کو کل کتنے سال لگیں گے۔ اب جب اس بات کا حوالہ خود ان کے ہی مذہبی صحیفوں سے دیا جائے گا تو پھر تورات اور انجیلوں پر ایمان رکھنے والوں کیلئے یہ بات ایک باقاعدہ عقیدہ کا درجہ رکھے گی نہ کہ محض ایک رائے یا کسی سیاسی مبصر کا اندازہ اور اجتہاد! یہی وہ بات ہے جس سے ہم امید کر سکتے ہیں کہ اہل کتاب کی ایک کثیر تعداد اس حقیقت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے جس کی نقاب کشائی ہم اس کتاب میں کرنے جا رہے ہیں۔

پھر چونکہ صہیونیت کا عیسائی پاٹ موجودہ زمانے کی ایک ایسی تحریک ہے جو انسانیت کیلئے آج سب سے بڑا خطرہ ہے! اور پھر جبکہ وہ اساس جس پر اس تباہ کن تحریک (صہیونی عیسائیوں) کے سب عقائد اور ان کے سب جہنمی منصوبے قائم ہیں وہ دولت اسرائیل کے قیام کی بابت ان (صہیونی عیسائیوں) کے ہاں پائی جانے والی ایک مذہبی پیشین گوئی پر مشتمل ہے اور جس کی رو سے بیت المقدس پر اسرائیلی ریاست کا قیام کروانا، یہ تحریک (صہیونی عیسائی) اپنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہے .... لہٰذا دنیا میں آج ہر وہ شخص جو کرہ ارض پر امن اور انصاف کی فرمانروائی ہو جانے کا آرزومند ہے اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایسی مذہبی پیشین گوئیوں کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرے جو اس وقت دنیا کا امن تباہ کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ زمین کو امن وانصاف کا گہوارہ بنانے کے خواہشمند ہر انسان پر آج یہ فرض ہے کہ وہ ہر ایسے شخص کی طرف اپنا دست تعاون دراز کرے جو عقلی اور منطقی دلائل کی بنیاد پر ان (صہیونی عیسائیوں) کی ان فکری بنیادوں کا بودا پن ثابت کرے جن پر ان کی یہ بنیاد پرستی قائم

ہے۔ان کی ان فکری بنیادوں کو اس سے پہلے پہلے تہس نہس کر دینا ضروری ہے جب وہ امن عالم کو تہس نہس کر کے رکھ دیں اور ہمارے اس مضطرب زمینی سیارچے کو آگ کا دہکتا ہوا الاؤ بنا کر!!

اس خطرے سے دنیا کو جس قدر جلدی جگا دیا جائے اتنا بہتر ہے اور اس مقصد کیلئے ہمیں دنیا کے ہر انسان کا تعاون درکار ہے!

تاریخ کے اس موڑ پر ہم یہاں ایک ایسی نازک واقعاتی صورتحال کے دہانے پر کھڑے ہیں جہاں دنیا کے بہت سے عقلمند یہ خطرہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ آج یورپ یا روس جیسے ایٹمی ملکوں میں کوئی بھی دہشت گرد تنظیم اگر برسر اقتدار آ جاتی ہے تو وہ پوری دنیا کے امن کیلئے ایک بھیانک خطرہ بن سکتی ہے .... جب ایسا ہے تو پھر ہم ایک ایسی بڑی تحریک سے کیونکر غافل رہ سکتے ہیں جو دنیا کے طاقتور ترین ملک کے ایک تہائی عوام کے عقل و ذہن کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے چکی ہے اور اس ملک پر مکمل اقتدار حاصل کرنے کیلئے اپنے پورے جوش و خروش کے ساتھ مسلسل آگے بڑھ رہی ہے .... اس تحریک سے پھر کیونکر بے خبر رہا جا سکتا ہے جو اپنی پوری طاقت اور توانائی کو بروئے کار لا کر دنیا کے اس سب سے بڑے دہشت گرد ٹولے کیلئے زیادہ سے زیادہ عوامی تائید حاصل کر رہی ہے جس کا نام دولت' ہیون ہے!؟؟

ہم امیدوار ہیں کہ امریکہ اور دیگر ممالک کے عقلمند اگر حقائق کو پرکھنے کا اپنا فرض پورا کر لیتے ہیں تو ضرور بضرور وہ ہوش مندی کا دامن تھامنے کی ضرورت محسوس کریں گے اور اس کے نتیجے میں مغربی معاشروں کے بہت سے فریب خوردہ اور بے خبری کا شکار لوگ بیدار ہو سکیں گے۔

مغربی معاشروں پر صہیونی عیسائیوں کے مذہبی مفروضات کا بطلان واضح کرنے اور ان کے مذہبی پیشین گوئیوں کے من گھڑت مفہومات کا پول کھولنے کے اس عمل میں دنیا کے سب لوگوں کے ساتھ اگر ہم تعاون کرتے ہیں تو ایسا کرتے ہوئے ہم اپنے اس فرض کی ادائیگی سے عہدہ براہ ہوتے ہیں جو ہمیں سکھاتا ہے کہ باطل کا مقابلہ حق کی قوت سے، جارحیت کا مقابلہ انصاف سے کام لیتے ہوئے اور دہشت گردی کا مقابلہ دلیل کی قوت سے کیا جائے۔ یہ دین اسلام کے بڑے مقاصد میں سے ایک

ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن مجید میں پیغمبر رحمت، رسولِ امن و آشتی محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کہا ہے :

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (الانبیاء:۱۰۷)

اے محمدؐ! ہم نے تم کو سب دنیا کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

فصل سوئم

جھوٹے مسیح

امریکہ، جیسا کہ ایڈورڈ سعید کا کہنا ہے، دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ مذہب میں دلچسپی رکھنے والا ملک ہے۔

امریکہ میں ایک ایسا مذہبی بنیاد پرست طبقہ بھی موجود ہے جسے آپ ہر وقت مسیح کی واپسی کے خیال میں گم دیکھیں گے۔ مسیح کو کسی تاخیر کے بغیر لے آنے کے لئے یہ طبقہ بڑی سے بڑی حماقت کر لینے کیلئے بھی ہر دم تیار رہتا ہے !!

اس سے بڑی حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ ایٹمی اڈوں تک پہنچ کر دنیا کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا جائے؟

اس جنونیت پر مزید کسی دلیل کی کیا ضرورت ہے جب کہ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ وہاں سینکڑوں اور درجنوں کی تعداد میں خودکشی کرتے ہیں۔ فیڈرل اداروں کو بموں سے اڑاتے جنونی وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ عوامی آرمی تشکیل دی جاتی ہے اور جنگجو جتھے تیار کئے جاتے ہیں، سب کچھ اس لئے کہ وعدے کا دن قریب آ جائے۔

پریشان کن بات یہ ہے کہ گھٹنے کی بجائے دن بدن یہ لوگ بڑھ رہے ہیں۔ ان جنونیوں کو کسی دلیل اور منطق سے ہرگز کوئی سروکار نہیں۔ سب سہارا تخیلات اور خوابوں پر ہو رہا ہے۔ روح قدس (ہولی اسپرٹ) سے براہ راست گفتگو ہوتی ہے، جبکہ درحقیقت وہ روح القدس نہیں شیاطین ہوتے ہیں۔

ان میں سے متعدد ایسے پہنچے ہوئے بھی ہیں جو خود ہی مسیح ہونے کا دعوی کرتے ہیں یا پھر یہ کہتے ہیں مسیح ان میں حلول کر چکا ہے۔ مسیح سے ان کی گفتگو تو روز ہوتی ہے !

ان لوگوں کے عقائد کچھ اس طرح سے ہیں :

(۱) سلطنت اسرائیل کا قیام نزول مسیح کیلئے ایک ضروری تمہید کا درجہ رکھتا ہے۔

(۲) فلسطینیوں کے ساتھ صلح اور امن کا منصوبہ خدا کے وعدے کو موخر کرنے کا سبب ہے۔

(۳) بیت المقدس سارے کا سارا اسرائیل کے زیر قبضہ ہونا چاہیے۔

(۴) اسرائیل بابرکت ہے۔ جو اس کو برکت دے وہ بابرکت ہے اور جو اس پر لعنت بھیجے یا اس سے دشمنی کرے وہ لعنتی ہے۔

(۵) فلسطینی ___ بلکہ عام مسلمان بھی ___ اچھوت، آسمانی مذاہب سے محروم، بت پرست اور یاجوج ماجوج کی قسم سے ہیں۔

(۶) خوش بختی کا ہزار سالہ دور (Millanial reign) عنقریب آنے والا ہے لیکن یہ اس کے بعد ہوگا جب مسیح پر ایمان رکھنے والے مسیح کا نزول کروانے کیلئے بادل میں چھپ کر رب سے ملاقات کرنے جائیں گے اور جب سب کے سب کافر بت پرست جنگ ہائے ہرمجدون میں تباہ ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا تصورات رکھنے والے کوئی گوشہ نشین قسم کی راہبانہ جماعتوں کے ممبران نہیں ہیں، اگرچہ اس سے پہلے ایسا ہی تھا، یہ لوگ اب سماجی طور پر بہت اثر ورسوخ رکھنے والے لوگ ہیں۔ ان کے پاس ذرائع ابلاغ کی بے پناہ قوت ہے اور ایسے جنونی حکومت میں بھی بہت اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

توراتی پیشین گوئیاں اور ان کے ساتھ کاہنوں، نجومیوں اور جنات حاضر کرنے والوں کے پھیلائے ہوئے خیالات ہی ان لوگوں کے عقائد کی اساس ہیں اور انہی چیزوں کی بنیاد پر ان کے سیاسی اور سماجی نظریات قائم ہوتے ہیں۔ تمام انسانی دنیا کے ساتھ ان کے معاملہ کرنے کی نظریاتی بنیادیں بھی یہیں سے لے جاتی ہیں۔

جہاں تک امریکہ کے عقل پرست سیکولر دانشوروں کا تعلق ہے تو ان کو اندازہ ہے کہ ان مذہبی لوگوں کا یہ عجیب وغریب قسم کا اندازِ فکر تبدیل کر دیا جانا قریب قریب ناممکن ہے۔ کیونکہ اس اندازِ فکر نے ان کے فکر وذہن کی ساخت تباہ کر دی ہے جس کی وجہ سے ان کی نفسیات میں اب بے شمار پیچیدگیاں بیٹھی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سیکولر سیاستدانوں کو بھی ان کے ساتھ منافقت کا سہارا لینا پڑتا ہے کیونکہ یہ جنونی لوگ رائے عامہ پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں نیز پیسے اور میڈیا کی دنیا میں بھی اثر ورسوخ رکھتے ہیں !

جہاں تک ہمارے مسلم میڈیا کا تعلق ہے تو وہ مغرب میں پائے جانے والے اس طبقے پر بہت کم بات کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مسلم میڈیا کو دراصل مسلم دنیا میں ہی انتہا پسندی اور دہشت گردی ختم کرانے کی اتنی فکر ہے کہ مغرب میں پائے جانے والے اس جنونی طبقہ کے بارے میں بات کرنے کا اس کے پاس وقت ہی نہیں۔ وہ لوگ چونکہ مغرب میں پائے جاتے ہیں اور پھر چونکہ مسلمان بھی نہیں لہٰذا وہ جو بھی کریں اور جس طرح بھی سوچیں دہشت گرد نہیں ہو سکتے !!

یہ جنونیت پسند اور سیکولر دانشور دو الگ الگ انتہائیں ہیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ درمیانی عنصر روز بروز کم ہو رہا ہے اور غور طلب بات یہ ہے کہ اِس درمیانی عنصر کا جھکاؤ سیکولر انتہا کی بجائے ان مذہبی طبقوں کی جانب زیادہ ہو رہا ہے۔ جس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ مغرب کا انسان مادیت کے جہنم سے بہر حال بھاگنا چاہتا ہے اور مذہب کی جانب آنا اس کی مجبوری ہے مگر لوگ مذہب کی طرف آتے ہیں تو آگے یہی طبقہ ان کا استقبال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت مذہبی بنیاد پرستی اور توہم پرستی روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے۔

شومیٔ قسمت، ان لوگوں کے مزید فتنے میں پڑنے کیلئے اس دور میں کچھ ایسے امور پیش آ گئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ پائے گئے تھے۔ یقیناً اس میں اللہ کی بہت بڑی بڑی حکمتیں کارفرما ہونگی۔ خصوصاً اس سلسلے میں دو چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ہی ان کی گمراہی کیلئے بجائے خود کافی ہے۔

پہلی بات یہ کہ :اس وقت یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد فلسطین میں جمع ہو چکی ہے۔ جو کہ ظاہر ہے تاریخ میں کبھی اس سے پہلے اکٹھی نہیں ہوئی۔

ہال لنڈسے (Hal Lindsey) اپنی مشہور کتاب مرحوم زمینی سیارچہ (The Late

(Great Planet Earth) میں لکھتا ہے :

جب اسرائیل کی حکومت ابھی نہیں بنی تھی، تب تو کچھ واضح نہ تھا۔ مگر اب جبکہ یہ واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ سیٹی بجنے کیلئے گنتی شروع ہو چکی ہے جس کے ساتھ ہی ان تمام واقعات کو رونما ہو جانا ہے جو مقدس پیش گوئیوں سے متعلق ہیں۔ ان پیشین گوئیوں کی بنا پر پوری دنیا کو اب آئندہ دنوں میں مشرق وسطی، خصوصاً اسرائیل پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دینا ہوگی (ماخوذ از کتاب جی ۲۰۰۰ء "سن دو ہزار کا غار" صفحہ ۱۴۶)

دوسری بات یہ کہ: عیسائی کیلنڈر کے دو ہزار سال پورے ہونے کے بعد نئے ہزار سالہ (Millanium) کا آغاز بھی انہی دنوں میں ہوا۔ جس کا مطلب ان کے ہاں یہ لیا جاتا ہے کہ یہ موجود۔ دنیا کے خاتمے کی ابتداء ہے اور ایک نئے جہان میں پیر دھرنے کا آغاز، نصرانیوں کے ہاں ایک مسیحی ہزار سالہ کا کچھ ایسا تصور پایا جاتا ہے جو قریب قریب ہم مسلمانوں کے ہاں عالم آخرت یا جنت کے حوالے سے پایا جاتا ہے۔

اس نئے ہزار سالہ (Millenium) کو پہنچنے کے جوش میں بیسوی صدی کے آخری دو عشروں میں عیسائی بنیاد پرست غیر معمولی طور پر ہر میدان میں سرگرم رہے ہیں۔ تاہم ان میں سب سے زیادہ سرگرمی تصنیف وتالیف اور ذرائع ابلاغ میں شور وغوغا کے میدان میں دیکھی گئی۔ خوش بختی کے ہزار سالہ (میلینیل رین) جس میں نزول مسیح ہونا تھا، کا بے انتہا چرچا کیا گیا۔ آخری زمانے میں جن واقعات کے رونما ہونے اور قیامت کی جن نشانیوں کا ان کے ہاں تذکرہ ہوتا ہے ان سب واقعات کے بہت جلد پیش آنے کی بہت بھونڈی انداز سے توقعات رکھی گئیں۔ ان نشانیوں کے عجیب وغریب اور خوفناک قسم کے مینار بنائے گئے جو سب کے سب ایک ہی مفروضے پر قائم تھے اور وہ یہ کہ ان کے خیال میں یک دم ایسے بڑے بڑے خرق عادت واقعات اور معجزات رونما ہو جائیں گے جن کا بظاہر حالیہ واقعات اور تاریخی تسلسل سے کوئی منطقی ربط نہیں۔

ان کو خیال ہوا کہ اندریں حالات، زمان اور مکان کے لحاظ سے موضوعی طور پر دیکھا جائے تو خوش بختی کے ہزار سالہ (میلینیل رین) کی نشانیوں کا پورا ہونا ویسے تو ممکن ہے اور نہ لوگوں کے سامنے اس کی پوری تصویر کشی ممکن ہے لہٰذا مصنوعی طور پر کسی ایسے بہت بڑے اور غیر معمولی حادثے کا بندوبست ہونا چاہئے جو نظام عالم کو درہم برہم کر کے رکھ دے۔ اس بات کا آسان ترین طریقہ ظاہر ہے یہی ہوسکتا تھا کہ کوئی ایٹمی سانحہ ہو جائے جو تہذیب کا خاتمہ کر کے رکھ دے اور دنیا کو ایک ایسی حالت میں لے جائے جو مسیح کے زمانہ اول سے ملتی جلتی ہو اور مسیح کے دوسری بار آنے کیلئے راستہ ہموار کرتی ہو !ان سوچوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ان کو ہر مجدون کے منحوس جنگی سلسلوں (قرب قیامت جن بڑی اور عظیم جنگوں کی پیشین گوئی بائبل میں پائی جاتی ہے) سے تعلق جوڑنے کی سوجھی۔ یہیں سے ان سب باتوں کا سلسلہ ریگن اور نکسن کے ان نعروں سے جوڑ دیا گیا جو وہ مملکت شر (ایول ایمپائر) سوویت یونین کو ختم کرنے کیلئے لگاتے رہے تھے۔ چنانچہ اس وقت مفروضہ قائم کیا گیا تھا کہ یاجوج ماجوج دراصل روس ہے۔ پھر جب سوویت یونین کا خاتمہ ہو گیا اور خلیج کی جنگ کا نیا سیناریو بنا تو ان لوگوں نے مفروضہ قائم کیا کہ وہ آشوری جس کی بائبل میں پیشین گوئی ہے دراصل صدام حسین ہے اور یاجوج ماجوج عرب ہیں یا عرب، ایرانی اور وہاں کی کچھ دیگر اقوام ہیں اور یہ کہ ایٹمی جنگ ناگزیر ہے !!

اوسلو (امن) سمجھوتے کے بعد یہ لوگ بجھ سے گئے۔ بلکہ بہت مضطرب بھی نظر آئے۔ مگر جب دوبارہ انتفاضہ تحریک ابھر کر سامنے آئی تو ان لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ خاص طور پر اس لئے کہ یہ انتفاضہ دراصل سن دو ہزار ہی میں منظر عام پر آئی تھی !یعنی نئے ہزار سالہ کا سر آغاز تھا !یہاں سے ایک ایسی صورتحال وجود میں آئی کہ خود مغرب کے بہت سے دانشور اور محقق بھی اس خدشے سے دل پر ہاتھ دھر کر بیٹھے ہیں کہ ان بنیاد پرستوں میں سے کوئی کسی ایسی حماقت کا ارتکاب نہ کر لے جس کے نتیجے میں ایسے عالمی سانحے رونما ہوں جن کا قابو میں آنا پھر ممکن نہ رہے۔ حتیٰ کہ اسرائیلی حکام بھی اس قسم کے انتہا پسندوں سے بہت خائف ہیں اور یہ امکان پایا جاتا ہے کہ ایسے انتہا پسند اسرائیل میں گھس کر کوئی

بھی ایسی حرکت کر سکتے ہیں جس کے بعد معاملات کا قابو میں رہنا ناممکن ہو جائے۔

یہ اندیشہ بھی بہت سے ماہرین اور تجزیہ نگاروں کو پریشان کئے ہوئے ہے کہ یہ انتہا پسند خفیہ طور پر دنیا کے کسی ایٹمی اڈے تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں دنیا کے اندر ایسی آگ لگ سکتی ہے جو پھر دنیا کے بجھانے کی نہ رہے!!

یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ سن ۲۰۰۰ء کا بخیر و عافیت اور کسی حادثے کے بغیر گزر جانے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ افکار اپنی موت آپ مر گئے ہوں۔ دراصل یہ لوگ ہمیشہ سے اس بات کے عادی رہے ہیں کہ یہ اپنے حساب کتاب اور اپنے مستقبل بین زائچوں میں نظر ثانی کر لیا کریں !ان کے ہاں یہ روایت چلی آئی ہے کہ ایسی ہر ناکامی کے بعد یہ لوگ اپنی پیشین گوئیوں پر مبنی واقعات کے رونما ہونے کی بہت جلد ایک نئی ترتیب تشکیل دے لیتے ہیں۔ بہت جلد شیاطین ان کو ایک نئی پٹی پڑھانے لگتے ہیں اور یہ ایک نئی سراب کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ عالم انسانیت کیلئے بہر حال یہ ایک مستقل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

اس یقین کے باوجود کہ ان لوگوں کا عقل و دانش سے دور نزدیک کا بھی کوئی رشتہ نہیں......

اس یقین کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے عقلمندوں کو ان کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ ان کے پھیلائے ہوئے اوہام اور فرسودہ خیالات کی عقائدی بنیاد کو ختم کر کے رکھ دینا بہر حال لازم ہے۔ اہل کتاب کو اگر اس بات کی ہمت نہیں یا ان میں اس فرض کے ادا کرنے کی اہلیت نہیں تو ہمارے لئے یہ بہر حال جائز نہیں کہ اس فرض کے ادا کرنے میں ہم کوئی بے ہمتی دکھائیں یا کسی نااہلی کا مظاہرہ کریں، خصوصاً جبکہ ہمارے پاس وہ وحی ہے جو ہر طرح سے محفوظ اور ہر آلائش سے پاک ہے اور ہم اس حق کے امین ہیں جو واضح اور جلی ہے اور جس میں اتنی قوت ہے کہ اگر ہم اس کو دنیا کے سامنے لے آئیں تو ضرور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں پر اس کی ہیبت بٹھا دے گا۔

یہ وہ بات ہے جس کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کو یہ ثابت کر کے دینا کہ موجودہ دولت اسرائیل کا مسیح علیہ السلام سے دور نزدیک کا کوئی بھی تعلق نہیں اور یہ کہ دوسرا میلنیم بھی کسی ایسے نئے

واقعے کے بغیر یونہی گزر جائے گا جس طرح اس سے پہلے کی ان گنت صدیاں گزر گئیں ....دنیا کو یہ ثابت کر کے دینا ان لوگوں کے اس شر کا راستہ مسدود کرنا ہے جو اکیلے مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کیلئے ایک بھیانک خطرہ ہے۔

اس مقالے کے لکھنے کا ایک سبب دراصل یہی ہے۔اس کا دوسرا سبب خاص مسلمانوں سے متعلق ہے اور اس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔

ان لوگوں کا کوئی ہم مذہب اگر ہماری اس بات کا یقین کرنے کیلئے تیار نہیں جو ہم نے ان کی پیشین گوئیوں پر مبنی شیطانی افواہوں کے پھیلانے کی بابت یہاں ذکر کی ہے ....تو ہماری اس سے صرف اتنی درخواست ہوگی کہ وہ انجیل متی کے ۲۳ ویں اور ۲۴ ویں باب کا ذرا از سرِ نو مطالعہ کر لے، خصوصاً ان ابواب میں ان نصوص کا مطالعہ کرے جن میں دانیال کی پیش گوئی کا ذکر ہے اور ان نصوص کو خاص توجہ سے پڑھے جن میں مسیح نے جھوٹے مسیحوں اور افواہوں کو عام کرنے والوں سے خبردار کیا ہے ۔(انجیل متی میں دانیال نبی سے منسوب بشارتوں میں مذکور ہے کہ یروشلم میں برپا ہونے والی منحوس تباہی کے زمانے میں یروشلم میں بہ کثرت افواہوں کا چلن ہوگا) ہماری اس بات پر شک کرنے والا ان کا کوئی بھی ہم مذہب انجیل کی یہ نصوص پڑھے اور پھر اپنے آپ ہی سے پوچھے کہ آخر یہ کون لوگ ہیں جن کی (بابت دانیال نبی نے) پیشین گوئی کی ہے اور پھر وہ یہ بھی سوچے کہ افواہ ساز لوگوں کے متعلق خود اس کا موقف کیا ہونا چاہئے !؟

انجیل کی ان نصوص کو پڑھ کر اگر وہ حقیقت پالے ــــــ اور جس کی کہ ہم امید کرتے ہیں ــــــ تو بہتر، ورنہ اس کتاب میں ہمارے ساتھ ذرا اور آگے چلے جہاں ہم ان حقائق کو مزید ابھی اور واضح کریں گے۔

نقشہ (1)

بنیاد پرست عیسائیوں کے نظریہ کی رو سے تاریخ کا دورانیہ

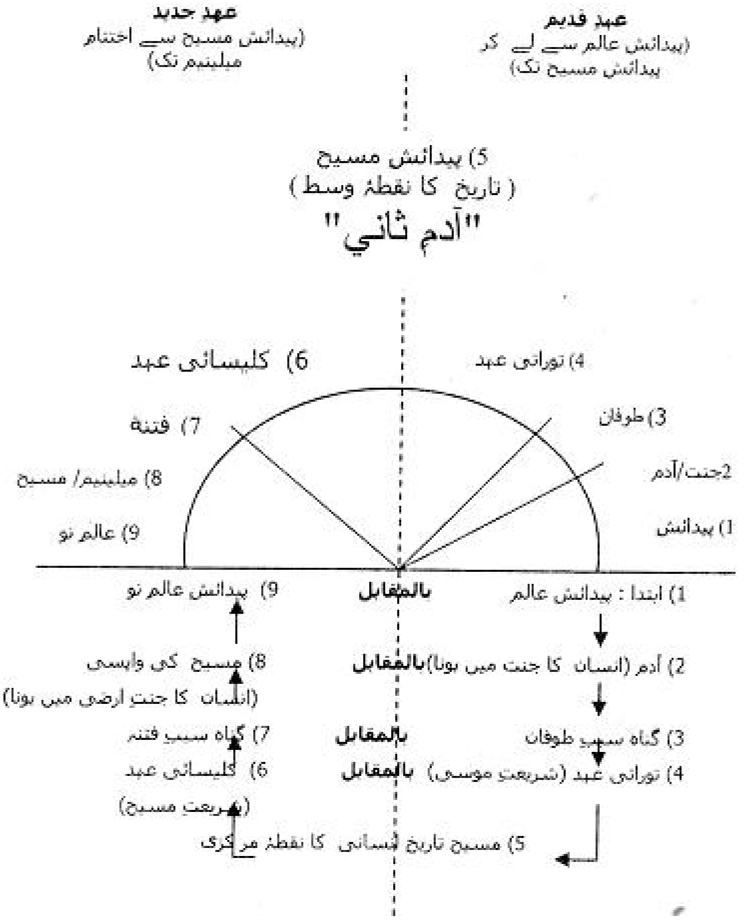

نقشہ (۲)

نصرانی نظریات بابت "میلینیم" و نزولِ مسیح[1]

أ)- **قدیم اربابِ کلیسا کا نظریہ** (نزولِ مسیح میلینم سے پہلے ہوگا):

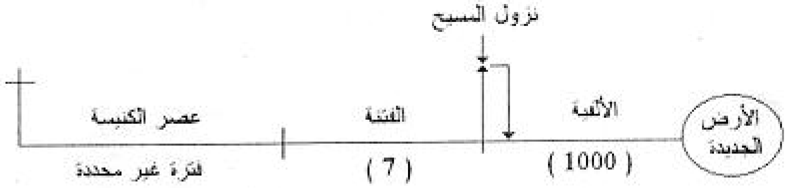

نزول المسيح سابق للعصر الألفي السعيد

1- رفع مسیح کے بعد کلیسائی عہد کا آغاز ہوتا ہے.
2- اس کے اختتام پر سات سال فتنہ کے ہوں گے
3- ان سات سالوں کے اختتام پر مسیح کا نزول ہوگا۔ کچھ سینٹ مسیح کے استقبال کیلئے آسمان پر جائیں گے پھر زمین پر اتر آئیں گے
4- جس کے بعد خوش بختی کا میلینیم شروع ہوگا جس کی قیادت مسیح کریں گے
5- دنیا ختم ہو جائے گی اور نئی زمین آئے گی (زمین کا بدلنا ان کے ہاں متعدد بار ہے، یہاں تک کہ زمانۂ آدم کی زمین وہ نہیں جو اس وقت ہے، وغیرہ).

ب)- **میلینیم کے عدم اعتبار کا نظریہ:**

یہ سینٹ اوگسٹائن کا نظریہ ہے اسی پر کیتھولک اور پرٹسٹنٹ کے بڑے بڑے چرچ پائے جاتے ہیں:

---

[1]) DAVID REGAN : THE MASTER PLAN : HARVEST HOUSE ,EUGENE , or PP 154-157.

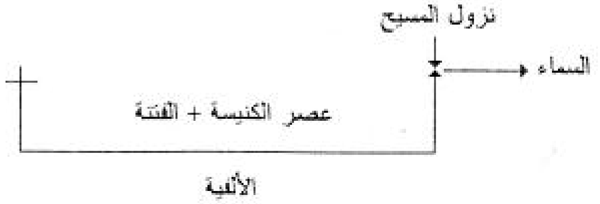

1- کلیسائی عہد: اس نظریہ کی رو سے عہد کلیسا ہزار سال ہے اور فتنہ کے سال بھی اسی میں شامل ہیں، یعنی جس کے دل میں مسیح ہوگا وہ ملینیم میں ہے، اور جس کا مسیح پر ایمان نہیں وہ فتنہ میں ہے۔ ان کے نزدیک پیشین گوئیاں سب کی سب رموز ہیں۔ حتی کہ میلینیم کا بھی ان کے نزدیک کوئی خاص معنی نہیں۔

2- مسیح نازل ہوگا اور پھر سینٹوں کو آسمان پر لے جائے اور پھر سب کے سب وہ آسمان میں رہیں گے۔

ج)- نظریہ ما بعد میلینیم:

ایک پرٹسٹنٹ نظریہ جو ترقی پسندی کی بنیاد پر اور کیتھولک کے برخلاف قائم کیا گیا۔ اسے پہلی جنگِ عظیم کے چھڑنے تک پزیرائی حاصل رہی مگر اس کے بعد یہ وقعت کھو گیا۔

1- عہدِ کلیسا = کلیسا کے پزیرائی پاتے رہنے کا زمانہ

2- سنہری دور = جب کلیسا سب اقوام کا مذہب بن جائے گا

3- نزولِ مسیح اور سینٹس کا آسمان پر جانا

د) بیسویں صدی کے عیسائی بنیاد پرستوں کا نظریہ:

جوکہ پہلے نظریہ میں ایک ترمیم کر کے قائم کیا، اس بدعت کا سہرا کلیسا کی بعض انگریز شخصیات کے سر ہے:

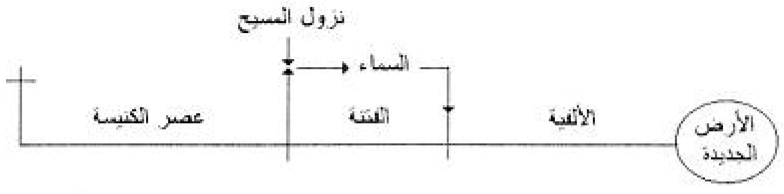

المجئ الثاني للمسيح يسبق العصر الألفي السعيد

1- کلیسائی عہد

2- پھر مسیح کا نزول ہونا اور سینٹس کا ان کے ساتھ آسمان جانا اور فتنہ کا عرصہ وہیں پر رہنا

3- فتنہ مسلمانوں اور یہودیوں پر واقع ہوگا، جبکہ وہ لوگ اس دوران آسمان میں رہیں گے

4- تب مسیح اور سب سینٹس اتر آئیں گے اور خوش بختی کا میلینیم شروع ہوگا۔

5- آخر میں زمین تبدیل ہو کر ایک اور زمین بن رہے گی۔

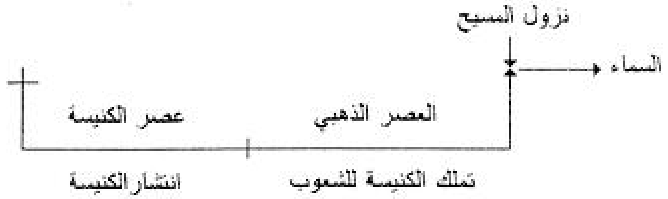

المجئ الثاني للمسيح بعد العصر الألفي السعيد

فصل چہارم

کیا کوئی تبدیلی آئی ہے؟

مسجد اقصیٰ کے بھرے صحن میں مسلمانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کے ساتھ ہی صہیونی فوجیوں نے اپنے امن منصوبے کو آپ ہی موت کی نیند سلا دیا۔ یہ امن منصوبے سے دراصل ان کا ایک اظہار شفقت تھا، ایک ایسے حمل کا اسقاط تھا جس کے وضع کروانے کی برسوں کوشش کی گئی مگر اسقاط ہی بالآخر اس کا ایک طبعی اور منطقی حل قرار پایا! جس وقت اسرائیلی ہیلی کاپٹر عرفات کے سیکرٹریٹ پر بمباری کر رہے تھے تو دراصل یہ اوسلو سمجھوتوں کو خاک میں ملا دینے کی ہی ایک باقاعدہ کارروائی تھی !!

یہودیوں نے اپنے ہی کئے دھرے پر خود ہی پانی پھیر کر رکھ دیا! اپنی ہی محنت سے اگائی ہوئی فصل نذرِ آتش کر ڈالی! آخر ہوا کیا!؟ کونسی تبدیلی آئی ہے؟ یہ جاننے کیلئے یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ آخر وہ کونسے اسباب تھے جو اس امر کیلئے وجہ جواز بنے کہ میڈریڈ اور اوسلو میں، امن کانفرنسوں کا یہ سارا ڈول ڈالا جائے اور امریکہ کو بھی صہیونی امن منصوبوں کو کامیاب کروانے کیلئے یہ سارے پاپڑ بیلنے پڑیں اور مشرقِ وسطیٰ میں ان امن منصوبوں کیلئے سب کو راضی کرنے کیلئے مفت کا یہ دردِ سر لینا پڑے؟

میڈریڈ کی منحوس امن کانفرنس کے بعد ہم نے اُس وقت (آج سے دس برس پہلے) جو کچھ لکھا تھا اس کا کچھ حصہ پہلے یہاں لفظ بلفظ نقل کر دیا جانا مضمون کے سمجھنے میں مد ثابت ہوگا:

> وہ چیز جسے امن پروگرام کہا جاتا ہے کچھ اس وجہ سے معرضِ وجود میں نہیں آئی کہ بین الاقوامی حالات تبدیل ہوئے ہیں، یا یہ کہ سرد جنگ کے دور کا خاتمہ ہوگیا ہے یا یہ مشرق اور مغرب کے بلاکوں میں نئی عالمی قربت اور صلح جوئی کا

تقاضا ہے ___ جیسا کہ مغربی ذرائع ابلاغ اور ان کی اندھی تقلید کرنے والا ہمارا مقامی میڈیا یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے ___ یہ سب تبدیلیاں تو دراصل ایک اساسی تبدیلی کی محض ظاہری علامات (سیمپٹمز) ہیں ....اور یہ ہے وہ صہیونی منصوبہ جس کا مقصد اب ایک اور انداز سے پوری دنیا اور خصوصاً اسلامی خطے پر اپنی برتری کو مستحکم کرنا ہے....

سادہ سی بات ہے کہ پہلے سے چلنے والے اس منصوبے میں ایک ترمیم کرنا پڑ گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ وسیع تر اسرائیلی ریاست کے قیام کا خیال فی الحال چھوڑ دیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ....اس خیال کو جانے دینے کے کچھ بہت ہی بنیادی اور اندرونی قسم کے اسباب ہیں۔ جن میں اہم ترین سبب یہ ہے کہ اپنے قیام کو چالیس سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود، یہ یہودی ریاست اپنے آپ کو ہنوز ایک ایسی حالت میں گھرا ہوا پاتی ہے، جسے ایک مجموعہ اضداد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ اسرائیلی ریاست ابھی تک مشرق وسطی میں ایک غیر طبعی اور نامانوس قسم کی مخلوق کا درجہ رکھتی ہے اور اس کے چاروں طرف تاحد نظر دشمنی اور عداوت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جس کی موجوں میں روز بروز تلاطم برپا ہو رہا ہے!

اور جہاں تک داخلی امن کا معاملہ ہے تو اس میں بھی اسرائیلی ریاست ناکام ہی ثابت ہوئی ہے۔ داخلی امن کی سطح پر ابھی یہ اس حد تک بھی کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکی کہ فلسطین کی جو اراضی یہ کئی عشرے پہلے نگل چکی، اور نہیں تو کم از کم وہیں پر امن قائم کر کے سکھ کا سانس لے سکے۔ پھر مزید خطوں کو نگلنے کا سوچے تو کیسے؟ !اور تو اور ایک لبنان ہی کی مثال کو سامنے رکھیں، لبنان نہ صرف اسرائیل کا کم زور ترین پڑوسی ہے بلکہ لبنان اسرائیل سے دشمنی مول لینے میں حد درجے

محتاط بھی واقع ہوا ہے ...ایک یہ لبنان ہی اس کے لئے لوہے کا گرم چنا ثابت ہوا ہے اوراس نے ابھی تک اس کے ناک میں دم کئے رکھا ہے۔ لبنان کے کچھ علاقوں پر جارحیت کا شوق ہی اسرائیل کو بہت مہنگا پڑا اور یہ معاملہ عالمی دھونس اور دھاندلی کے باوجود دقابو میں آنے کی بجائے خرابی میں کچھ اور ہی بڑھا بلکہ خراب سے خراب تر ہوا اور پھر جنوبی لبنان سے آخرکار اسرائیلی فوجی دستوں کو دم دبا کر بھاگ لینا ہی پڑا اور اب انتفاضہ رجب بھی لبنان کی سمت سے ہی اسرائیل کے لیے مصیبت بنی ہوئی ہے۔

خود یہودی آبادکاری کا مسئلہ ہی اس قدر گہرا اور پیچیدہ اور دور رس مضمرات کا حامل ثابت ہوا ہے کہ اس کوحل کر لینا اس صہیونی ریاست کے بس سے باہر ہورہا ہے۔ یہاں آکر بسنے کیلئے جتنے بھی سبز باغ دکھائے گئے، اس ضمن میں جتنی بھی کوششیں اور سرمایہ صرف ہوا، اس سب کے باوجود بہت سے یہودی ان وعدوں کے جال میں نہیں آئے۔ ان کو جتنے بھی لالچ دیئے گئے وہ اس بات کیلئے پھر بھی تیار نہیں کہ وہ ایسی جگہ ہجرت کرآئیں جو سماجی الجھنوں اور معاشرتی ناچاقیوں سے بھری پڑی ہے۔ بدامنی کا خوف الگ ہے۔ طبقاتی کشمکش کسی لعنت سے کم نہیں۔ سیاسی کھینچا تانی، پارٹی بازی اور باہمی تعصب زوروں پر ہے....

یوں بھی، جہاں طرح طرح کے ناگ اکٹھے ہونگے وہاں انہیں یک دوسرے کے ڈنگ تو کھانے ہی پڑیں گے ....اور وہ پتھر الگ سہنے پڑیں گے جو ان ناگوں کا سر کچلنے کیلئے مسلم نونہالوں سے روز اب ان کو پڑنے لگے ہیں۔ پھر بات پتھروں تک رہے تب بھی ہے مگر نوبت گولیوں تک جا پہنچے تو پھر....؟!

یہودی ریاست کو تو اسی بات کے لالے پڑ گئے ہیں کہ یہودیوں کی اسرائیل سے دوسرے ملکوں کو ہونے والی واپس نقل مکانی کا گراف اب روز بروز

اوپر جانے لگا ہے۔ حکومت یہاں یہودیوں کی نسل بڑھانے کیلئے یہودیوں کو بے پناہ ترغیبات اور سہولیات فراہم کرتی ہے مگر یہودی باشندے ان اسکیموں کو کامیاب کروانے میں کوئی خاص متعاون نہیں دوسری جانب سروے ظاہر کرتے ہیں کہ فلسطینیوں کی آبادی میں روز بروز حیران کن اضافہ ہورہا ہے۔ ان کا روزانہ ایک بچہ شہید ہوتا ہے تو اس کی جگہ سینکڑوں پیدا ہوتے ہیں!

اسرائیل کا تحریک مزاحمت کو کچلنے کا تجربہ اس قدر ناکام ہوا ہے کہ اس پر بحث کرنے تک کی گنجائش نہیں۔ فلسطینیوں کو اسرائیل اب تک کوئی گزند پہنچا سکا ہے تو وہ بھی اپنے زیرِ قبضہ علاقوں میں نہیں بلکہ فلسطینیوں کو نقصان پہنچانے کا یہ کام اسرائیل کے ان نام نہاد مسلمان ایجنٹوں کے ہاتھوں ہی ہوا جو لبنان، اردن، شام اور کویت وغیرہ میں حکومتی سطح پر فلسطینیوں کی بیخ کنی کے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں....

ایسے میں پھر کیوں نہ اسرائیل خطے میں ان سب ملت فروش حکمرانوں سے ہاتھ ملالے اور اس طرح ایک دوسرے منصوبے کی راہ پر گامزن ہو جس کی رو سے اسرائیل توراتی سرزمین کی وسیع تر حدود سے دستبردار ہو کر توراتی سرزمین کی ایک تنگ سی پٹی پر ہی قناعت کرلے!؟ اس میں تعجب کی بھی کیا بات، یہود کے ہاں بـــداء کا عقیدہ تو پہلے ہی پایا جاتا ہے جس کی رو سے خدا کو بھی ـــــ معاذ اللہ ـــــ اپنی غلطی کا اندازہ ایک وقت کے بعد ہوسکتا ہے اور جس کی رو سے یہودی احبار (علماء) رب کی غلطیوں کی تصحیح گاہے بگاہے کرتے رہتے ہیں !!!

پھر اسرائیل کو ایک اور مشکل بھی درپیش ہے۔ مغربی معاشروں میں بسنے والے ایک عام انسان کو اپنی جانب سے مطمئن کیے رکھنا بھی اسرائیل کیلئے اتنا آسان نہیں۔ مغرب کے ایک عام انسان کے ذہن میں ڈیموکریسی اور حقوق

انسانی کے نعروں کو اس قدر گہرا اتارا گیا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہیں کہ اسرائیل پورے فلسطین کو غیر معینہ مدت تک ایک بڑی جیل اور ایک فوجی بیرک بنائے رکھے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ عربوں کا بائیکاٹ بھی، چاہے وہ کتنا ہی ظاہری اور سطحی اور غیر موثر ہو، خطے میں موجود اقوام کے ہاں بہرحال ایک بڑی نفسیاتی رکاوٹ کا درجہ رکھتا ہے۔ اس بنا پر بھی کسی ایسے جوڑ توڑ کی ضرورت ہے جس میں یہود کی بظاہر پسپائی ہو اور وہ فلسطینیوں کو محدود طور پر سہی حق خود انتظامی عطا کرنے پر مجبور ہوں . . . . تاکہ اسٹریٹجی کے اعتبار سے ایک بڑے ہدف تک رسائی ممکن ہو....

یہ بڑا ہدف یہ ہے کہ اسرائیل جغرافیائی توسیع پسندی کا خیال چھوڑ کر خطے میں اب سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی میدان میں دور رس کامیابیاں حاصل کرنے کی حکمت عملی اختیار کرے۔ یہ وہ چیز ہے جو ایک سے زیادہ دانشوروں اور سرکاری حکام کی زبان پر آ چکی ہے اور تجزیہ نگار اسے مشرق وسطی میں ایک ریاستہائے متحدہ (یونائیٹڈ اسٹیٹس آف مڈل ایسٹ) کا نام دیتے ہیں!!

یوں اس منصوبے کی رو سے یہ طے پایا کہ ثقافتی، سماجی اور اقتصادی رکاوٹوں کو درمیان سے ہٹا کر اور سیاسی راہوں (پولیٹیکل چینلز) کو چوپٹ کھول کر ایک ایسی صورتحال معرض وجود میں لائی جائے جس میں اسرائیل کے یہود کو مشرق وسطی میں عین وہی حیثیت حاصل ہو جو نیویارک کے یہود کو امریکہ کے طول وعرض میں حاصل ہے۔ مسلمانوں کی تمام تر دولت اور ان کے سب کے سب قدرتی وسائل یہودیوں کی براہ راست دسترس میں آ جائیں۔ مسلمانوں کی یونیورسٹیاں اور تعلیمی وثقافتی ادارے ان کے افکار ونظریات کی آماجگاہ بن جائیں۔

مسلمانوں کے شہر اور بستیاں ان کی تجارتی منڈیاں بنیں اور مسلمان شہری ان کی مصنوعات کے صارفین۔ یہاں جگہ جگہ انہی کے بنک ہوں اور انہی کے صنعتی اور بڑے بڑے سرمایہ کاری منصوبے۔ عام صحت مند مسلمانوں کی کوئی اہمیت ہو تو اس حد تک کہ وہ سود خور یہودی مہاجنوں اور ساہوکاروں کیلئے سستے ترین اور محنتی قسم کے مزدور ہوں![1]

یہ ہے اس نام نہاد امن پروگرام کا اصل ہدف اور اصل غرض وغایت۔ اس کی وہ جتنی بھی ملمع کاری کریں مگر اس کی اصل حقیقت یہی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ یہودی منصوبوں میں یہ تبدیلی کوئی آناً فاناً نہیں آ گئی۔ یہ محض فکری اور میدانی تحقیق (intellectual and field studies) کا نتیجہ بھی نہیں ____ جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے ____ اس کے اسباب اور اس کی جڑیں دراصل اس سے کہیں زیادہ گہری ہیں۔ اس کا اصل سبب درحقیقت وہ چیز ہے جو یہودی ذہنیت کی گھٹی میں پڑی ہے اور یہ یہودی فطرت کا اصل پرتو ہے۔ ماضی وحال میں یہ یہودی تاریخ کی سب سے واضح اور دور سے نظر آنے والی حقیقت رہی ہے...

مراد یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک مستقل بالذات ہستی کا قائم ہو جانا، ان کی ایک اپنی الگ تھلگ سا کھ بن جانا اور جس طرح دنیا کی دوسری اقوام سیاسی اور سماجی طور پر مکمل خود انحصاری سے کام لے کر اپنا ایک الگ تھلگ وجود رکھتی ہیں، دنیا

---

(۱) ہمارے برصغیر میں بھی ہندوؤں اور مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں اور یہودی ساہوکار بنکوں کا کچھ ایسا ہی منصوبہ ہے اور ہمارے بہت سے سیاستدان، دانشور، صحافی، ادیب، شاعر اور سماجی خدمتگار اس مقصد کیلئے سرگرم عمل ہیں۔ اس پر بات کی جاتی رہنا بھی از حد ضروری ہے (مترجم)

کی اور قوموں کی طرح یہود کا بھی خود انحصاری کے ساتھ آپ اپنا وجود رکھنا اور اپنے اس وجود کو دنیا سے منوانا...... یہ دراصل یہودیوں کی اس دائمی ذہنیت اور نفسیات بلکہ یہودیوں کی پوری تاریخ کے ساتھ ایک واضح تصادم رکھتا ہے، وہ سب سے بڑی غلطی جو یہودی قومی ریاست کے قیام اور ارضِ میعاد کو واپسی کے خواب دکھانے والے بابل کی اسیری سے لے کر یورپی قہر و ذلت تک کرتے آئے ہیں اور جس کی بنیاد پہ ہرزل (صیہونی تحریک کا بانی) فش مین اور وائز مین عشروں تک عملی منصوبہ بندی کرتے رہے...... ان کی وہ سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ یہ اپنی آرزوؤں کے جذباتی تعاقب میں اپنی تاریخ کی اس سب سے بڑی حقیقت کو بھلا بیٹھے یا پھر جذبات نے انہیں یہ حقیقت بھلا دی...... کہ یہودی دوسری قوموں کی طرح مستقل بالذات ہو کر آپ اپنا اجتماعی وجود کبھی رکھ ہی نہیں سکتے۔ پھر جب وہ وقت آیا کہ ان کے وہ صدیوں پرانے خواب پورے ہوں اور دوسری قوموں کی طرح ان کی اپنی ایک ہستی وجود میں آئے تب یہ تاریخی حقیقت امیدوں اور آرزوؤں کے ملبے تلے سے باہر آ گئی اور نصف النہار کی طرح پوری دنیا کو نظر آنے لگی!

کم از کم یہودیوں اور جدید صہیونی تحریک سے واقف دانشوروں سے یہ بات اوجھل نہیں کہ یہودیوں کی ایک معتد بہ تعداد اور یہودیوں کی بعض مذہبی اور فکری قیادتیں ایک الگ تھلگ یہودی ریاست کے قیام کو شدت سے مسترد کرتی رہی ہیں۔ یہی جماعتیں ہی دراصل ان توراتی پیشین گوئیوں کی صحیح عکاس ہیں۔ یہ یہودی جماعتیں صاف کہتی ہیں کہ یہودی ریاست کا قیام یہودیوں کی ہلاکت اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اس پر وہ اپنے مذہبی صحیفوں اور اپنے تاریخی واقعات سے متعدد دلائل بھی پیش کرتی ہیں۔

اسرائیلی ریاست کے قیام نے یہود کو اب ایک ایسے پیچیدہ بحران میں پھنسا دیا ہے جہاں ایک طرف تلمود میں پڑھے جانے والے وہ خواب اور آرزوئیں ہیں جن سے یہودی نسل پرستی اور موروثی فضیلت کے سبق پڑھ پڑھ کر اب یہ ایسے ایسے توسیع پسندانہ عزائم رکھنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ جن کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ دوسری طرف ان حوصلوں اور آرزوؤں کا منہ چڑانے کیلئے وہ بیمار یہودی ذہنیت ہے جس کی وجہ سے یہودی آج تک کبھی مستقل بالذات ہو کر اور خود اپنے برتے پر کسی مسئلے میں آگے لگنے کیلئے تیار نہیں ہوتے، چاہے وہ ان کا اپنا ہی مسئلہ کیوں نہ ہو؟ پھر کیا یک کیسے ہوسکتا تھا کہ یہ یہودی کچھ نمایاں ترین عالمی مسائل میں اور پوری دنیا کے سینار یو پر اپنی مستقل بالذات حیثیت میں آگے آنے پر تیار ہو جائیں !!! اپنا بوجھ آپ اٹھانے کے ڈر سے تو آج تک یہ مسیح موعود کے منتظر رہے ہیں کہ مسیح آئے تو یہ کچھ کریں، یہ خود اتنی ہمت کبھی نہ کریں گے!!!

اپنی طویل ترین تاریخ کے کسی دور میں بھی یہودی کبھی کسی مسئلے میں اپنی مستقل بالذات حیثیت میں آگے نہیں آئے، چاہے وہ انکا اپنا ہی مسئلہ کیوں نہ ہو۔ اس قاعدے میں اگر کبھی کسی استثناء کا امکان تھا تو وہ صرف اور صرف موجودہ دور ہی میں ہوسکتا تھا مگر دیکھ لیجئے وہ بھی نہ ہوا !!!

یہودی ہمیشہ دنیا میں ایک آکاش بیل کی طرح زندہ رہے۔ آکاش بیل ہمیشہ کسی اور تنومند درخت کا سہارا چاہتی ہے۔ یا پھر یوں کہئے کہ تاریخ کے ہر دور میں یہ ہمیشہ پیٹ کے کیڑوں کی طرح پلے ہیں جو صرف اور صرف کسی اور کی کھائی ہوئی خوراک پر ہی زندہ رہ سکتے ہیں۔ آپ (سیرت کی کتب میں مذکور) واقعہ بنو قینقاع سے شروع ہو جائیں جس میں ان کے ظاہری باقاعدہ ترجمان مدینہ منورہ کے وہ منافقین تھے جو بہ ظاہر کلمہ پڑھتے تھے، پھر جنگ احزاب کے سازشی

کرداروں تک آ جائیں جس میں سامنے آ کر مسلمانوں سے جنگ کرنے والی فوج قریش تھے یا پھر قریش کے عرب حلیف۔ تب بھی بنو قریظہ اور دیگر قبائل کو کھل کر سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی .... پھر تاریخ کے اور واقعات سے گزرتے ہوئے آپ امریکی انتظامیہ تک آ جائیں .... آپ دیکھیں گے کہ اقتصاد، ابلاغی ہتھکنڈوں اور سیاسی جوڑ توڑ کے کھلاڑی اگرچہ یہاں بھی یہودی ہیں مگر ان کا کیس لے کر چلنے کیلئے نکسن، کارٹر، ریگن اور بش جیسے لوگ ہی استعمال ہوتے ہیں جو کہ سب کے سب عیسائی ہیں!!

یہ پیٹ کے کیڑوں کی طرح ہی آج تک یورپ کی آنتوں میں پلے ہیں۔ یہ آکاش بیل ہمیشہ صلیبی بغض وکینہ کے درخت کا ہی سہارا تکتی رہی ہے۔ اور جیسے قرآن میں آتا ہے: الا بحبل من الله وحبل من الناس کہ کبھی ان کو اللہ کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو کبھی انسانوں کے ذمہ میں بالکل اس کے مصداق یہ اسلام کے خلاف پائے جانے والے صلیبی بغض وعداوت کی اوٹ میں یونہی پناہ پاتے رہے ہیں۔ پھر جب لگ بھگ دو ہزار سال کے بعد جا کر اب ان کی ایک ریاست اور حکومت وجود میں آئی تو اللہ کی وہ سنت بھی روبہ عمل ہوتی نظر آئی: تحسبهم جميعاً و قلوبهم شتّى "تم ان کو اکٹھا سمجھتے ہو، مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں"۔

یہودیوں کے سب سہانے خواب اپنی جگہ، مگر حقیقت یہ ہے کہ آج کی اسرائیلی ریاست تضادات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس میں آپس کی اندرونی رسہ کشی زوروں پر ہے۔ آپ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے یہ ریاست آج بھی لاچار ہے۔ یہ آج بھی پوری دنیا سے خیرات حاصل کرتی ہے۔ پوری دنیا کے یہودی اور غیر یہودی ساہوکاروں کو نچوڑ نچوڑ کر عطیات لیتی ہے۔ پھر دنیا کا کوئی عالمی فورم ہو

وہاں یہ امریکی مندوب اور یورپی نمائندوں کی نظر کرم کی محتاج ہوتی ہے۔اس کی ساری بہادری امریکہ کے بل بوتے پر ہوتی ہے۔اس کی بہادری کا حال اس سے کچھ بہت مختلف نہیں جو کہانیوں (۱) میں ہم ایک ایسی لومڑی کے بارے میں سنتے آئے ہیں جو شیر کے چھوڑے ہوئے چیتھڑوں پر پلتی ہے!!

یہودی ہمیشہ پس پردہ رہ کر پتلیاں نچاتے ہیں۔اگر یہ سامنے اسٹیج پر آ جائیں تو ان کا سارا ننگ واضح ہو جائے اور ان کا جادو پھر کبھی نہ چلنے پائے۔ ان کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ یہ کسی بھی امریکی صدر کے کاندھے پر سوار ہو جائیں۔اگر وہ ان کے ساتھ سیدھا نہ چلے تو پھر اسے اتار دیں۔مگر ان میں اتنی ہمت نہیں یا پھر یہ اس خیال کو ترجیح نہیں دیتے کہ امریکہ میں یہ اپنا ایک یہودی صدر بنوالیں جو سیدھا سیدھا اور واضح طور پر یہودی صدر کے روپ میں سامنے آئے۔(صرف ایک بار سن دو ہزار میں انہوں نے ایک یہودی کو نائب صدر کے عہدے کیلئے نامزد کیا)

ایک اور چیز نے بھی اسرائیل کے یہودیوں کی راتوں کی نیند حرام کر رکھی ہے۔زمین کے جس خطے کے بارے میں تورات ان کو مژدہ سناتی ہے کہ وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہوں گی یہودیوں کی اندھی اور لامحدود ہوس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ فلسطین کے اسی مقبوضہ خطے کے محدود وسائل پر قانع رہے اور اردگرد کے اس

---

(۱) کہانیوں کی دنیا میں بیان کیا جاتا ہے کہ لومڑی نے ایک بار شیخی بگھاری کہ جنگل کے سب جانور اس سے بھی ویسے ہی ڈرتے ہیں جیسا کہ شیر سے۔شیر نے کہا کہ لومڑی جھوٹی ہے۔تب لومڑی شیر سے کہنے لگی، :اگر میری بات پر یقین نہیں تو میرے ساتھ آ کر خود دیکھو کس طرح جانور مجھ سے ڈر ڈر کر بھاگتے ہیں۔یہ سن کر شیر لومڑی کے ساتھ ہولیا۔اب جہاں سے دونوں کا گزر ہوتا جانوروں کو شیر سے ہیبت زدہ ہوکر تو بھاگنا ہی تھا۔ادھر لومڑی شیر سے کہتی جاتی :اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا!!

وسیع تر خطے سے صرف نظر کیے رہے جو تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔اس یہودی حرص اور ہوس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ اپنے اس مذہبی فرض کے احترام میں کہ انہیں ہر حال میں نیل سے فرات تک کی سرزمین پر ایک فوجی قبضہ ہی کرنا اور اس پر بس ایک یہودی ریاست کا قیام ہی عمل میں لانا ہے.... یہودی حرص اور ہوس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ محض اپنے اس مذہبی فریضہ کے احترام میں یہ خطے کے اندر تیل کے بہتے چشموں کی دولت سے زہد و بے رغبتی برت رکھے .... کہ جب تک نازیوں کی طرح یہ اپنے زور بازو سے اس خطے پر خود قبضہ کرنے کا مذہبی خواب پورا نہیں کر لیتے تب تک یہاں کی دولت پر فریفتہ ہونے سے پرہیز کیے رہیں۔جبکہ وہ یہ بھی جان چکے ہیں کہ دلی ہنوز کتنی دور ہے اور انگور کس قدر کھٹے ہیں۔فوجی قبضے کا تجربہ تو انہیں خود اس چھوٹی سی فلسطینی پٹی میں ہی بہت مہنگا پڑا ہے۔چنانچہ فلسطین کے اسی علاقے کو سنبھالنا ان کے بس میں نہیں اور اسے قابو رکھنے کیلئے وہ جارحیت کی آخری حد تک جانے پر تیار ہیں مگر مقامی باشندے ہیں کہ وہاں بھی ان کی ایک نہیں چلنے دیتے۔مزید خطوں پر قبضے کا خواب وہ کیسے دیکھیں اور اس خواب کے پورا ہونے کے انتظار میں وہ خطے کی دولت سے زہد کیونکر اختیار کیے رہیں!؟

اس خواب کا تو جتنا حصہ کسی نہ کسی طرح پورا ہو گیا وہی کافی ہے کہ انہیں اس خواب کو مزید عملی جامہ پہنانے کا خیال ترک کرنے پر مجبور کر دے۔یہ ان کا میدان نہیں،بس اب وہ اسی خواب کو پورا کرنے کی کوشش جاری رکھیں جس میں بلاشبہ یہودیوں نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے اور یہ ہے بنکاری،میڈیا اور جاسوسی کی دنیا کی بے تاج بادشاہی۔روتھ شیلڈ اور اس کی نظریاتی اولاد نے اس میدان میں واقعی کمال دکھایا ہے۔یہ میدان ضرور ایسا ہے جو یہودیوں کی طفیلی ذہنیت اور سازشی فطرت کے ساتھ گہرا میل رکھتا ہے۔ان کو اب یہی مناسب نظر

آتا ہے کہ سود، میڈیا اور جاسوسی کی دنیا پر ہی فرمانروائی رکھی جائے جبکہ اس پر فرمانروائی کیلئے اتنی زمین بھی کافی ہے جو اتنی ڈھیر ساری جنگیں لڑ کے فلسطین میں حاصل کر لی گئی۔ آ کاش نیل کو اتنی سی زمین بھی بہت ہے۔ ساری خوراک تو اسے پھر بھی بیرون سے ہی ملنی ہے۔ کیوں نہ بس اسی اراضی کو بنیاد بنا کر یہ فکری اور ثقافتی میدان میں اردگرد کی دنیا کی عقل وفکر اور اعصاب کو قبضے میں کریں اور تعلیمی نصابوں تک پر اثر انداز ہو کر اردگرد کے اس پورے خطے کو اپنی ثقافتی گرفت میں کر لیں جس کی دولت کو دیکھ دیکھ کر آج پوری دنیا کی رال ٹپک رہی ہے!!

کیوں اس بیش بہا قدرتی دولت اور ان بہتے خزانوں تک ان کی رسائی امریکیوں اور یورپیوں کی وساطت کی ہی مرہون منت رہے۔ کیوں نہ اس پر یہ قریبی ہمسایہ ہی سب سے زیادہ حق جتائے!؟

یہودیوں کی طمع اور لالچ انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ پڑوس میں بیٹھے خلیج کے کم زور خطوں کے اندر بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے سے یہ محض اس لئے اجتناب کریں کہ انہیں اخلاص کے ساتھ اپنے مذہبی تقاضوں پر عمل کرنا ہے !ان کی حرص وآز کو یہ منظور نہیں کہ نیل تا فرات کو بندوق کی نالی کے زور پر فتح کرنے کی راہ پر چل پڑنے کی یہ فاش غلطی ایک بار ان سے سرزد ہو گئی تو اب یہ اسے کرتے ہی چلے جائیں۔ جغرافیائی توسیع کو مزید جاری رکھنا ایک خطرناک ترین غلطی ہے۔ اس کے بھلے نتائج نکلنے کی جب دور دور تک کوئی ضمانت نہیں تو پھر ایک ایک دمڑی کا حساب رکھنے والی قوم اس غلطی کا ارتکاب کیوں کرتی چلی جائے۔ تلمود سنانے والے پروہت پیشین گوئیاں کریں نہ کریں، مسیح نکلے نہ نکلے، اپنی جان اور مال دونوں کا نقصان کراتے چلے جانا اور وہ بھی غیر معینہ عرصے تک .... کہاں کی تک ہے!!!

(تفصیل جاننے کے لیے ملاحظہ فرمائیں: شیخ سفر الحوالی کا رسالہ القدس بین الوعد الحق والوعد المفتری، ص ۹ تا ۱۳)

یہ اس تحریر کا ایک اقتباس ہے جو ہم نے آج سے دس سال پہلے قلمبند کی تھی۔ اب موجودہ حالات میں دیکھئے کیا کچھ تبدیل ہوا اور کیا کچھ اپنی جگہ باقی ہے:

اس گفتگو کا سلبی پہلو تو جوں کا توں باقی ہے جس کا ایک واضح سبب ہے اور وہ یہ کہ یہودی ذہنیت وہی یہودی ذہنیت ہے اور اس میں تبدیلی آ جانا ممکن نہیں، جنگ اور امن کی اسٹریٹجی خواہ لاکھ بدلتی رہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ صہیونی ریاست امن کے یہ بے پناہ فوائد اتنی آسانی سے ہار دے؟ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ جس امن کے قیام کیلئے اتنے سارے ملک دوڑ دھوپ کرتے رہے وہ امن ہی اس کے لئے باعث نقصان ہو؟

حقیقت تو یہ ہے کہ اس صہیونی ریاست کو اپنی زندگی کا اس وقت شدید ترین ضعف لاحق ہے حالانکہ کسی نے ابھی اس کے ساتھ جنگ تو کی تک نہیں حتی کہ اردگرد کی کوئی حکومت اس کے ساتھ جنگ کی نیت تک نہیں رکھتی! پھر اسے یہ اس قدر ضعف خوامخواہ کیوں لاحق ہے؟ لازمی بات ہے کہ اس ضعف کا سبب خود اس کی ذات میں ہے۔ ورنہ امن کانفرنسوں کی ایسی زبردست لوٹ، جس میں فلسطینیوں کو چند ٹکوں پر ٹرخا دیا گیا، ایسے بھاری بھرکم فوائد کے حامل منصوبے دنیا کے کسی اور قوم کو میسر ہوتے (چاہے وہ قوم یہود جتنی کائیاں نہ بھی ہوتی) اور یہ سب سمجھوتے کسی اور فریق کے ساتھ کئے گئے ہوتے تو کچھ یقینی نتائج تک ضرور پہنچا جا سکتا تھا۔ مگر یہودیوں کو ایک خاص طبیعت ملی ہے جو تمام انسانوں کی طبیعت سے مختلف ہے۔ مردانہ وار بات پر ڈٹ جانا اور جو کہنا اسے پورا کر دکھانا ان کے بس کی بات نہیں۔ ہیر پھیر پر بات سے پھر جانا اور ہر موقعہ پر راہِ فرار اختیار کرنا ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔

میڈرڈ اور اوسلو میں طے پانے والے سمجھوتے جن مفروضوں کی بنیاد پر کر لئے گئے وہ مفروضے اختصار کے ساتھ یہ ہیں:

ایک مفروضہ یہ تھا کہ قیامِ امن کے ہو جانے سے یہودیوں اور عربوں کے درمیان پائی

جانے والی نفسیاتی رکاوٹیں ختم کی جاسکیں گی۔اس مفروضے کے قائم کرنے میں واقعی کوئی بڑا جھول نہیں سوائے اس بات کے کہ اس سمجھوتے کا فریق ایک یہودی قوم ہے،جس کی نفسیات کی ساری بُنتی عقدوں اور پیچیدگیوں سے بُنی گئی ہے۔اب جو عقدے اور پیچیدگیاں صدیوں سے ایک قوم نسل در نسل پالتی آئی ہو وہ ایک 'امن سمجھوتے' سے کیونکر دور ہو جائیں !

ایک مفروضہ یہ تھا کہ امن ہر قوم کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔یہ بات بھی سچ ہے مگر ایک ایسی قوم کے حق میں سچ نہیں جو صدیوں سے محرومیاں پالتی آئی ہو اور جس نے آج تک سیکھا ہی صرف یہ ہو کہ محکوم ہو تو ذلت قبول کر کے رہے اور اقتدار ہاتھ میں آجائے تو اپنا تعصب اور صدیوں کا اپنا بغض وکینہ چھپائے بغیر نہ رہے !

مبادا کہ ہم پر نسل پرستی کا الزام آئے یا ہم پر بھی نسل پرست ہونے کا دعویٰ دائر کر دیا جائے جیسا کہ فرانس کی عدالت میں جارودی کے خلاف نسل پرستی کا مقدمہ واقعی کر بھی دیا گیا تھا......ہم اپنی اس بات پر ثبوت کیلئے کتاب اللہ سے کوئی آیت یا حتی کہ امیوں کی امت میں سے بھی کسی بشر کے قول سے کوئی حوالہ نہیں دیں گے۔اپنی اس بات پر دلیل ہم صرف تورات کے حوالوں سے دیں گے جس کی پیشین گوئیوں کو بنیاد بنا کر اس پوری صہیونی تحریک کی اٹھان اٹھائی گئی ہے۔اب جو کان رکھتے ہیں ذرا سنیں !!

☆☆☆☆☆☆

فصل پنجم

یہودی پھر یہودی ہیں !

یہودی پھر یہودی ہیں .... چاہے وہ یہودی ہوں جنہوں نے موسیٰ کی زندگی میں بچھڑا پوجا اور خود موسیٰ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کو بھی ویسا ہی کوئی معبود گھڑ دیں جیسے معبود دوسری قومیں اپنے لئے گھڑ لیتی رہی ہیں .... خواہ وہ یہودی ہوں جو خدا سے عہد کر کے ہر بار اسے توڑتے رہے اور جنہوں نے موسیٰ کو یہ تک کہہ دیا کہ ہمیں تم پر اعتبار نہیں جب تک خدا کو خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں .... خواہ یہ وہ یہودی ہوں جنہوں نے خدا کے اس برگزیدہ پیغمبر کو یہ جواب دیا تھا کہ تم جاؤ اور تمہارا خدا، دونوں جا کر لڑو، ہم تو کہیں نہیں جائیں گے .... خواہ یہ وہ یہودی ہوں جو خدا کے کلام میں تحریف کرتے رہے .... جو سود اور حرام کا مال کھاتے رہے .... جو گستاخ یہ کہنے سے نہ ٹلے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہیں .... جنہوں نے یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہ کیا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں .... خواہ یہ وہ یہودی ہوں جو نبیوں کو قتل کرتے رہے .... حق کو چھپاتے رہے .... نیکی کی تلقین اور برائی کو روکنے سے زبان تک بند رکھی .... خواہ یہ وہ یہودی ہوں جن پر داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے پھٹکار بھیجی گئی .... خواہ یہ وہ یہودی ہوں جن کی صورت مسخ کر کے ان کو بندر اور سوؤر بنا کر نشان عبرت بنا دیا گیا ....

یا پھر وہ وہ یہودی ہوں جو بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ اور خیبر کے یہودی کہلاتے ہیں جنہوں نے نبی آخر الزمان کے نور ہدایت کو نصف النہار کے وقت جھٹلا دیا .... جو خاتم المرسلین کے خلاف لات اور عزیٰ کے پجاریوں کے ساتھ مل کر سازشیں کرتے رہے .... جنہوں نے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مار دینے کی پہلے تدبیر سوچی اور پھر آخر میں اسے زہر دینے کی کوشش کر کے ہمیشہ کیلئے سیاہ بخت ہوئے .... جن کی سازشوں سے دنیا کبھی محفوظ رہی اور نہ تاریخ کبھی خاموش ہوئی ....

یا یہ آج کے دور کے یہودی ہوں .... یہ ہرزل Herzel (صہیونی تحریک کا بانی) ہو یا اس کا تخریب کار ٹولہ .... بیگن ہو یا اس کی آل اولاد .... یہ اس وقت کے سفاک اور سنگ دل لیڈر ہوں .... یا یہ وہ یہودی ہوں جو بھیڑیوں کے جسم پر بھیڑوں کی کھال پہن کر پھرتے ہیں ....

یا یہ وہ یہودی ہوں جو معصوم بچوں کی آنکھ کا نشانہ تاک کر بندوق چلاتے ہیں اور گولیاں بھی وہ استعمال کرتے ہیں جو جسم کے اندر جائیں تو پھر پھٹیں .... یا یہ وہ سورما ہوں جو ماؤں کی آنکھوں کے سامنے ان کے جگر گوشوں کو موت کی نیند سلا کر اپنی بہادری کی دھاک بٹھاتے ہیں ....

تب سے لے کر اب تک .... یہودیوں میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ تہذیب کا تمام تر ارتقا ان پر بے اثر ہی رہا۔ کوئی چیز اپنی جگہ سے نہیں ہٹی۔ پھر مکافات عمل رکے یا تبدیل ہو تو کیونکر!؟

پھر، یہ ہماری ہی بات نہیں، آیئے ذرا ان کی اپنی ہی تورات پڑھ لیجئے کہ اس میں خود انہی کے بارے میں کیا کچھ لکھا ہے۔ اسے ایک نظر پڑھیے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ ان کی تاریخ کا ماضی قدیم سے لے کر حال تک کون سا مرحلہ ایسا ہے جس پر تورات کی ان عبارتوں کا (جن کے اقتباسات ہم آگے بیان کریں گے) ہو بہو اطلاق نہیں ہوتا ....

آپ دیکھیں گے تورات کی یہ عبارتیں ہر دور کے یہودیوں پر فٹ ہوتی ہیں .... وہ بچھڑے کے پجاری ہوں .... وہ بنوقریظہ کے بدعہد ہوں .... وہ حالیہ اسرائیل کے سفاک وحشی ہوں .... ہر دور کے یہودیوں پر ان کا اطلاق ہوتا ہے .... یہی وجہ ہے کہ ان عبارتوں کو لفظ بلفظ نقل کرتے ہوئے ہمیں کسی وضاحت یا تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی !

آیئے ان کی تورات میں پڑھیے، ان کے لیڈروں کا کیا کردار ہے، قوم کی کیا ذہنیت ہے، کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کے کیا کرتوت ہیں، ان کے معاشرے کی خود ان کی اپنی ہی تورات میں کیا تصویر ملتی ہے، یہ دوسروں سے کیا برتاؤ کرتے ہیں، بلکہ سب سے پہلے تو خدا کے ساتھ ہی کیسے پیش آتے ہیں .... چاہے وہ ماضی میں یہودہ اور اسرائیل کی ریاستیں ہوں، بابل کی اسیری ہو، دنیا میں صدیوں تک دربدر پھرنے کا دور ہو، یا دورِ حاضر کا موجودہ اسرائیل ہو .... آپ محسوس کریں گے کہ

اِس قوم کی نفسیات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جو بات ان کے ایک دور پر صادق آتی ہے وہی بات ان کے ہر دور پر صادق آتی ہے۔

یہ جو کچھ آپ پڑھیں گے بس نمونے کی چند عبارتیں ہیں۔ تھوڑے کو بہت جانیے اور قطروں سے سمندر کا اندازہ خود کر لیجئے اور یہ سب کچھ بھی ابھی صرف تورات سے لیا گیا، تلمود کو تو ابھی ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ رہی تلمود تو خدا آپ کو نہ دکھائے تلمود کیا ہے!!؟

(۱) موسیٰؑ کی زبان سے :

> اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو ایک کتاب میں لکھ چکا اور وہ ختم ہو گئیں، تو موسیٰ نے لاویوں سے، جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرتے تھے، کہا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کر خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے پاس رکھ دو تا کہ وہ تیرے برخلاف گواہ رہے۔ کیونکہ میں تیری بغاوت اور گردن کشی کو جانتا ہوں۔ دیکھو ابھی تو میرے جیتے جی تم خدا سے بغاوت کرتے رہے ہو تو میرے مرنے کے بعد کتنا زیادہ نہ کرو گے؟
>
> (استثناء باب ۳۱ : آیت ۲۴ تا ۲۷)

(۲) داؤدؑ کی زبان سے :

اگر آپ موجودہ زبور کا نغمہ (۱۰۶) پڑھیں تو آپ کو اس میں اور سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں اور قدرت کی نشانیوں کا جو ذکر کیا ہے، اس میں کافی مماثلت نظر آئے گی۔ خدا نے ان پر نعمتوں کی بارش کی مگر یہ ہر بار اس سے آنکھیں پھیر لیتے رہے۔ ہر بار اپنا عہد توڑتے، غیر اللہ کی عبادت کا رخ کرتے اور اللہ کی نعمتوں اور احسانات کا کفران کرتے رہے۔ چنانچہ داؤد کی زبان پر ان کے لئے یہ وعید آئی :

> تب خدا نے قسم کھائی کہ وہ بیابان میں مر جائیں گے۔ خدا نے قسم

کھائی کہ انکی نسل کو دیگر لوگوں سے شکست یاب ہونے دے گا۔ خدا نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کی پشتوں [1] کو ملکوں میں تتر بتر کردے گا۔

(زبور : نغمہ۱۰۶، آیت ۲۶، ۲۷)

خدا نے ان لوگوں کو کئی بار بچایا۔ مگر انہوں نے خدا سے منہ موڑ لیا اور وہ ایسے کام کرنے لگے جو کچھ وہ کرنا چاہتے تھے۔ خدا کے لوگوں نے بہت برائیاں کیں۔

(زبور : نغمہ۱۰۶۔ آیت ۴۳)

(۳) کچھ ایسے ہی سخت انداز سے **نحمیاہ نبی** ان کو سرزنش کرتا ہے (دیکھئے نحمیاہ۔ باب ۹)

(۴) پھر **یسعیاہ نبی** تو بہت تفصیل سے ان کے کرتوت بتاتا ہے، مگر ہم اختصار کیلئے اس کے کچھ حصے ہی نقل کریں گے :

سن اے آسمان اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے لڑکوں کو پالا اور پوسا، پرانہوں نے مجھ سے سرکشی کی۔ بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا

---

(۱) یہاں 'ان کی پشتوں کو' کا لفظ اردو بائبل سے ہٹ کر لکھا گیا ہے۔ اُردو بائبل میں عبارت یوں ہے : خدا نے قسم اٹھائی کہ وہ ہمارے باپ دادا کو ملکوں میں تتر بتر کردے گا۔ مگر انگریزی بائبل اور عربی بائبل کی ان خط کشیدہ عبارتوں کو دیکھئے تو آپ تائید کریں گے کہ ترجمہ یہی بنتا ہے کہ خدا نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کی پشتوں کو ملکوں میں تتر بتر کردے گا۔

Therefore He raised up His hand in an oath against them to overthrow them in the wilderness, to overthrow **their descendents** among the nations.

انگریزی بائبل King James کا معروف نسخہ دیکھئے Psams:106:26,27 :

عربی بائبل :فرفع یدہ علیھم لیسقطھم فی البریہ ولیسقط **نسلھم** بین الامم ولیبددھم فی الاراضی (المزامیر۱۰۶ :۲۶، ۲۷) مترجم)

اپنے صاحب کی چرنی کو۔ لیکن بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے۔ آہ خطا کار گروہ۔ بدکرداری سے لدی ہوئی قوم۔ بدکرداروں کی نسل۔ مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا۔ اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہو گئے۔ تم کیوں زیادہ بغاوت کر کے اور مار کھاؤ گے۔ تمام سر بیمار ہے او ردل بالکل سست ہے۔ تلوے سے لے کر چاندی تک اس میں کہیں صحت نہیں۔ فقط زخم اور چوٹ اور سڑے ہوئے گھاؤ ہی ہیں جو نہ دبائے گئے نہ باندھے گئے نہ تیل سے نرم کئے گئے۔

یسعیاہ (باب ا۔ آیت ۲ ....۶)

اگر رب الافواج ہمارا تھوڑا سا بقیہ باقی نہ چھوڑتا تو ہم سدوم کی مثل اور عمورہ (قوم لوط کی بستیاں) کی مانند ہو جاتے۔

یسعیاہ (باب ا۔ آیت ۹)

اے سدوم کے حاکمو خداوند کا کلام سنو !اے عمورہ کے لوگو ہمارے خدا کی شریعت پر کان لگاؤ۔ خداوند فرماتا ہے: تمہارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام؟ میں مینڈھوں کی سوختنی قربانیوں سے اور فربہ بچھڑوں کی چربی سے بیزار ہوں اور بیلوں اور بھیڑوں اور بکروں کے خون میں میری خوشنودی نہیں۔ جب تم میرے حضور آ کر میرے دیدار کے طالب ہوتے ہو تو کون تم سے یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہوں کو روندو؟

آئندہ کو باطل ہدیے نہ لانا۔ بخور سے مجھے نفرت ہے، نئے چاند اور سبت اور عیدی جماعت سے بھی۔ کیونکہ مجھ میں بدکرداری کے ساتھ عید کی برداشت نہیں۔

میرے دل کو تمہارے نئے چاندوں اور تمہاری مقررہ عیدوں سے نفرت ہے۔ وہ مجھ پر بار ہیں۔ میں ان کی برداشت نہیں کر سکتا۔

جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں تم سے آنکھ پھیر لوں گا۔ ہاں جب تم دعا پر دعا کرو گے تو میں نہ سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ تو خون آلودہ ہیں۔

یسعیاہ (۱ :۱۰تا۱۵)

یروشلم والوں کیلئے یسعیاہ نبی کی یہ جھڑک بھی ذرا سنیے :

وفادار بستی کیسی بدکار ہوگئی ! وہ تو انصاف سے معمور تھی اور راست بازی اس میں بستی تھی لیکن اب خونی رہتے ہیں۔

تیری چاندی میل ہوگئی۔ تیری مے میں پانی مل گیا۔

تیرے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رشوت دوست اور انعام کا طالب ہے۔ وہ یتیموں کا انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔

اس لئے خداوند رب الافواج اسرائیل کا قادر یوں فرماتا ہے کہ آہ میں ضرور اپنے مخالفوں سے آرام پاؤں گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔

اور میں تجھ پر اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا اور تیری میل بالکل خاکستر کردوں گا[1] اور اس رانگے کو جو تجھ میں ملا ہے جدا کردونگا۔

یسعیاہ (۲۱:۱تا۲۵)

پھر یسعیاہ نبی ان کو طرح طرح کی مثالیں بیان کرتا ہے اور انہیں بربادیوں کی وعیدیں سناتا ہے۔ تا آنکہ یہ کہتا ہے:

ان پر افسوس جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی کہتے ہیں اور نور کی جگہ تاریکی

---

(۱) اردو بائبل کے الفاظ ہیں: اور تیری میل بالکل دور کردوں گا مگر ہم نے عربی بائبل کے ان الفاظ واحرق خبثک کما بالحرض کی وجہ سے ان الفاظ میں ترجمہ کیا ہے : اور تیری میل بالکل خاکستر کر دوں گا۔ (مترجم)

کو اور تاریکی کی جگہ نور کو دیتے ہیں اور شیرینی کے بدلے تلخی اور تلخی کے بدلے شیرینی رکھتے ہیں :

ان پر افسوس جو اپنی نظر میں دانشمند اور اپنی نگاہ میں صاحب امتیاز ہیں ۔

ان پر افسوس جو مے پینے میں زور آور اور شراب ملانے میں پہلوان ہیں ۔

جو رشوت لے کر شریروں کو صادق اور صادقوں کو ناراست ٹھہراتے ہیں ۔

پس جس طرح آگ بھوسے کو کھا جاتی ہے اور جلتا ہوا پھوس بیٹھ جاتا ہے اسی طرح ان کی جڑ بوسیدہ ہوگی اور ان کی کلی گرد کی طرح اڑ جائے گی کیونکہ انہوں نے رب الافواج کی شریعت کو ترک کیا اور اسرائیل کے قدوس کے کلام کو حقیر جانا ۔

اس لئے خداوند کا قہر اس کے لوگوں پر بھڑ کا اور اس نے ان کے خلاف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان کو مارا ۔ چنانچہ پہاڑ کانپ گئے اور ان کی لاشیں بازاروں میں غلاظت کی مانند پڑی ہیں ۔ باوجود اس کے اس کا قہر ٹل نہیں گیا بلکہ اس کا ہاتھ ہنوز بڑھا ہوا ہے ۔

یسعیاہ (باب ۵ ، آیت ۲۰ تا ۲۵)

اس کے بعد پھر یسعیاہ نبی ان یہودیوں کی سزا کی پیشین گوئی کرتا ہے ۔ واضح رہے کہ تب نہ یہودیوں کی کوئی ریاست تھی اور نہ کوئی جتھابندی ، بلکہ اس وقت بھی یہ بابل کی اسیری گزار رہے تھے !!

چنانچہ یسعیاہ نبی اس سے اگلی ہی آیت میں کہتا ہے :

اور وہ (خدا) دور سے ایک امت (۱) کیلئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا اور ان

(۱) اردو بائبل کی عبارت یہ تھی : ’’اور وہ قوموں کیلئے دور سے جھنڈا کھڑا کرے گا‘‘ ۔ مگر ہم نے اس کی جگہ یہ ترجمہ کیا ہے : اور وہ دور سے ایک امت کیلئے جھنڈا کھڑا کرے گا ۔ اگر آپ انگریزی اور عربی بائبل کی عبارتوں کو دیکھ لیں تو ’’قوموں‘‘ کی جگہ ’’ایک امت‘‘ کا ترجمہ ہی مناسب تر جانیں گے ۔ انگریزی عبارت :

He will give a signed toa **for-off nation** and whistle to them from

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر =

کو زمین کی انتہا سے سسکار کر بلائے گا اور دیکھ وہ دوڑے چلے آئیں گے۔ نہ کوئی ان میں تھکے گا نہ پھسلے گا۔ نہ کوئی اونگھے گا نہ سوئے گا۔ نہ ان کا کمر بند کھلے گا اور نہ ان کی جوتیوں کا تسمہ ٹوٹے گا۔ ان کے تیر تیز ہیں اور ان کی سب کمانیں کشیدہ ہونگی۔ ان کے گھوڑوں کے سم چقماق اور ان کی گاڑیاں گردباد کی مانند ہونگی۔ وہ شیرنی کی مانند گرجیں گے۔ ہاں وہ جوان شیروں کی طرح دھاڑیں گے وہ غرا کر شکار پکڑیں گے اور اسے بے روک ٹوک لے جائیں گے اور کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور اس روز وہ ان پر ایسا شور مچائیں گے جیسا سمندر کا شور ہوتا ہے اور اگر کوئی اس ملک پر نظر کرے تو بس اندھیرا اور تنگ حالی ہے اور روشنی اس کے بادلوں سے تاریک ہو جاتی ہے۔

یسعیاہ(۵ :۲۶تا۳۰)

یہ امت جسے اللہ اپنے ان دشمنوں سے جنگ کا شرف بخشے گا، اس کی کچھ اور صفات اسی یسعیاہ نبی کے صحیفے سے اور کچھ دوسرے صحیفوں سے ابھی آگے چل کر بھی ہم نقل کریں گے۔ یسعیاہ نبی بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے مزید کہتا ہے :

تمہاری بدکرداری نے تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جدائی کر دی ہے اور تمہارے گناہوں نے اسے تم سے روپوش کیا ایسا کہ وہ نہیں سنتا۔ کیونکہ تمہارے ہاتھ خون سے اور تمہاری انگلیاں بدکرداری سے آلودہ ہیں۔ تمہارے لب جھوٹ بولتے اور تمہاری زبان شرارت کی باتیں بکتی ہے۔ کوئی انصاف کی بات پیش نہیں کرتا اور کوئی سچائی سے محبت نہیں کرتا۔ وہ بطالت پر توکل کرتے ہیں اور جھوٹ

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ =

the ends of the earth. (Isaiah: 5:26, King James version

عربی عبارت (ملاحظہ فرمائیں): فیرفع رایة **لأمة بعیدة** ویصفر لها من اقصی الارض (اشعیاء :۵:۲۶)

بولتے ہیں۔ وہ زبان کاری سے بار آور ہو کر بدکرداری کو جنم دیتے ہیں۔ وہ افعی (ناگ) کے انڈے سیتے اور مکڑی کا جالا تنتے ہیں۔ جو انکے انڈوں میں سے کچھ کھائے مر جائے گا اور جو اُن میں سے توڑا جائے اس سے افعی نکلے گا۔ ان کے جالے سے پوشاک نہیں بنے گی۔ وہ اپنی دستکاری سے ملبوس نہ ہونگے۔ ان کے اعمال بدکرداری کے ہیں اور ظلم کا کام ان کے ہاتھوں میں ہے۔ ان کے پاؤں بدی کی طرف دوڑتے ہیں اور وہ بے گناہ کا خون بہانے کیلئے جلدی کرتے ہیں۔ ان کے خیالات بدکرداری کے ہیں۔ تباہی اور ہلاکت ان کی راہوں میں ہے۔

وہ امن کا راستہ نہیں جانتے اور ان کی روش میں انصاف نہیں اور وہ اپنے لئے ٹیڑھی راہیں بناتے ہیں جو کوئی ان پہ چلے گا وہ امن کو نہ دیکھے گا۔

اس لئے انصاف ہم سے دور ہے اور صداقت ہمارے نزدیک نہیں آتی۔ ہم نور کا انتظار کرتے ہیں پر دیکھو تاریکی ہے اور روشنی کا پر اندھیرے میں چلتے ہیں۔ ہم دیوار کو اندھے کی طرح ٹٹولتے ہیں۔ ہاں یوں ٹٹولتے ہیں کہ گویا ہماری آنکھیں نہیں۔ ہم دوپہر کو یوں ٹھوکر کھاتے ہیں گویا رات ہوگئی۔ ہم تن درستوں کے درمیان گویا مردہ ہیں۔

ہم سب کے سب ریچھوں کی مانند غراتے ہیں اور کبوتروں کی طرح کڑھتے ہیں۔ ہم انصاف کی راہ تکتے ہیں پر وہ کہیں نہیں اور نجات کے منتظر ہیں پر وہ ہم سے دور ہے۔

کیونکہ ہماری خطائیں تیرے حضور بہت ہیں اور ہمارے گناہ ہم پر گواہی دیتے ہیں کیونکہ ہماری خطائیں ہمارے ساتھ ہیں اور ہم اپنی بدکرداری کو جانتے ہیں کہ ہم نے خطا کی۔ خداوند کا انکار کیا اور اپنے خدا کی پیروی سے برگشتہ ہوگئے۔ ہم نے ظلم اور سرکشی کی باتیں کیں اور دل میں باطل تصور کر کے دروغ گوئی کی۔

عدالت ہٹائی گئی اور انصاف دور کھڑا ہو رہا۔ صداقت بازار میں گر پڑی اور راستی داخل نہیں ہو سکتی۔

ہاں راستی گم ہوگئی اور وہ جو بدی سے بھاگتا ہے شکار ہو جاتا ہے۔ خداوند نے یہ دیکھا اور اس کی نظر میں برا معلوم ہوا کہ عدالت جاتی رہی۔ اور اس نے دیکھا کہ کوئی آدمی نہیں اور تعجب کیا کہ (مظلوم کیلئے) کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ اس لئے اسی کے بازو نے اس کے لئے نجات حاصل کی اور اسی کی راست بازی نے اسے سنبھالا۔

ہاں اس نے راست بازی کا بکتر پہنا اور نجات کا خود اپنے سر پر رکھا اور اس نے لباس کی جگہ انتقام کی پوشاک پہنی اور عبرت کے جُبہ سے ملبّس ہوا۔

وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ اپنے مخالفوں پر قہر کرے گا اور اپنے دشمنوں کو سزا دے گا اور جزیروں کو بدلہ دے گا۔

(صحیفہ یسعیاہ : باب ۵۹، آیت ۲ تا ۱۸)

۵) **حزقی ایل نبی کے صحیفے میں یہ آتا ہے :**

چنانچہ اس (خدا) نے مجھ (حزقی ایل نبی) سے کہا : اے آدم زاد میں تجھے بنی اسرائیل کے پاس یعنی اس باغی قوم کے پاس، جس نے مجھ سے بغاوت کی ہے، بھیجتا ہوں۔ وہ اور ان کے باپ دادا آج کے دن تک میرے گنہگار ہوتے آئے ہیں۔ کیونکہ جن کے پاس میں تجھے بھیجتا ہوں وہ سخت دل اور بے حیا فرزند ہیں۔

پس خواہ وہ سنیں یا نہ سنیں (کیونکہ وہ تو سرکش خاندان ہیں) تو بھی اتنا تو ہوگا کہ وہ جانیں گے کہ ان میں ایک نبی برپا ہوا۔

اور تو اے آدم زاد ان سے ہراساں نہ ہو اور ان کی باتوں سے نہ ڈر۔ ہر چند تو اونٹ

کٹاروں اور کانٹوں سے گھرا ہے اور بچھوؤں کے درمیان رہتا ہے ان کی باتوں
سے ترساں نہ ہو اور ان کے چہروں سے نہ گھبرا۔ اگرچہ وہ باغی خاندان ہیں۔
(حزقی ایل۔ باب ۲، آیت ۳ تا ۶)

(۶) میکاہ نبی کے صحیفے میں یہ آتا ہے :

اے یعقوب کے سردارو اور بنی اسرائیل کے حاکمو سنو ! کیا مناسب نہیں کہ تم عدالت سے واقف ہو؟

تم نیکی سے عداوت اور بدی سے محبت رکھتے ہو اور لوگوں کی کھال اتارتے اور ان کی ہڈیوں پر سے گوشت نوچتے ہو۔

اور میرے لوگوں کا گوشت کھاتے ہو اور ان کی کھال اتارتے اور ان کی ہڈیوں کو توڑتے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو گویا وہ ہانڈی اور دیگ کیلئے گوشت ہیں۔

تب وہ خدا کو پکاریں گے پر وہ ان کی نہ سنے گا۔ ہاں وہ اس وقت ان سے منہ پھیر لے گا کیونکہ انکے اعمال برے ہیں۔

ان (جھوٹے) نبیوں کے حق میں جو میرے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جو لقمہ پا کر امن امن پکارتے ہیں لیکن اگر کوئی کھانے کو نہ دے تو اس سے لڑنے کو تیار ہوتے ہیں۔

(تورات کے ایک اور عربی نسخے میں لفظ یوں آتے ہیں : **ینهشون باسنانهم وينادون سلام** کہ جو دانتوں سے بھنبھوڑ کر رکھ دیتے ہیں اور امن امن پکارتے ہیں......)

اے بنی یعقوب کے سردارو اور اے بنی اسرائیل کے حاکمو جو عدالت سے عداوت رکھتے ہو اور ساری راستی کو مروڑتے ہو اس بات کو سنو :

تم جو صیہون کو خونریزی سے اور یروشلم کو بے انصافی سے تعمیر کرتے ہو۔

میکاہ کا صحیفہ (باب ۲ آیت ۱ تا ۵ اور پھر ۹ تا ۱۰)

(۷) خدا کی چہیتی قوم ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے بارے میں **توراتی صحیفوں** کی یہ گواہی دیکھئے :

تو بنی اسرائیل کے پاس جا اور میری یہ باتیں ان سے کہہ۔ کیونکہ تو ایسے لوگوں کی طرف نہیں بھیجا جاتا جن کی بولی سخت ہے بلکہ اسرائیل کے خاندان کی طرف۔ نہ کہ بہت سی امتوں کی طرف جن کی زبان بیگانہ اور جن کی بولی سخت ہے۔ جن کی بات تو سمجھ نہیں سکتا۔ یقیناً اگر میں تجھے ان کے پاس بھیجتا تو وہ تیری سنتیں۔ لیکن بنی اسرائیل تیری بات نہ سنیں گے۔ کیونکہ وہ میری سننا نہیں چاہتے کیونکہ سب، بنی اسرائیل سخت پیشانی اور سنگ دل ہیں ....

ان سے نہ ڈرا اور ان کے چہروں سے ہراساں نہ ہو اگرچہ وہ باغی خاندان ہیں۔

حزقی ایل (باب ۳، آیت ۴ تا ۷ اور پھر ۱۰)

حزقی ایل کے صحیفے میں یہ الفاظ کہ وہ باغی خاندان ہیں کچھ اس طرح دہرا دہرا کر آتے ہیں جیسے یہ کوئی ٹیپ کا مصرعہ ہو۔

(۸) آخر میں :

آخر میں سنیئے عاموس کا صحیفہ کیا کہتا ہے۔ گویا یہ تو امن پروگرام والوں سے ہی مخاطب ہے :

کیا چٹانوں پر گھوڑے دوڑیں گے یا کوئی بیلوں سے وہاں ہل چلائے گا؟ تو بھی تم نے عدالت کو زہر اور ثمرہ صداقت کو تلخ بنا رکھا ہے ....

لیکن خداوند رب الافواج فرماتا ہے :اے بنی اسرائیل دیکھو میں تم پر ایک قوم کو چڑھا لاؤں گا اور وہ تم کو حمات کے مدخل سے وادی عربہ تک پریشان کرے گی۔

(عاموس کا صحیفہ باب ۶، آیت ۱۲ اور پھر ۱۴)

یہ محض ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ توارتی صحیفے اس طرح کی نصوص سے بھرے پڑے ہیں اور بنی اسرائیل کی کچھ ایسی ہی تصویر دکھاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان میں ان لوگوں کیلئے، جن کو بنی اسرائیل

سے معاملہ کرنا ہو، نصائح تک پائے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ بھی مذکور ہے کہ ان کی سزا کیسی ہوگی۔ سزا کے موضوع پر ایک الگ فصل میں بات ہوگی۔ ان شاء اللہ

☆☆☆☆☆☆

فصل ششم

ناقابلِ تردید گواہی

یروشلم کا مستقبل کیا ہوگا؟ موجودہ عالمی رسہ کشی کا یہ ایک نازک ترین اور پیچیدہ ترین سوال ہے، اس بات پر قریب قریب دنیا کے سب تجزیہ نگار اور سیاست کے ماہرین متفق ہیں۔

یروشلم (بیت المقدس) کے مستقبل پر اٹھنے والے اس عالمی اندیشے کی ساری پیچیدگی اور سنگینی اس شہر میں موجود اس محدود سے علاقے کے باعث ہے جسے ہم مسلمان مسجد اقصیٰ مانتے ہیں اور انبیاء کی پوری تاریخ میں یہ مسجد ہی چلی آئی ہے اور جسے بنیاد پرست یہودی ہیکل Temple کے الفاظ سے پکارتے ہیں۔

اہل کتاب کے صحیفوں میں پیشین گوئیاں بہت واضح انداز میں جہاں اللہ کے اس گھر (مسجد اقصیٰ) کے ایک روشن اور تابناک اور عظیم الشان مستقبل کی خبر دیتی ہیں وہیں یہ مقدس پیشین گوئیاں ایک ایسی پاکیزہ اور برگزیدہ اور خدا کی پسندیدہ امت اور اس کے نئے قبلے کی خبر بھی دیتی ہیں جو اس جگہ پر اللہ کی عبادت کرتی رہے گی۔ اب جہاں ہم اللہ کے اس گھر (قبلۂ نو) کو پاتے ہیں وہیں پر اس امت کو ساتھ پاتے ہیں جسے یہ خوش خبری سنائی گئی ہے کہ وہ خوب پھلے پھولے گی۔ زمین میں قوت اور تمکنت پائے گی۔ اس کا دین سب ادیان پر غالب آئے گا اور وہ کفر کے تخت و تاج کی مالک بنے گی۔

پھر جہاں ہم اس امت کو پاتے ہیں وہیں اس کے اپنے قبلے کو پاتے ہیں جو کہ اس امت کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ یہ وہ اللہ کا گھر ہے جسے تقدس کی وہ عظمت اور بزرگی کا وہ شرف حاصل ہے جو آج دنیا کے کسی اور عبادت خانے کو حاصل نہیں۔

یہ امت اور یہ پہلا وہ گھر خدا کا .... دونوں کا آپس میں جڑا ہونا اور ایک دوسرے سے لازم

وملزوم ہونا اس سے پہلے کبھی اتنا نمایاں نہیں ہوا جتنا کہ آج اس دور میں ہوا ہے۔اور کمال یہ کہ اس کے نمایاں ہونے میں بھی جو سبب بنا وہ بنیاد پرست صہیونی ہیں !!

مسلمانوں کو خدا نے بے شمار امتیازات وخصوصیات اور نہایت عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے۔باوجود اس کے کہ مسلمان آج ان میں سے اپنے بہت سے ایسے امتیازات وخصوصیات سے خود بھی غافل ہیں جو خدا نے ان کو ایک بیش بہا نعمت کے طور پر بخش رکھے ہیں ____ اور انہی میں سے ایک بڑا امتیاز مسلمانوں کو بیت اللہ کا ملنا اور اس کا انہیں بطور قبلہ عطا ہونا بھی آتا ہے ____ پھر بھی مسلمان یہ عقیدہ بہرحال نہیں رکھتے کہ مکہ اور یروشلم (بیت المقدس) کے مابین کوئی ضد اور مقابلہ بازی کا رشتہ ہے۔کوئی بھی مسلمان ہرگز ایسا عقیدہ نہیں رکھتا۔ایک مسلمان کے نزدیک مکہ اور بیت المقدس (یروشلم) کا وہی رشتہ ہے جو اس کے عقیدے کی رو سے محمدﷺ اور موسیٰ وعیسیٰ کے مابین ہے۔یہ ایک محبت،اخوت اور مشترکہ نصب العین کا رشتہ ہے۔ان میں کوئی فرق ہوسکتا ہے تو اللہ کے ان رسولوں اور اللہ کے ان گھروں میں اختلافِ مراتب کی حد تک ہوسکتا ہے۔

مگر بنیاد پرست صہیونیوں کا معاملہ اس سے بالکل برعکس ہے۔ان کے عقیدے میں یہ بات قطعی اور فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے :خدا کا شہر صرف یروشلم ہے اور خدا کا گھر صرف وہ ہیکل Temple جو ان کی پیشین گوئیوں میں مذکور ہے۔اس کے علاوہ کسی اور مقدس مقام کا کہیں وجود ہے اور نہ امکان !!

یوں ان لوگوں نے خود ہی اپنے آپ کو تاریخ کی عدالت میں ایک ایسے نازک مقام پر کھڑا کرلیا جہاں حقیقت کا سامنا کیے بغیر انہیں کوئی چارہ ءکار نہیں۔حقائق اور تاریخ کی یہ عدالت کبھی کسی کی رورعایت نہیں کرتی۔اب یا تو ان کی یہ بات سچ ہو اور ان کا قبلہ خود انہی کے بقول ہزاروں سال سے ناپید مانا جائے پھر اس کا وہ ہمارے قبلے کے ساتھ خود ہی جو موازنہ بلکہ مقابلہ کرتے ہیں اس کی حقیقت بھی پوری دنیا کو معلوم ہوجائے گی کہ کہاں ہمارا قبلہ اور کہاں ان کا وہ ہیکل جو ان کے اپنے بقول دو ہزار سال سے کہیں نام ونشان تک نہیں رکھتا ....اور یا پھر ان کی یہ بات سچ نہیں جس کی صورت میں یہ خود

ہی جھوٹے قرار پائیں گے۔ تیسری کوئی صورت نہیں !

چونکہ یہ لوگ اپنے نام نہاد ہیکل اور ہمارے قبلہ کے مابین دشمنی اور تضاد کا رشتہ جانتے ہیں لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام کے باہمی تعلق کے بارے میں اختصار سے کچھ گفتگو ہو اور اس بات کے دلائل خود اہل کتاب کے مقدس صحیفوں اور تاریخ اور موجودہ دور کے واقعات سے دیئے جائیں تا کہ واضح ہو کہ ان لوگوں کا دعویٰ کتنا بڑا جھوٹ ہے اور یہ بھی کہ اپنی جن مقدس پیش گوئیوں کا یہ لوگ حوالہ دیتے ہیں وہ بھی ان کے حق میں نہیں ان کے خلاف پڑتی ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی کہانی گو بہت طویل ہے مگر اس کے کچھ اہم تاریخی موڑ ذکر کئے جاتے ہیں :

(۱) مسجد حرام کے بعد یہ زمین میں بننے والی دوسری مسجد ہے۔ از روئے حدیث بخاری، ابوذر روایت کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ! کونسی مسجد زمین میں پہلے بنی ؟

آپ نے فرمایا : مسجد حرام۔

میں نے عرض کی : اس کے بعد کونسی ؟

آپ نے فرمایا : مسجد اقصیٰ۔

میں نے دریافت کیا : ان کے بیچ میں کتنا زمانہ گزرا؟

آپ نے فرمایا : چالیس سال۔

(بخاری حدیث نمبر ۳۳۲۲)

(۲) ابراہیمؑ کے ہاتھوں مسجد حرام کی از سر نو تعمیر ہوئی تو ان کے پوتے یعقوبؑ نے مسجد اقصیٰ کی از سر نو تعمیر کی، جیسا کہ بہت سے آثار میں ملتا ہے۔ پھر قوم موسیٰ [1] اپنا عرصہ تیہ (صحرا میں آوارگی کے چالیس

---

(۱) یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اگر چہ یہودی مورخ یہ کہتے ہیں کہ یوشع بن نون نے صرف اریحا تک کا علاقہ فتح کیا تھا اور یہ کہ بیت المقدس (یروشلم) داؤدؑ کے زمانے تک فتح نہیں ہوا تھا۔ قرآن مجید کی عبارت سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ داؤدؑ کا بیت المقدس میں داخلہ بنی اسرائیل کے ایک بار وہاں سے نکالے جانے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سال) گزار لینے کے بعد اس میں داخل ہوئی جب انہوں نے کفار سے جہاد کیا اور اللہ نے ان کو نصرت عطا فرمائی۔ تب وہ ارض مقدس میں داخل ہوئے جو اللہ نے ان کیلئے نامزد کی تھی، جس کا ذکر سورہ مائدہ میں ملتا ہے۔ بنی اسرائیل تب اللہ کی بلاشرکت غیرے عبادت کرتے تھے۔

(۳) مسجد اقصیٰ کی تعمیر و ترقی اپنے عروج کو اس وقت پہنچی جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو عظیم ترین بادشاہی بخشی اور جنات اور انسانوں کے بہترین معمار آپ کے تصرف میں دے دیئے، تاکہ یہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا ایک بہترین مرکز بنے۔ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ:

> جو آدمی بھی یہاں آنے کیلئے اپنے گھر سے نکلے اور اس کا مقصود اس میں صرف نماز ہو تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک کردیا جائے جیسے اس کی ماں نے اسے پہلے دن جنم دیا تھا۔
>
> (مسند احمد (۲:۱۷۶) نسائی (۲:۴۳) مزید دیکھئے سابقہ حدیث کی شرح میں فتح الباری۔ مزید دیکھئے تفسیر ابن کثیر بسلسلہ آیت ۳۵ سورہ ص)

(۴) بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ کی تاریخ میں یہ واقعہ بھی حد درجہ اہمیت رکھتا ہے کہ یہود نے اس کے لئے ہیکل Temple کا لفظ استعمال کرنا شروع کردیا۔ نام سے ظاہر ہے کہ یہ ایک مشرکانہ اور بت پرستانہ نام ہے۔ حالانکہ تورات کئی مقامات پر اس کے لئے بیت الرب (خدا کا گھر) کا لفظ استعمال

=بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

کے بعد ہوا تھا۔ امام ابن کثیر نے سورہ مائدہ (آیت ۲۶) کے تحت اپنی تفسیر میں بھی یہی ذکر کیا ہے کہ یوشع اور اس کے ساتھی بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے اور اس حدیث کا ذکر بھی یوشع کے قصے کے ذیل میں ہی کیا ہے جس میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک نبی کے قتال کی خاطر اللہ نے اس کے شہر فتح کر لینے تک سورج کو غروب ہونے سے روکے رکھا۔ یوں بھی ایسی کرامت کا کسی اور جگہ کی بجائے بیت المقدس میں وقوع پذیر ہونا زیادہ قرین قیاس نظر آتا ہے۔

(اس وضاحت کے بعد میں امیدوار ہوں کہ برادرم محسن محمد صالح اپنی کتاب (الطریق الی القدس ص ۲۸ طباعت سوئم) میں مذکور اپنی عبارت پر نظر ثانی کریں گے۔)

کرتی ہے۔

بات صرف اتنی بھی نہیں کہ یہ نام کی تبدیلی محض ایک لفظی بحث ہے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ ان کی تاریخ میں اتنی تحریف وتبدیلی ہوئی ہے اور نئی نئی بدعات یوں ان میں داخل ہوتی رہیں کہ ان کے دین میں بت پرستی تک داخل ہوئی۔ خود تورات ہی میں بہت زیادہ مقامات پر یہودیوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ یہ بعل، تموز اور منات وغیرہ ایسے بتوں کو باقاعدہ پوجتے رہے ہیں۔

(۵) یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ: مسجد اقصیٰ تاریخ میں دشمنوں کے بہت سے حملوں اور کئی بڑے بڑے افسوسناک واقعات کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ اس کا کچھ ذکر تھوڑا آگے چل کر کیا جائے گا۔

(۶) ہجرت سے پہلے نبی آخر الزمان ﷺ کو اس مسجد کی اسراء (شبینہ زیارت) کرائی گئی۔

(۷) مسلمانوں نے صحابہ کے دور میں بیت المقدس فتح کیا اور عمرؓ خود مسجد اقصیٰ میں ایک پورے اعزاز واکرام کے ساتھ فاتحانہ داخل ہوئے۔

(۸) ۱۳۸۷ھ الموافق ۱۹۶۷ء میں مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کا قبضہ ہوا جو کہ اس وقت سے لے کر اب تک کوشش کر رہے ہیں کہ اس مسجد کو مسمار کر کے رکھ دیں اور عین اس جگہ اپنا مجوزہ ہیکل سلیمانی تعمیر کریں۔ بہت بڑا خطرہ پایا جاتا ہے کہ یہ ظالم آئندہ کسی وقت اسے نذر آتش کر دیں یا پھر ڈائنامیٹ سے اڑا دیں یا اس کا سارا نقشہ تبدیل کر کے اسے اپنے اس تعمیری منصوبے کا ایک حصہ بنا دیں جو ان کے پیش نظر ہے۔

(۹) یہودیوں کا خیال ہے کہ ان کا ہیکل Temple مسجد اقصیٰ کے زیر زمین دفن ہے یا پھر اس کے اردگرد کہیں ہے۔ یہ مسجد اقصیٰ کے نیچے ہر طرف سے زمین کھود کھود کر کھوکھلی کر چکے ہیں۔ یہاں کی مٹی کے نمونے بھی جگہ جگہ سے لے کر جدید ترین لیبارٹریوں میں ٹیسٹ کر چکے ہیں۔ یہاں کی سینکڑوں من مٹی صرف لیبارٹریوں کی نذر ہوئی مگر ان کو کہیں بھی کسی مدفون ہیکل کا آج تک کوئی نام ونشان تک نظر نہیں آیا!!

یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ــــــ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناقابل برداشت ہو ___ کہ خدا کا پہلا وہ گھر، جس کی بنیادیں ابراہیمؑ نے اٹھائیں، خدا کا یہ پہلا گھر تو بدستور محفوظ و مامون اور عبادت گزاروں سے معمور رہے اور چار ہزار سال سے بھی زائد عرصہ اسی شان وشوکت اور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی جگہ کھڑا رہے۔ حتیٰ کہ ہم جانتے ہیں کہ ابراہیمؑ سے پہلے بھی انبیاء یہاں آ کر کعبہ کا حج کرتے رہے۔ یہ ابراہیم سے پہلے بھی مامون ومحفوظ تھا۔ عاد اور ثمود کے زمانے سے لوگ اس کا قصد کرتے رہے تھے۔ سو یہ خدا کی قدرت ہے کہ اس کا وہ بیت عتیق تو اس پوری تاریخ میں اپنی آب وتاب سلامت رکھے رہے، جبکہ اس دوران بابل، نینوی اور یروشلم کے بڑے بڑے عبادت خانے بن بن کر خاک میں ملتے رہیں اور پھر تاریخ کی گرد میں کہیں روپوش ہو رہیں، اور وہ بڑے بڑے بت بھی خاک میں کہیں گم ہو جائیں جو قوم نوح سے لے کر عاد وثمود اور ان کے بعد کے زمانے تک پوجے جاتے رہے تھے !!

مگر خدا کی قدرت دیکھئے ان اہل کتاب نے بھی اپنے لئے اسی گڑھے میں گرنا پسند کیا جس میں وہ سب بت پرست قومیں گریں جن کے عبادت خانے دنیا سے اب ملیامیٹ ہو چکے۔ ان کو دیکھئے یہ اہل کتاب ہوتے ہوئے اور ابراہیم سے نسبت کا دعوی رکھتے ہوئے اپنے منہ سے آپ مان رہے ہیں کہ ان کی عبادت گاہ بھی حوادث زمانہ کا شکار ہو کر ہزاروں سال سے زمین کی تہوں میں روپوش اور ایک قصۂ پارینہ ہو چکی۔ اب یہ کئی عشروں سے کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں اپنی اس عبادت گاہ کا کہیں سے کوئی مٹا ہوا نشان مل جائے۔ آخر کار ہوگا یہی کہ کچھ پانے میں یا تو یہ ناکام ونامراد رہیں گے یا پھر اگر انہیں کبھی کچھ ملا تو وہ بھی ان شاء اللہ دین اسلام کے حق ہی میں گواہی دے گا نہ کہ ان کے دین کے حق میں۔

امریکہ اور اسرائیل کو اس حیات فانی کی جتنی بھی زینت وترقی نصیب ہوئی وہ سب مل کر بھی ان کے حسد کی وہ آگ بجھانے اور ان کے دلوں کی وہ حسرت ختم کرنے کیلئے ناکافی ہے جو انہیں امیوں کی اس امت کو دیکھ دیکھ کر ہوتی ہے۔ ان کی سب تحقیق اور تفتیش کے باوجود حقائق پھر اسی امت

کے حق میں بولتے ہیں۔ بے ساختہ حقانیت اور قدرتی صداقت کا نور پھر بھی اسی امت کے چہروں پر بستا ہے۔ یہ بیچارے ترکی سے لے کر شمالِ عراق اور جنوبِ مصر اور نہ جانے کہاں کہاں کھدائیاں کر کر کے تھک ہار گئے مگر ان کے آلات کی سوئیاں حقائق کی تائید اور نشاندہی کیلئے امیوں کی امت کے جزیرہ نما کی طرف ہی بدستور اشارہ کر رہی ہیں کہ انسانی تہذیب کا اصل منبع اور دنیا کی روحانی قیادت کا تاریخی تسلسل اگر کہیں رہا ہے تو وہ یہی جزیرہ نمائے عرب ہے..... جہاں دنیا کا قدیم ترین جائے نماز ''بیتِ عتیق'' پایا جاتا ہے۔

یہ برسوں سے بیچارے کھدائیاں کر رہے ہیں۔ تاریخ کی فائلیں کھنگالتے ہیں۔ اربوں کھربوں ڈالر خرچ کرتے ہیں کہ حقائق اور شواہد اکٹھے کریں۔ مگر حقائق اور شواہد ہیں جو اللہ کے فضل سے انہی کے خلاف بولتے ہیں۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ کوئی شخص ایک انتہائی مہنگا وکیل کرے اور وہ بھی محض اس لئے کہ اس کا یہ وکیل خود اسی کے مخالف فریق کا دعویٰ ثابت کر آئے۔ یہ ہے اللہ کا فضل اور اس کی حکمت !!

ہم اہلِ اسلام کے حق میں سب آسمانی نصوص اب بھی بولتی ہیں۔ تاریخ کے سب حقائق ہماری تائید کرتے ہیں اور ہمارے دشمنوں کے وسائل اور محنت و کاوش بھی ہمارا مقدمہ ثابت کرنے کیلئے مسخر کر دی جاتی ہے۔ آخر کیوں!؟

اس لیے کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے سب رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر وہ شخص یا جگہ جس کا تقدس خدا قائم کر دے، ہم بلا امتیاز و تعصب اور اپنی کسی خواہش اور ہوائے نفس کو آڑے آنے دیئے بغیر اس کا تقدس قائم رکھتے ہیں۔ ہمارا موقف واضح اور سورج کی طرح روشن ہے : مسجد حرام مسجد حرام ہے۔ یہ تب بھی بابرکت تھی جب اسے آدمؑ نے بنایا اور تب بھی جب اسے ابراہیمؑ نے تعمیر کیا۔ یہ تب بھی فضیلت والی تھی جب اسے قریش نے (اپنے شرک اور جاہلیت کے باوجود) تعمیر کیا اور تب بھی جب اسے مسلمانوں نے تعمیر کیا .... پھر جب بھی اس کی تعمیر یا مرمت کا کام ہو، یہ بہرحال روزِ قیامت تک مبارک اور مقدس رہے گی۔

اسی طرح مسجد اقصیٰ بابرکت اور مقدس ہے۔ یہ تب بھی بابرکت اور مقدس تھی جب پہلی بار بنی اور تب بھی جب اسے سلیمانؑ نے تعمیر کیا اور تب بھی جب اس میں نبیﷺ نے نماز ادا کی اور تب بھی جب اسے مسلمانوں نے تعمیر کیا۔ پھر جب بھی اس کی تعمیر یا مرمت کا کام ہو، یہ بہر حال روز قیامت تک مبارک اور مقدس رہے گی۔

ہم اہل کتاب کے ہاں پائی جانے والی اس پیشین گوئی کی صحت پر پورا اعتقاد رکھتے ہیں جس کی رو سے اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ سے، جب انہوں نے اس مسجد کی تعمیر مکمل کی، فرمایا تھا کہ وہ اسے ہمیشہ مقدس رکھے گا:

> خداوند نے اس (سلیمان) سے کہا: میں نے تیری دعا اور مناجات جو تو نے میرے حضور کی ہے سن لی اور اس گھر میں جسے تو نے بنایا ہے اپنا نام ہمیشہ تک رکھنے کیلئے میں نے اسے مقدس کیا اور میری آنکھیں اور میرا دل سدا وہاں لگے رہیں گے۔

(سلاطین ا: ۹:۳)

سو یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کو ہمیشہ اور بدستور مقدس رہنا ہے۔ یہ حق ہے اور ہم اللہ کے فضل سے اس گھر کو مقدس ہی جانتے ہیں اور اس کے اندر اللہ کی بلاشرکت غیرے عبادت کرتے ہیں۔

رہے یہود تو انہیں نسلی تعصب اور تلبیس حقائق کی راہ اختیار کرنے پر ہی اصرار ہے۔ آخر یہ تلاش کیا کرتے ہیں؟

اگر انہیں اس جگہ سے غرض ہے جو اللہ کے ہاں تقدس اور فضیلت کا شرف رکھتی ہے تو پھر وہ یہیں تو ہے۔ یہاں وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا چاہیں تو اس طریقے پر جو اس نے خاتم المرسلینؐ کی شریعت میں مقرر ٹھہرادیا ہے اور جو کہ ابراہیمؑ کی ملت ہے، جتنی چاہے عبادت کریں۔ آخر انہیں اس میں کیا نقصان لاحق ہے کہ یہ دین حق کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ ایمان لے آئیں اور حقیقت کا اعتراف کر لیں۔

اور اگر انہیں صرف ایک عمارت سے غرض ہے تو اینٹوں اور پتھروں کی آخر وقعت ہی کیا ہے اگر ان اینٹوں اور پتھروں سے انہی شعائرِ عبادت کا رشتہ جڑا رہتا ہے جواب یا تو خدا کی بارگاہ سے منسوخ قرار دیئے گئے ہیں یا پھر سرے سے باطل اور من گھڑت ہیں؟ اللہ بہر حال ایسی عبادت قبول نہیں کرتا۔

فرض کر لیا یہ بزعم خویش اپنے مدفون ہیکل Temple کی تلاش قیامت تک جاری رکھتے ہیں اور کوئی قابل ذکر چیز ان کے ہاتھ نہیں لگتی تو نتیجہ کیا نکلے گا !!

یہ فرض کر لینا کہ ان کی وہ عبادت گاہ کہیں زمین دوز ہو کر دو ہزار سال تک دنیا کی نظروں سے روپوش اور محض قصوں کہانیوں کا عنوان بنی رہی، جیسا کہ ان کے اپنے ہی دعوی سے واضح ہے...... ایسا فرض کر لینا کیا ان کے اپنے ہی مذہبی صحیفوں میں آنے والی اس پیشین گوئی کی کھلی کھلی تکذیب نہیں کہ خدا نے سلیمان سے کہا تھا کہ میں اس گھر کو ہمیشہ ہمیشہ تک مقدس رکھوں گا!؟

آخر ایک ایسی حقیقت سے آنکھیں چرانے کا کیا فائدہ جو دین اور شریعت سے بھی ثابت ہے اور تاریخ اور وقائع عالم سے بھی؟

مگر بات یہ ہے کہ یہ نعمت صرف محمد ﷺ پر ایمان لانے سے نصیب ہوتی ہے کہ دین کے شرعی حقائق اور کائنات کے تاریخی حقائق دونوں ایک دوسرے سے یکجا و ہم آہنگ ہوں اور دونوں ایک دوسرے کی تائید کریں۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ دین اور شریعت کی شہادت بھی یہی ہے کہ مسجد اقصیٰ ہمیشہ سے لے کر آج تک اور قیامت تک مقدس رہنے والی ہے اور تاریخی واقعات کی شہادت بھی یہی ہے کہ مسجد اقصیٰ کا تقدس ہمیشہ سے لے کر آج تک برقرار رہا ہے۔

جب واقعہ یہ ہے تو مسجد اقصی کا دو ہزار سال تک صفحۂ ہستی سے مٹا رہنا ناممکن ہے۔

رہا ان مقامات کی فضیلت اور تقدس میں اختلافِ مراتب کا پایا جانا، تو یہ ایک الگ معاملہ ہے اور اس کے پیچھے بھی خدا کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ یہ حکمتیں اس بات سے کہیں زیادہ اہم تر اور عظیم الشان ہیں کہ اس مزعوم ہیکل کا سرے سے کوئی وجود پایا جاتا ہے یا نہیں پایا جاتا۔

جب تک نبوت اسحاق علیہ السلام کی ذریت میں رہی اس سارے عرصے کے دوران مسجد اقصیٰ ہی بڑے بڑے واقعات کا محور رہی اور عموماً یہی اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے آنے والے انبیاء کی سجدہ گاہ بھی رہی۔ پھر جب خدا نے فیصلہ کیا کہ نبوت اور کتاب ذریت اسحاق میں نہ رہے بلکہ یہ شرف اب ذریت اسماعیلؑ کو دیا جائے تو اس کی حکمت کو تقاضا ہوا کہ یہ نبی اسی بلد حرام میں پیدا ہو، جس کے بارے میں تمام عرب جانتے ہیں کہ وہاں ذریت اسماعیل بستی ہے اور یہ بھی کہ یہ نبی پیدا بھی اسی سال ہو جس سال خدا نے یہاں اپنے گھر پر چڑھائی کر آنے والے عیسائیوں (اصحاب الفیل) کو ذلیل وخوار بلکہ تباہ وبرباد کر کے لوٹایا تھا!

چنانچہ ان اہل کتاب نے جب خود اپنا ہیکل (مفروضہ ونام نہاد) ناپید پایا اور روم اور صنعاء (یمن) میں اس کے متبادل عبادت خانوں کیلئے دلوں کو مسخر کرنے کے سب جتن کر لئے تو خدا کے اس پرانے گھر کو ہی ڈھانے پر تیار ہو گئے۔ یہ اس گھر کو ڈھانے کیلئے آئندہ بھی ہمیشہ ہی پر تولیں گے اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے بالکل قریب جا کر واقعتاً یہ اسے ڈھا بھی لیں گے جس کے بعد پھر قیامت آ جائے گی۔

پھر خدا کی قدرت کو تقاضا ہوا کہ یہ نبی آخرالزمان ﷺ اپنی نبوت سے بھی پہلے اس گھر کی تعمیر میں حصہ لے۔ پھر بعثت کے بعد خدا نے اس نبی کو اسلام کے عملی شعائر میں سے سب سے بڑا شعار (نماز پنجگانہ) عطا فرمانا چاہا تو پہلے اسے اسی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اسراء (زیارت شبینہ) عطا فرمائی (ان دونوں میں جو گہرا تعلق ہے اس کی اپنی حکمتیں ہیں) وہاں مسجد اقصیٰ میں اسی نبی آخر الزمان سے سب انبیاء کرام کی نماز میں امامت کروائی۔ پھر وہاں سے آسمان تک معراج ہوئی۔ پھر اس واقعہ کے بعد آپ اپنے تمام تر شوق کے باوجود کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، عرصہ دراز تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے پر ہی مامور رہے۔ مکہ میں تو آپ کے پاس خدا کے ان دونوں گھروں کو قبلہ بنا کر نماز پڑھنے کا امکان موجود تھا، یوں وہ یہ سارا عرصہ کعبہ کو اپنے اور مسجد اقصیٰ کے درمیان کر کے نماز پڑھتے رہے۔ مگر مدینہ آ کر ایسا کرنا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ مدینہ میں آپ ایک سال

سے زائد عرصہ صرف مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے ہی نماز کا فرض ادا کرتے رہے، جس کے پیچھے خدا کی ایک بڑی حکمت تھی، اگر کہیں یہ اہل کتاب اس بات کا ادراک کر لیتے کہ اس امت کا نبیؐ موروثی شعائر کا پیچھا کرنے کی بجائے خدا کے آگے جھکنے کو شعار بنا گیا ہے! اس حکمت کا تقاضا تھا کہ واضح ہو کہ یہ نبی صرف اور صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے نہ کہ اس چیز کی جو اس کی اپنی چاہت اور خواہش ہو۔

پھر اسی طرح آپ کا اتنی دیر تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کئے رہنا اس بات کا بھی ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ اپنے سے پہلے آنے والے انبیاء کا ہی ایک تسلسل ہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ آپ ان سب نبیوں کی کتنی تعظیم کرتے ہیں اور ہو بہو کس طرح ان کے راستے اور طریقے پر چلتے ہیں۔ تب جا کر اپنے رب کی طرف سے آپ کو یہ حکم ملتا ہے کہ اب اپنا رخ تبدیل کر لیں۔ قرآن میں واضح حکم پانے کے بعد ہی آپ خدا کے پرانے گھر اور اپنے باپ ابراہیمؑ کے تعمیر کردہ بیت اللہ کی طرف رخ تبدیل کرتے ہیں۔ یہ ایک ایمان کا امتحان تھا اور اس کے نتیجے میں اس امت کا بطور امت وسط چناؤ ہونا تھا۔ سو اس قدر حجت قائم کر دینے کے بعد اب جس نے بھی اس نئے قبلے کی طرف رخ نہیں کیا اس کا دین ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باطل قرار پایا۔ اس کی عبادت رد اور وہ خود ملتِ ابراہیمؑ سے بے دخل۔ یہ تحویل قبلہ اس بات کی بہت بڑی شہادت ہے کہ اہل کتاب کا کفر کی راہ اختیار کرنا صرف اور صرف بغض و حسد اور سرکشی کے سبب تھا جبکہ انہیں نبیؐ کی رسالت کا پورا پورا علم اور یقین ہو چکا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ تحویل قبلہ کی آیات خدا کی قیامت تک محفوظ رہنے والی کتاب میں نازل ہوئیں (سورہ البقرہ: آیت ۱۴۲ تا ۱۵۰) تو ساتھ میں یہ بھی بتایا گیا:

وان الـذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم (البقرة: 114) یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی، خوب جانتے ہیں کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور بالکل برحق۔

اور یہ بھی تحویل قبلہ کے وقت ہی کہا گیا:

الذین اتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم وان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (البقرۃ : ۱٤٦

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے،وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں،مگر ان میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپا رہا ہے۔

بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ بقرہ کا سیاق وسباق سورت کے آغاز سے ہی اس بات کی تمہید بناتا ہے خصوصاً اس آیت سے لے کر :

واذا ابتلیٰ ابراھیم ربّہ بکلمات فاتمّھن قال انی جاعلك للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین (البقرۃ: 124)

یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا،تو اس نے کہا : میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ابراہیم نے عرض کیا :اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اس نے جواب دیا : میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابةً للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ (البقرۃ: 125)

اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبے) کو لوگوں کیلئے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ مقام ابراہیم کو اپنے لئے مستقل جائے نماز بنالو.....

چنانچہ انہی آیات میں آگے چل کر یہ بات واضح کی گئی کہ ابراہیمؑ،اسماعیلؑ،اسحاقؑ،یعقوبؑ اور اولادِ یعقوب (اسباط) سب کے سب مسلم تھے۔پھر اس امت کو تلقین کی گئی کہ وہ صاف کہہ دیں کہ جو کچھ ان پہلے نبیوں پر نازل کیا گیا وہ اس کے ایک ایک حصے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور پھر اہل کتاب کے اس دعوے کا بطلان کیا گیا کہ بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے پہلے انبیاء کوئی یہودی یا عیسائی ہوا کرتے تھے !!..... یہ خدا کی ایک نشانی ہے اور سورج کی طرح روشن۔ یہودی اور عیسائی صرف ابراہیم کے دین سے ہی نہیں بھٹکے وہ ابراہیمؑ کے قبلے اور اس کی چھوڑی ہوئی اس عظیم یادگار سے بھی بھٹک گئے جہاں خود ابراہیمؑ دور دراز کا سفر کر کے خدا کو سجدہ کرنے آتے اور جہاں ابراہیمؑ کی اتباع

میں ہزاروں سال سے دنیا زمین کے ہر گوشے سے آ آ کر جوق در جوق مناسک حج ادا کرتی ہے۔ جہاں ہزاروں سال سے لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور جہاں صبح وشام خدائے وحدہ لاشریک کی ایسی عبادت ہوتی ہے جس کی پوری دنیا میں کہیں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آج یہود کے کسی عبادت خانے (Synaggog) میں کبھی ایک بار ہی سہی اتنی خلقت اکٹھی ہو جائے جتنی ہماری مسجد حرام میں عام دنوں کی کسی بھی ایک نماز میں اکٹھی ہو جاتی ہے ___ حج کے دنوں کی تو خیر بات ہی چھوڑ دیجئے ___ تو یہ اس کو اپنے لئے ایک تاریخی واقعہ گنیں اور یہ واقعہ وہ اپنی آنے والی نسلوں تک کے لئے نقل کر کے جائیں !!! خدا کے ان موجود اور آباد گھروں کو چھوڑ کر یہ آخر ان وہمی عبادت خانوں کی تلاش میں کیوں بھٹکے پھرتے ہیں جن کا وجود ان کے تخیلات سے باہر کہیں نہیں .... اور ان کے تخیلات بھی وہ جو بت پرستانہ عقائد کی آلائش نے مسخ کر رکھے ہیں؟

اگر یہ اہل کتاب ان سب باتوں کے بعد بھی بحث وحجت پر ہی اصرار کریں اور روشن نشانیوں کو آنکھیں کھول کر دیکھنے پر کسی طرح آمادہ ہی نہ ہوں .... تو یہ مکہ مکرمہ اور نئے قبلہ کے بارے میں مذکور ان باتوں کو آخر کیسے جھٹلائیں گے جو خود ان کی مقدس کتاب میں وارد ہوئی ہیں!؟ چنانچہ ہم انہی کے مقدس صحیفوں کی کچھ عبارتوں کا ذکر کریں گے تاکہ امریکی اور یہودی آگاہ ہوں اور وہ بھی جو ان کے پیچھے چلنے والے ہیں کہ ان لوگوں کا بلند بانگ دعوؤں اور حسین آرزوؤں سے بڑھ کر ایمان سے کوئی رشتہ ہے اور نہ انبیاء کی میراث سے .... اور یہ کہ ان کا ارض میعاد اور ہیکل کے پیچھے بھاگتے چلے جانا سوائے اس کے اور کسی کام نہ آئے گا کہ یہ سیدھے راستے سے اور سے اور دور ہوتے چلے جائیں اور ان پیچیدہ راہوں میں اور سے اور بھٹکیں جن سے باہر نکلنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔

لیجئے .....! بیت اللہ (خانہ کعبہ) اور خدا کے حرام کردہ شہر (مکہ مکرمہ) کی ان صفات کا کچھ تذکرہ جو انہی کی مقدس کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ ہم حرف بحرف ذکر کریں گے اور کچھ حصہ اختصار کے پیش نظر بالمعنی :

(۱) یہ نیا یروشلم ہوگا۔ مشیخ والا یروشلم (مشیخ شین کے ساتھ جس کا مطلب ہے نجات دہندہ، یعنی اس

دور کا یروشلم جس میں نجات دہندہ کے آنے کا وعدہ ہے)

(۲) یہ بیابانِ فاران یا کوہِ فاران میں ہے۔ جہاں اسماعیلؑ اور اس کی ماں نے وقت گزارا اور جہاں خدا نے ان کے لئے زمین سے چشمہ جاری کیا۔

(۳) وہ شہر جس کی جانب ابراہیمؑ شوق و رغبت سے رخ کیا کرتا تھا۔

(۴) جس کے باشندے بنو قیدار ہیں (قیدار اسماعیل کے بیٹے)

(۵) یہ صادق اور امین کا شہر ہے جو سب مخلوق کا سردار ہے۔

(۶) اس میں کوئی ہیکل Temple نہیں۔

(۷) ہیکل سلیمانی اپنی تمام شان و شوکت کے باوجود اس نئے خانہ خدا کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

(۸) یہ نیا گھر مکعب شکل کا ہے۔

(۹) اس مکعب شکل گھر میں ایک بیش قیمت پتھر ہے۔

(۱۰) یہ گھر کسی دلہن کی طرح گجروں اور زیوروں سے سجایا جاتا ہے۔

(۱۱) اس کا ہر بدخواہ اس سے ہیبت کھائے گا اور خوف اس کے قریب نہ آنے پائے گا۔

(۱۲) اس مکعب شکل گھر کے پاس سے پانی کا ایک چشمہ بہتا ہے جس میں شفا ہے اور جو چاہے اسے بلا قیمت لے۔

(۱۳) اس کے دروازے صبح شام کھلے رہتے ہیں اور کسی پر بند نہیں ہوتے۔

(۱۴) اس کے پاس ہر ایک کے گھٹنے خم ہوتے ہیں۔

(۱۵) اس کے پاس مقدس شارع ہے اور اس سے آگے کسی پلید کا گزر روا نہیں۔

(۱۶) اس میں کسی پلید چیز کا داخلہ نہیں۔

(۱۷) اس کے فرزند فرزندان بیت المقدس سے زیادہ ہیں۔

(۱۸) یہاں رہنے والوں اور آ آ کر دعائیں کرنے والوں سے یہ شہر تنگ پڑ جائے گا۔

(۱۹) بادشاہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اس کی گرد چاٹتے ہیں۔

(۲۰) ٹیلے اور پہاڑ فنا ہو جائیں گے مگر اس پر خدا کا احسان اور سلامتی ختم نہ ہوگی۔

(۲۱) سمندر کے خزانے یہاں پہنچتے ہیں اور قوموں کی دولت یہاں آتی ہے۔

(۲۲) لوگ یہاں دور دراز سے آ آ کر اکٹھے ہوتے ہیں۔

(۲۳) اس کی زمین مشرق و مغرب، سباء، مدین، فاران اور قیدار سے آنے والے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کیلئے تنگ پڑتی ہے اور مآرب (یمن) کے مرد اس گھر کی خدمت کرتے ہیں۔

(۲۴) اس میں ایک بابرکت پہاڑ ہے، قومیں وہاں چل کر آتی ہیں کہ وہاں خدا کی عبادت کریں۔

(۲۵) ہر ایک وہاں مساوی طور پر آزاد ہے کہ خدا کا تقرب پائے۔ [1]

(۲۶) خدا کا نام اس کے لوگوں کی پیشانی پر لکھا گیا ہے!! (سیماهم فی وجوههم من اثر السجود)

(۲۷) اس کے گرد بندے قضائے حاجت فطری سے احتراز کرتے ہیں۔

(۲۸) مرد کا سر ننگا ہوتا ہے اور عورت سر ڈھانپتی ہے۔ وہ کولہوں سے رانوں تک (ناف سے گھٹنوں تک) ڈھانپتے ہیں۔ وہ اپنے سروں کو منڈواتے ہیں۔ [2]

یہ ہے وہ شہر جس کے بارے میں تورات و انجیل کے مفسر حیران سرگرداں ہیں۔ محض اس لئے کہ وہ حقیقت کا اعتراف کرنے پر آمادہ نہیں۔

---

(۱) فتح مکہ کے بعد تمام قریشیوں نے آپؐ کے ساتھ مناسک حج ادا کیے، قریش کا خیال تھا کہ حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے قبیلہ قریش نے اپنے لیے جو امتیازی خصوصیات رکھ چھوڑی تھیں آپؐ آج ان کی توثیق فرما دیں گے مگر آپؐ نے قریش کے تمام امتیازات مٹا کر اُن کی امیدوں پر پانی پھیر دیا...... از مترجم

(۲) دیکھئے شروحات کتاب مقدس۔ خصوصاً نبی یٹس کی مکاشفات (ریویلیشن) کی شرح میں فصل نیا یروشلم۔ علاوہ ازیں دیکھئے کتاب میثاق النبیین کتبه عبدالاسلام طویلة اور امام ابن القیمؒ کی کتاب هدایت الحیاری اور کتاب المسیح الدجال کتبه سعید ایوب۔ مزید برآں امام ابن تیمیہؒ کی شہرہ آفاق تصنیف: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔ امام ابن تیمیہؒ کی موخر الذکر تصنیف کی بشارات والی بحث میں ہم کچھ اضافہ جات شامل کر کے اس کی ازسرنو اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

سورج کی طرح روشن علامات ہیں مگر بائبل کے مفسرین کو یہ نظر نہیں آتیں۔ چنانچہ وہ اس کی تفسیر میں عجیب وغریب قسم کے خبط مارتے ہیں۔

کبھی کہتے ہیں یہ شہر (نیا یروشلم) کہیں آسمان میں ہے اور تورات میں یہ صفات آئی ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ یروشلم کی ایک رمزیہ تصویر ہے۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ مکمل نجات دہندہ کا یروشلم ہے جو خوش بختی کی ہزاری میں پایا جائے گا۔

ان کو یہ اندازہ بھی نہیں کہ اس قسم کی تفسیریں کر کے یہ اپنے ہی خلاف گواہی دے لیتے ہیں۔ اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے کہ یہ ایک اور یروشلم ہے نہ کہ بیت المقدس والا معروف یروشلم۔ اور یہ کہ اس کے لوگ بنی اسرائیل سے نہیں ہیں۔ جس کسی کی آنکھیں ہیں اسے تو یہ صبح کی روشنی کی طرح نظر آتا ہے۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے حقیقت خود انہی کے صحیفوں سے آشکارا کر دی چاہے یہ حاسد اس سے کتنا ہی جلیں۔

تورات کی مکہ کے بارے میں یہ پیشین گوئیاں اتنی واضح ہیں کہ مغرب کے کسی پڑھے لکھے کو آج کوئی شک ہے تو وہ ذرا اپنا ٹی وی آن کر کے حرم میں تراویح اور حج کے مناظر کی براہ راست فضائی نشریات کا ایک نظر مشاہدہ کر لے اور پھر خود یہ فیصلہ کر لے کہ تورات میں بیان کردہ قبلہ نو کی ان نشانیوں اور ان مناظر میں، جو وہ اپنی آنکھوں سے براہ راست اور زندہ (لائیو) دیکھ رہا ہے، کتنی گہری مماثلت ہے۔ تب مغرب کے اس پڑھے لکھے کو یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ اس کی اپنی ملت کے علماء کو قرآن نے یوں کیوں خطاب کیا:

یا اهل الكتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وأنتم تعلمون (آل عمران: ٧١)	اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپاتے ہو؟

تب مغرب کے اس پڑھے لکھے کو مسیح کے اس فرمان کا مطلب بھی سمجھ آجائے گا جو اس نے سامرہ کی عورت کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ بنی اسرائیل کے دونوں قبلوں میں سے کون سا

افضل ہے؟فرمایا:

یسوع نے کہا :اے عورت یقین کر کہ وہ وقت آرہا ہے کہ نہ تم یروشلم جاؤ گی اور نہ ہی اس پہاڑی (سامرہ) پرخدا کی عبادت کروگی۔

(یوحنا: ۴: ۱۲)

جب صورتحال یہ ہے اور مغرب کا ایک انسان آپ اپنی نظروں سے دیکھ سکتا ہے کہ توراتی پیشین گوئیوں کے ساتھ ان کے احبار ورہبان کیا سے کیا کرتے ہیں تو پھر علمی دیانت اور تحقیقی آزادی (اکیڈمک فریڈم) کا تقاضا ہے کہ بائبل کی تمام پیشین گوئیوں پر ہی ایک نظر ثانی کر لی جائے اور ان کی جو تفسیر ان کے بڑے کرتے رہے ان تفسیرات کو ہی مشکوک جانا جائے۔مغرب کا کوئی دیانتدار شخص یہ علمی موازنہ کر لے تو اسے یہ جانچنے میں ہرگز کوئی مشکل پیش نہ آئے گی کہ وہ کونسی امت ہے جو واقعی خدا کی پسندیدہ ہے اور جس کے ساتھ خدا کی نصرت کا وعدہ ہے اور وہ کونسی امت ہے جس پر خدا کا غضب اور لعنت ہے اور جو کہ انبیاء کی سرزمین پر تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ (رجسہ خراب) لائے گی۔پھر اسے یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ تو محض نمونے کی ایک مثال ہے ورنہ اگر ہم ان کی کتاب کی دوسری پیشین گوئیوں پر بھی بات کرنا شروع کرلیں تو نتیجہ یہی رہے گا۔مگر اپنا اور اس کا وقت بچانے کے پیش نظر .... توراتی اور انجیلی پیشین گوئیوں کی رموز کو حل کرنے کیلئے جو بنیادی کنجیاں (بیسک کیز) درکار ہیں، سب سے پہلے انہی کنجیوں کا ایک نسخہ مغرب کے اس شوق مطالعہ رکھنے والے دیانت دار قاری کی خدمت میں تحفتاً پیش کریں گے اور امید کریں گے کہ مقدس پیشین گوئیوں کے حل رموز کا یہ نسخہ وہ اپنے قریبی ربی (یہودی پروہت) یا پادری کو بھی دے کر آئے گا۔

☆☆☆☆☆

یہ اہل کتاب کی نذر ہے !

بائبل کے ماننے والو !اپنی کتاب کی پیشین گوئیوں کی تفسیریں کرنے میں کب تک اپنی زندگیاں کھپاؤ گے اور اپنی توانائیاں صرف کرو گے؟ کب تک ان پیشین گوئیوں کے حل رموز اور ان کے صغریٰ

وکبریٰ کو ملانے کی ناکام کوششیں کرتے رہو گے؟ کب تک ان پیشین گوئیوں کی تاویلات کیلئے آپس میں الجھو گے اور ایک دوسرے کی غلطیوں کی تصحیح کرتے رہو گے؟ یہی نہیں بلکہ تمہارا تو حال یہ ہے کہ ایک ہی مفسر اپنی ہی کتاب میں بلکہ کتاب کے ایک ہی صفحے پر آگے پیچھے دو متضاد تفسیریں کر جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ آسان ہے، جتنا کہ بچوں کی ابتدائی کتاب میں ملے جلے حروف کی شناخت کرنا !

تمہارے ہاں ان پیشین گوئیوں پر اتنا کچھ لکھ دیا گیا اور ابھی اتنا کچھ لکھا جا رہا ہے کہ اگر یہ سب دیوان اکٹھے کر لئے جائیں اور تمہارے لکھے ہوئے یہ اوراق ارضِ فلسطین میں بچھا دیے جائیں تو ارضِ موعود کے طول و عرض کو ڈھک لیں۔ کیا اتنا بھی ممکن ہے کہ ان شروحات کا انبار تم ایک کتابی نسخے میں مختصر کر لو مگر شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی تضاد نہ پایا جائے!؟ ہم البتہ تمہیں یہ حل رموز کا نسخہ بلا قیمت دینے پر تیار ہیں۔ صرف غور و فکر کی شرط ہے :

(۱) نیا یروشلم = مراد ہے مکہ مکرمہ

(۲) امین + صادق + مخلوق کا سردار + قدوسیوں کا بڑا + فارقلیط = سب سے مراد ہے محمد ﷺ

(۳) ابن آدم جسے آخری زمانے میں آنا ہے + مرد کا بیٹا + نبی آخر الزمان = سب سے مراد ہے محمد ﷺ کیونکہ مسیح علیہ السلام عورت کا بیٹا ہے اور وہ اپنے بعد آنے والے ایک بڑے رسول کے بارے میں خود بتا کر گیا ہے کہ وہ پسر مرد ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی جس معجزانہ انداز میں پیدائش ہوئی اور خود اہل کتاب کا ان کی پیدائش کی بابت جو اعتقاد ہے، اس کے پیش نظر عیسیٰ علیہ السلام پر پسر مرد کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً عیسائی تو مسیح کو ابن آدم یا پسر مرد کیسے کہہ سکتے ہیں جب وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ پسر خدا ہے۔ معاذ اللہ

(۴) مسیح = مراد ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم جو اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول اور رسالت میں محمد ﷺ کے بھائی اور انبیاء میں (زمانی لحاظ سے) آپ کے قریب ترین۔

(۵) جھوٹا مسیح (The false Messiah) = مراد ہے مسیح دجال (Anti Christ)

(۶) درندہ یا حیوان یا جانور (Beast) مراد ہے صہیونیت اپنے دونوں پاؤں (یہودی اور عیسائی انتہا پسند بنیاد پرست) سمیت۔

(۷) جھوٹا نبی = مراد ہے پال، (اور اُس کے) اس کے بعد آنے والے پوپ اور ہر وہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسیح ہے یا یہ کہ مسیح اس کے اندر حلول کر گیا ہے، یا یہ کہ اس پر وحی اور کشف ہوتا ہے۔

(۸) جوج = اس رمز سے مراد ہے زمین میں پائی جانے والی سب سے زیادہ تخریب کار قوم یاجوج وماجوج۔

(۹) چھوٹا سینگ + بربادی کا منحوس پیش خیمہ (Abomination of Desolation) = مراد ہے ریاست اسرائیل

(۱۰) نیا بابل = مراد ہے عصر حاضر کی مغربی تہذیب عموماً اور امریکی ثقافت خصوصاً۔

(۱۱) سلطنت رومائے جدید (The New Roman Empire) = مراد ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ

مغرب کا ہر وہ شخص جو حق کا متلاشی ہے اور ایک ایسے حقیقی ایمان اور مذہب کا طلبگار ہے جو واقعی خدا کے ہاں وقعت رکھتا ہے .... ایسے ہر شخص سے ہماری درخواست ہے کہ بائبل کی پیشین گوئیوں کیلئے حل رموز کا جو نسخہ ہم نے اہل کتاب کو ہدیہ کیا ہے، اس حل رموز کی مدد سے اپنی کتاب مقدس کا ذرا ایک بار مطالعہ کرے اور پھر اس کا ذرا ان شروحات سے بھی موازنہ کرلے جو اہل کتاب کے بنیاد پرست ان پیشین گوئیوں کی تفسیر میں پرانے زمانے سے لے کر آج تک لکھتے چلے آئے ہیں اور اس موازنے کی روشنی میں پھر وہ خود نتائج برآمد کرلے۔ دوران مطالعہ، احتیاط کیلئے، اسے ہم صرف ایک اور بات سے متنبہ رہنے کی تاکید کریں گے اور وہ یہ کہ کتاب مقدس کی کسی جگہ کوئی عبارت بذات خود بھی تحریف زدہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس میں تحریفات کا سلسلہ قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فصل ہفتم

یہود کی واپسی اور
وہ عظیم تاریخی خلا
جس کی یہ کوئی توجیہہ نہیں پاتے

جو بھی توراتی صحیفوں ___ خصوصاً بنی اسرائیل کے دور اسیری کے انبیاء سے منسوب صحیفوں ___ کا مطالعہ کرتا ہے، وہ اس حقیقت کو بہت واضح پاتا ہے کہ یہ صحیفے یہود کے متعلق آخری زمانے کی پیشین گوئیوں پر مشتمل ہیں اور یہ کہ یہودی اس آخری زمانے تک باقی رہیں گے اور ان یہودیوں کا آخری زمانے میں ایک اکٹھ ہوگا اور فلسطین میں ان کی ایک اور سلطنت قائم ہوگی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی زور آور امت کے ذریعے ان پر اپنا غضب برسائے گا جو زمین کے ہر طرف سے آ کر ان پر چڑھائی کرے گی۔

لیکن ان توراتی صحیفوں کی اگر آپ شرحات اور تفاسیر کا مطالعہ کریں تو آپ حیرت و پریشانی کا شکار ہو نگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تفاسیر میں ان توراتی پیشین گوئیوں کی تفسیر اور پھر ان کو تاریخی وقائع پہ فٹ کرنے میں حد درجہ اختلاف اور تعارض پایا جاتا ہے اور جوں جوں زمانہ گزرتا جا رہا ہے اور اہل کتاب میں نئے نئے فرقے اور نئے نئے آراء وافکار جنم پا رہے ہیں توں توں یہ اختلاف اور تعارض اور بھی بڑھتا جا رہا ہے۔

مگر ہم ان پیشین گوئیوں کے ایک قاری کی یہ جاننے میں مدد بہر حال کر سکتے ہیں کہ ان پیشین گوئیوں کے مفسرین کی آراء عموماً دو ہی بڑے نقطہ ہائے نظر پر مشتمل ہیں : ایک نقطۂ نظر یہ کہ تورات میں مذکور یہ پیشین گوئیاں ماضی میں ہی پوری ہو چکی ہیں۔ یہ ایک قدیم رائے ہے جس کی رو

سے یہودیوں کے حق میں یہ خوفناک پیشین گوئیاں ماضی میں پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ یہودی ہر دور میں ان پیشین گوئیوں کو اسی رائے پر محمول کرتے ہیں تاکہ یکسوئی کے ساتھ اب وہ بس ایک نجات دہندہ کی آمد کا ہی انتظار کریں۔

یہ توجیہ ایسی ہے جیسے بعض مسلمانوں کے ہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی بعض پیشین گوئیوں کی بابت یہ کہہ دیا گیا کہ یہ پوری ہو چکی ہیں مثلاً بعض طبقوں نے مہدی منتظر کی آمد کو دولت بنی عبید یا دولت موحدین پر چسپاں کر کے یہ نظریہ قائم کر لیا کہ مہدی کی آمد ہو چکی بلکہ ہو کر گزر چکی۔ اس نظریے پر بہت سے لوگوں نے یقین بھی کر لیا اور اب بھی ان کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح انجیل متی کا مولف یہ رائے اختیار کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں مسیح کی پہلی بار کی آمد سے ہی متعلق ہیں۔ اس رائے سے کیتھولک متاثر بھی ہوئے اور ان کی اکثریت اسی کی جانب مائل رہی۔

اہل کتاب کے بعض طبقوں کی یہ رائے ہی اس بات کا سبب بنی کہ زمانہ نو کے کتاب مقدس کے تاریخی نقد و جائزہ کے اسکول آف تھاٹ نے اس پر اپنے خیالات کی بنیاد رکھی حتیٰ کہ ان میں سے بعض انتہا پسندی میں یہاں تک چلے گئے کہ ان انبیاء کا سارا کلام ہے ہی ماضی کی تاریخ پر نہ کہ مستقبل کی پیشین گوئیوں پر۔ اس رائے کی رو سے انبیاء صرف اور صرف ماضی کے وقائع کے راوی قرار پائیں گے نہ کہ مستقبل کے پیشین گو۔

یہ روش حقیقت میں ان پیشین گوئیوں کی نص سے بھی متصادم ہے اور ان پیشین گوئیوں کی روح سے بھی۔ آخر اس بات کا کیا مطلب رہ جاتا ہے کہ خدا کسی نبی کو کہے کہ اٹھو اور بنی اسرائیل کو پیشین گوئی کرو، یا مصر کو پیشین گوئی کر کے دو یا ادوم کو پیشین گوئی کرو .... جبکہ وہ ماضی کا واقعہ ہو اور نبی کے کہنے سے پہلے ہی پیش آ چکا ہو؟

اس بات پر کوئی تاریخی دلیل بھی موجود نہیں کہ ان انبیاء کی بعثت ان واقعات کے بعد ہوئی جن کی ان انبیاء نے پیشین گوئی کی۔ یہ رائے محض تخمین بلکہ تکے پر قائم کر لی گئی ہے۔

اس بنا پر ہم اس رائے کو رد کرنے میں اپنے لئے کوئی مشکل نہیں پاتے۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ تاریخ کا علم اب آج کے اس دور میں کہیں زیادہ ترقی کر گیا ہے اور تاریخی وقائع کو جاننا اب کہیں زیادہ آسان ہو گیا ہے۔ چونکہ ایسے واقعات کے وقوع پذیر ہو چکے ہونے کی، تاریخ تائید نہیں کرتی لہذا یہ نقطہ نظر کہ ان پیشین گوئیوں کو مستقبل میں پیش نہیں آنا بلکہ ماضی میں وقوع پذیر ہو چکیں، آپ سے آپ بے وزن ہو جاتا ہے۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ پیشین گوئیاں اپنے ظاہر پر محمول ہوں اور ان کے مستقبل میں پیش آنے کو ہی ترجیح دی جائے۔ یہی احتمال منطقی اور درست ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ ان پیشین گوئیوں کو مسیح کی آمد اول پر منطبق کر دینا نہ تو عقلی طور پر درست ہے اور نہ تاریخی طور پر۔ کیونکہ یہ پیش گوئیاں اقتدار، سلطنتوں اور جنگوں سے متعلق ہیں .... جو کہ مسیح کے دور میں وقوع پذیر نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے اکثر شارحین، خصوصاً ان آخری صدیوں میں پائے جانے والے شارحین ان پیشین گوئیوں کو عہد خلاصی ___ جسے یہ عہد مشیحی (ش کے ساتھ) کہتے ہیں ___ پر فٹ کرتے ہیں۔ یعنی آخری زمانے کے وہ واقعات جو دنیا کا حساب کتاب ہونے سے کچھ پیشتر یا عین اس وقت رو پذیر ہوں گے۔ یہ عہد خلاصی نصاریٰ کے ہاں مسیح کی دوبارہ آمد سے مشروط ہے جبکہ یہودی عقیدے کی رو سے یہ 'بادشاہ' کے آنے سے مشروط ہے جو داؤد کی نسل سے ہوگا اور جس کا لقب ان کے ہاں 'شہنشاہ امن' ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب کے یہ دونوں مکتب فکر بلکہ یوں کہیے تو ارتی پیشین گوئیوں کی تفسیر کرنے والے یہ دونوں فریق اس بات پر بہر حال متفق ہیں کہ مسیح کے زمانے سے لے کر یا پھر اس سے کچھ دیر بعد سے لے کر اب تک تاریخ کے واقعات میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جن پر یہ پیشین گوئیاں پوری آتی ہوں۔ اور یہ کہ معاملہ قرب قیامت کے بڑے واقعات ہونے تک ایسا ہی رہے گا۔ بلاشبہ یہ ایک جائز مفروضہ ہے اور اس کو جواز دینے والا ایک ایسا سبب ہے جو بے انتہا عظیم الشان اور بے انتہا اہمیت کا مالک ہے !!۔

ضرور کوئی ایسی بات ہے جس سے یہ لوگ عمداً اور قصداً بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سب پیشین گوئیوں کو اس طویل تاریخی مرحلے پر فٹ کرنے سے بچتے ہیں جو کہ ان کے اور دورِ مسیح کے مابین گزرا ہے۔ بھلا وہ کیا بات ہے؟!! اور اتنا بڑا تاریخی خلا یوں چھوڑ دینے پر اس قدر اصرار کیوں؟ اس تاریخی خلا کو پر کئے بغیر یوں چھوڑ دینے کا کیا سبب ہے جو زمانہ گزرنے کے ساتھ اور سے اور وسیع ہوتا جارہا ہے اور جو کہ ہزاروں سال تک دراز ہوسکتا ہے اور جس کے ختم ہونے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے؟

یقیناً اس چشم پوشی کو محض اتفاق کہنا بہت بعید ہے۔ مگر ان کی مشکل یہ ہے کہ یہ اپنے سامنے تاریخ انسانی کا سب سے بڑا اور تاریخ کی سب سے زیادہ توجہ لینے والا واقعہ صاف رونما ہوتا دیکھتے ہیں۔ یعنی محمد ﷺ کی بعثت اور آپؐ کے دین کا سب ادیان پر چھا جانا۔ اب ان کے سامنے دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں :

(۱) یا تو یہ ان باتوں پر ایمان لے آئیں جو ان کے انبیاء کی پیشین گوئیوں میں محمد ﷺ کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔ یا کم از کم ان پیش گوئیوں کی ان باتوں پر ایمان لے آئیں جو آپ کی امت اور اس کے دورِ اقتدار پر چسپاں ہوتی ہیں، جس سے خود بخود آپؐ پر ایمان لانا اور یہ اعتراف کرنا لازم آجاتا ہے کہ ان کے انبیاء کی بعض پیشین گوئیوں کا تعلق محمد ﷺ کی ذات مبارک سے ہے۔ ایک کے بعد دوسری بات خود بخود تسلیم کرنا پڑتی ہے آخر میں پہنچیں تو ان کے انبیاء کی پیشین گوئیوں کی سب گمشدہ کڑیاں آپ سے آپ مل جاتی ہیں۔ ان گمشدہ کڑیوں کے ملنے سے یہ زنجیر ایک بہترین انداز میں جڑ جاتی ہے مگر اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ اسلام اور اسلامی دولت واقتدار اور اسلام کے دورِ تہذیب کے حق میں ایک منہ بولتی شہادت بھی بن جاتی ہے !!

اس راستے کو ظاہر ہے اہل کتاب کے بہت تھوڑے شارحین ہی اختیار کر سکتے تھے کیونکہ اس کو اختیار کرنے والے آپ سے آپ اس برگزیدہ امت میں آملتے ہیں اور جو اس امت سے آملے اس کو یہ اپنے ہاں سے خارج کردیتے ہیں !!

(۲) اور یا پھر یہ کریں کہ ان پیش گوئیوں میں ہر وہ چیز جس کا اس دین (اسلام) سے کوئی تعلق بنتا ہے اس سے صاف نظر پھیر جائیں اور اس کو اس ڈھٹائی سے چھپائیں کہ دیکھنے والا سر پکڑ کر رہ جائے۔ان لوگوں نے بھی ،سوائے بہت تھوڑوں کے، یہی روش اختیار کی ہے۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ ان کے پچھلے زمانے کے کافران سے کہیں بہتر رہے ہیں۔میری مراد ہے ازمنہ وسطی کے محققین جو کہ اس (امت محمدؐ کے مرحلے) سے صرف نظر کیے بغیر نہیں رہے تاہم وہ اس کی تفسیر میں مختلف نقطہ ہائے نظر میں بٹے رہے اور وہ یوں کہ:

(۱) ان میں سے کچھ نے اپنے آپ کو مجبور پایا کہ محمد ﷺ کی نبوت سے انکار تو ممکن نہیں اور یہ کہ آپ کی بعثت اور آپ کی امت کا شہرہ واقتدار بھی واقعتاً دنیا کی تاریخ کا عظیم ترین واقعہ ہے۔ان کو اس بات کی بھی کوئی تُک نظر نہ آئی کہ ان کی یہ عظیم مذہبی پیشین گوئیاں بنی اسرائیل کی ایک چھوٹی سی کنبہ نما قوم سے تو بحث کریں اور تاریخ کے اس اہم ترین اور عظیم ترین واقعے کو نظر انداز کر دیں جس نے دنیا بھر کے بت خانے الٹ ڈالے اور دنیا کی بڑی بڑی بت پرست شہنشاہتوں کو زیروزبر کر کے رکھ دیا اور ان سب مشرک تہذیبوں اور سلطنتوں کو ملبہ بنا کر زمین میں خدائے واحد کی وہ مملکت قائم کی جو زمین کے ان سب دور افتادہ خطوں میں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اس کے سب رسولوں کی تعظیم وتقدیس کرتی رہی۔یہ وہی مملکت تھی جس نے عدل کو پھیلایا اور زمین کے بڑے حصے پر انسانوں کیلئے دین اور ان کے جان ومال کا تحفظ یقینی بنایا۔ان لوگوں کو تاریخ انسانی کے چیختے حقائق اپنے اس اندھے تعصب سے متصادم نظر آئے جو یہ اپنے دین کیلئے رکھتے ہیں۔تب انہوں نے اس الجھن سے نکلنے کی یہ راہ پائی کہ یہ نبوت تو ہے مگر یہ (یہود ونصاریٰ) اس شریعت کے مخاطب نہیں اور یہ کہ دینِ اسلام بطور خاص عرب کیلئے آیا ہے۔اس نقطہ نظر کو اختیار کرنے والوں میں مشہور ترین شخصیت پال راہب ہے [1] جس کا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب **الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح** میں رد کیا تھا۔

---

(۱) مراد وہ پال نہیں جو عیسائیت کی تاریخ کا بڑا کردار ہے اور جو کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے پایا گیا۔یہ پال راہب رسول اللہ کے بعد پایا گیا۔مترجم

(۲) ان میں سے کچھ کو محمد ﷺ کی نبوت کا اثبات کرنا گراں گزرا اور انہوں نے آپ کو بخت نصر اور سنحاریب Sencharib جیسے بادشاہوں کی طرح کا ایک بادشاہ قرار دیا اور یہ عقیدہ اختیار کیا کہ آپ کی امت کا صدیوں پر پھیلا ہوا یہ اقتدار انہی بت پرست شہنشاہتوں کا ایک تسلسل ہے۔

یہ موخر الذکر فریق نہ تو درحقیقت اپنی ہی کتب کی پیشین گوئیوں پر چلے، اور نہ اسلام ہی پر ایمان لائے، اور نہ اپنے ہم مذہبوں کو ہی کوئی کام کی توجیہہ کر سکے تھے۔ چنانچہ یہ اپنے سے پہلے مذکورہ گروہ کی نسبت تعداد میں بھی کم رہے اور اپنے ہم مذہبوں کے اندر پذیرائی حاصل کرنے میں بھی قابل قدر مقام نہ بنا سکے۔

(۳) ان میں سے کچھ غالی اور سرکش ہوئے اور حقیقت کو سو فیصد الٹ کر دیا۔ ان کو دن رات نظر آیا اور رات کو یہ دن دیکھنے لگے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ خاتم المرسلین معاذ اللہ وہ دجال یا جھوٹا نبی یا درندہ ہے جس کا ان کی پیشین گوئیوں میں ذکر ہے اور یہ کہ آپؐ سے اور آپؐ کی امت سے جنگ کرنے والے لوگ ہی قدوسی ہیں اور وہ پاکباز اور فرشتہ صفت نیکوکار ہیں (جو آخری زمانے میں دجال سے جنگ کریں گے) اس شرمناک تفسیر پر چلنے والے وہ پوپ اور پادری تھے جو عالم اسلام پر صلیبی حملوں کے روح رواں تھے اور جو کہ یورپی اقوام کو ایک بڑی سطح پر بے وقوف بنانے اور جذبات میں لا کر مسلم ملکوں پر چڑھا لانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

(ملاحظہ ہو کتاب "In Pursuit of the Millennium" by: Norman :
(Cohen

محمد ﷺ اور آپ کی امت کے اس طویل ترین دور اقتدار اور آدھی دنیا پر مسلسل چھائے رہنے اور زمین کے بڑے حصے میں صدیوں تک خدائے واحد کی عبادت کرنے اور کروانے کے ..... تاریخ کے اس روشن ترین واقعہ کی توجیہ کرنے میں یہ تینوں نقطہ ہائے نظر جو ہم نے ازمنہ وسطیٰ کے یورپی محققین کے حوالے سے اوپر بیان کئے ..... یہ سب کے سب نقطہ نظر اس قدر واضح منفی نتائج کے حامل ثابت ہوئے کہ بعد میں آنے والے بہت سے محققین کے سامنے اس معاملے پر چپ سادھ لینے اور

بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس سے کنی کترا جانے کے سوا کوئی راستہ نہ بچا۔ یورپ کے بیشتر محققین نے اسی راستے کو اپنے حق میں بہتر پایا خاص طور پر ان محققین نے جو علمیت اور موضوعیت (آئینکلوازم) کا لبادہ اوڑھے رہے !!

یہ سب قدیم آراء اس دھینگامشتی کی گرد میں قریب قریب روپوش ہی ہو چکی تھیں جو اس جدید زمانے میں بڑے عرصے سے ایک طرف کلیسا اور سائنس کے درمیان ہوتی آئی ہے تو دوسری طرف مذہبی عیسائیت کے اپنے ہی فرقوں کے درمیان۔ تاریخ کے اس اسلامی سنہری دور کو فی الوقت نگاہوں سے روپوش کرادینے میں اضافی سبب جو بنا وہ تھا مسلمانوں کا اپنا آپ ہار کر مغرب کا دست نگر بن جانا۔ پھر عین اسی دوران یہودی بھی اپنے ان باڑوں سے نکل کر (جو دنیا کے ہر بڑے شہر میں ان کے آبادی سے ہٹ کر رہنے کیلئے بنائے جاتے تھے اور یہ اتنے مشہور تھے کہ انگریزی ڈکشنری میں ان یہودی باڑوں کا نام (گیٹو ghettos) پڑ گیا تھا) یہ یہودی اپنے باڑوں سے نکل کر اب دنیا کا سونا لوٹنے کیلئے اور عالمی سود و دولت کی ذخیرہ اندوزی کی دوڑ میں آگے پیچھے بھاگ رہے تھے اور ان میں سے کسی کو بھی اپنا ارض میعاد اور عہد خلاصی کا خیال پریشان نہ کرتا تھا۔

مگر جدید زمانے میں ایک دم صہیونی تحریک کی ولادت نے ان مردہ آراء کو پھر زندہ کر دیا اور ان سب مسائل کو مذہبی ایمانیات اور فکری جدلیات کا پھر سے موضوع بنا دیا !!

عجیب بات یہ کہ اس صہیونی تحریک کی ولادت ایک یہودی تحریک کے طور پر نہ ہوئی تھی بلکہ اس تحریک نے دراصل نصرانیت کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔ یہودیوں میں اس تحریک کے پرچارکر بعد میں پیدا ہوئے، جو کہ سب کے سب سیکولر اور لادین تھے۔ کوئی آنکھ یہ دیکھنے میں دھوکہ نہیں کھا سکتی کہ کیبوٹز کے صہیونی زرعی فارم دراصل اشتراکیت کا ہی ایک تطبیقی نمونہ تھا۔ کسی بھی حقیقت کے متلاشی کو اس بات کی دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں کہ یہود کی ایک بہت بڑی تعداد اسرائیل کی موجودہ ریاست کے قیام کو خدائی احکامات کی پامالی اور یہود کیلئے ہلاکت کا پیش خیمہ جانتی ہے۔ دراصل عیسائی بنیاد پرستی کی صورت میں سامنے آنے والی اس نصرانی صہیونیت نے ہی آراء و افکار کے اس پرانے معرکے کو ایک

نئے سرے سے زندہ کیا۔ اسی نے بائبل کی پیشین گوئیوں کی من گھڑت تاویلات کو ایک نئے انداز سے رواج دیا اور ابھی تک دیئے جا رہی ہے۔ اسی نے یہ نظریہ اپنایا کہ (فلسطین میں) ایک یہودی ریاست کا قیام دراصل نزولِ مسیح کی تمہید ہے اور یہی وہ تحریک ہے جس کی، مشرقِ وسطی کے امن پروگرام کے ناکام ہونے اور انتفاضۂ نو کے شروع ہو جانے پر خوشی سے باچھیں کھلی تھیں کہ اس طرح ارضِ موعود میں فریقین کے مابین برپا ہونے والے خوں آشام معرکہ ہرمجدون شروع ہو جائے گا۔

یہ صہیونیت کا نصرانی پاٹ ہی وہ لوگ ہیں جو عملاً اور بہت واضح انداز میں اس ''تاریخی خلا'' کو، جس کا ان کے بڑوں کے پاس کوئی جواب نہیں، پھر سے موضوع بحث بنا دینے کا سبب بنے اور یوں انہوں نے اس تاریخی خلا کو اس کی اس پوری وسعت کے ساتھ لوگوں کے ذہن میں ایک سوالیہ نشان بنا دیا۔ مغربی محققین جو آج تک اس موضوع پر چپ سادھے رہے تھے اور اس سوال کا جواب دینے سے کنی کتراتے رہے تھے، یہ لوگ خود اس کا پول کھول دینے کا سبب بنے۔ چنانچہ اب یہ اپنے سب ہم مذہبوں کو ایک ایسے موضوع کی جانب لے کر آگے بڑھ رہے ہیں جو مغرب میں بڑی دیر تک 'خطرناک' اور جس کے پاس پھٹکنا 'نقصان دہ' سمجھا جا تا رہا تھا !!

یوں نوبت اس حد کو پہنچی کہ عالمی مسائل سے بحث کرنے والے افکار عمومی طور پر اور مستقبل کے جائزہ و مطالعہ سے متعلق افکار خصوصی طور پر ایک افراتفری کا شکار ہو گئے ہیں اور ایک ایسے بحران میں پڑ رہے ہیں جو ایک بڑے تضاد پر قائم ہے۔ اس تضاد کی بنیاد یہ ہے کہ ایک طرف ان کی مذہبی کتابوں کی وہ سب پیش گوئیاں جو خلاصی و نجات اور عدل اور امن کے دور سے متعلق ہیں مگر ساتھ میں اس ''امت'' کا ذکر بھی کرتی ہیں جسے خدا شر کی قوتوں کے خلاف اپنے انتقام کا ذریعہ بنائے گا اور جسے وہ کفر و ظلم اور فساد کی قوتوں پر مسلط کرے گا .... یہ سب کی سب پیشین گوئیاں ایک طرف ان کے بقول آخری زمانے سے متعلق ہیں اور مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں پوری ہونے والی ہیں اور دوسری طرف عقلی طور پر ان کے اس دعوے کا مطلق طور پر انکار کیا جا رہا ہے کہ اسرائیل کا قیام اور نئے ہزار سالہ (میلینیم) کا شروع ہو جانا دراصل زمانہ ختم ہونے کی ابتداء ہے اور یہ کہ وہ انہونا مستقبل، جس کی پیش گوئی کی گئی

ہے، وہ یہی حال کا زمانہ ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس تضاد کا سبب دراصل اہل کتاب کے افکار کا اپنا تناقض ہے جس میں ان کے ایک گروہ نے اس بڑے تاریخی خلا کی بحث چھیڑ دی ہے اور ان کا ایک دوسرا گروہ اس خلا کو پُر کرنے کی ہر غیر معقول اور غیر منطقی کوشش کر رہا ہے !

یوں اہل کتاب کے ہاں ان دو رویوں یعنی اس تجاہل عارفانہ اور اس قصداً تحریف کے بیچ میں حق روپوش ہو کر رہ جاتا ہے اور اللہ کی یہ بات ان پر بیچ آتی ہے :

یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق وانتم تعلمون (آل عمران : ۷۱)

اے اہل کتاب، آخر تم حق اور باطل خلط ملط کیوں کرتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپاتے ہو؟

حقائق کو الٹ پلٹ دینا ہی ان اہل کتاب کا ایک جرم نہیں بلکہ نجات کیلئے انسانیت کی سب امیدیں ختم کر کے رکھ دینا اور حق اور خیر اور امن کے جیت پانے کیلئے انسانیت کی سب آرزوؤں کا خون کر دینا بھی ان کا ایک ایسا جرم ہے جس کے مذموم ہونے پر پوری دنیا کے خردمندوں اور ہر مذہب کے لوگوں کا اتفاق ہو جانا ضروری ہے !

جب یہ واضح ہے کہ دنیا کے عقلمند ___ جن میں کہ خود امریکہ کے عقلمند بھی شامل ہیں ___ دنیا کے اس مستقبل پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے، جس کا ڈراؤنا نقشہ اس وقت یہ لوگ کھینچ رہے ہیں۔ تو پھر نجات اور خلاصی کی راہ کہاں باقی ہے؟ عظیم خالق کی وہ حکمت، وہ رحمت اور وہ عدل کہاں ہے جس پر آسمانی کتابیں ہی نہیں انسانی فطرت اور انسانی عقل بھی شاہد ہے اور جس کی کہ طویل تاریخی وقائع بھی شہادت دیتے آئے ہیں؟ کیا اس اشرف المخلوقات کا ایسا ہی افسوسناک خاتمہ اور ایسا ہی تاریک انجام ہونا چاہئے؟

چونکہ حتمی اور قطعی طور پر اس بات کا جواب نفی میں ہے، اور چونکہ حقیقت کو ثابت کر دینا اور انسانیت کو روشنی کی نوید دینا صرف ایک مسلمان تحقیق نگار کے بس میں ہے، کہ تنہا وہی ہے جسے نقل صحیح

(وحی ثابت) اور عقل صریح ایک ساتھ میسر ہے۔اور چونکہ ایک مسلمان حقائق سے بحث کرنے میں انصاف اور علمی غیر جانبداری کا دامن کبھی خوف تنقید کے باعث نہیں تھامتا بلکہ ایک مسلمان کی علمی دیانت کا سبب محض اللہ کا خوف اور اس کے حکم کی تعمیل کا جذبہ ہوا کرتا ہے اس لئے ہم مسلمانوں پر زور دیتے ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر اپنا یہ فرض پورا کریں اور انسانیت تک اس کی یہ امانت پہنچائیں۔ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سطور لکھ دینا ان سب مسلمانوں کیلئے یاددہانی کا درجہ رکھے گا اور دنیا کی ہر ملت اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے انصاف وخیر پسندوں کیلئے الارم کی حیثیت ،خصوصاً اہل کتاب کیلئے جن کے بارے میں ہماری آرزو اور امید ہے کہ ان کا ایک طبقہ ضرور ہماری ان گزارشات کی روشنی میں اپنی کتاب کی پیشین گوئیوں پر ایک نظر ثانی کرے گا۔

☆☆☆☆☆☆

فصل ہشتم

دانیال کی پیش گوئی

دانیال بنی اسرائیل کے انبیا میں سے ایک نبی ہوگزرے ہیں۔ ان کے نام سے اہل کتاب کے ہاں الگ سے ایک صحیفہ پایا جاتا ہے جو کہ اہل کتاب کے بیشتر صحیفوں سے ممتاز ہے اگرچہ اس عمومی مصیبت (قطع و برید) سے یہ صحیفہ بھی، دوسرے صحیفوں کی طرح محفوظ نہیں جو کہ تحریف اور تبدیلی کی صورت میں ان کے اندر وارد ہوئی ہے۔ اس صحیفے کے امتیازی اوصاف میں یہ باتیں شامل ہیں:

(اول) صحیفہ میں عقیدہ توحید کا واضح ہونا۔ چنانچہ یہ صحیفہ اللہ تعالیٰ کو "آسمان کا خدا" کا نام دیتا ہے بر خلاف ان کے عام صحیفوں کے جو کہ اللہ تعالیٰ کو فوجوں کا خدا، رب الافواج کے نام سے ذکر کرتے ہیں (جو کہ ایسا نام ہے جو کہ اللہ کے بارے میں اور عام انسانوں کے بارے میں یہودی ذہنیت کو واضح کرتا ہے) دانیال کا صحیفہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح صفات بیان کرتا ہے جس کی دوسرے صحیفوں میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ اللہ کو حی اور قیوم کہتا ہے جو حکمت اور جبروت کا مالک ہے اور علم و تدبیر اور قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ وہ بادشاہوں کا رب ہے، اور راز کی باتیں آشکارا کرتا ہے اور سجدے و عبادت کا یکتا و تنہا حقدار ہے اور یہ بھی کہ جادو، فالگیری اور ستارہ شناسی سب باطل ہے وغیرہ وغیرہ۔

(دوم) اس صحیفے میں وارد ہونے والی پیشین گوئیوں کا ان تاریخی واقعات سے مطابقت رکھنا جو کہ تواتر کے ساتھ معلوم ہیں اور ان واقعات کو صرف ایک متعصب شخص ہی مشکوک ٹھہرا سکتا ہے۔

(سوم) اس صحیفے کا ایسی صریح بشارات پر مشتمل ہونا جو ختم نبوت سے متعلق ہیں اور اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ابدلآباد تک باقی رہنے والی رسالت ظہور میں آنے والی ہے۔

(چہارم) دانیال کی پیشین گوئی کا کچھ خاص اعداد پر مشتمل ہونا جو کہ اہل کتاب کی طویل تاریخ کے ہر دور میں بحث و تکرار کا موضوع بنی رہی ہیں۔

جہاں تک خود دانیال نبی کا تعلق ہے تو وہ یوسف علیہ السلام سے بہت ہی مشابہ شخصیت نظر آتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی طرح یہ نبی بھی ارضِ بابل میں پردیسی اور مظلوم ہیں مگر اللہ تعالیٰ علم اور خوابوں کی تعبیر عنایت فرما کر بادشاہ کے ہاں ان کی قدر و منزلت بلند کر دیتا ہے۔ سب عزت و مرتبت پا لینے کے بعد بدستور یہ توحید کے داعی رہتے ہیں اور کوئی فتنہ انہیں اس مشن سے نہیں ہٹاتا۔

اسلامی تاریخ میں بھی دانیال کی نسبت سے ایک واقعہ مشہور ہے جسے ابن اسحاقؒ، ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ وغیرہ نے ان تابعین سے روایت کیا ہے جو تستر کی فتح میں شریک تھے۔ ان میں ابوالعالیہؒ اور مطرف بن مالکؒ کا بھی ذکر آتا ہے۔ اس واقعہ میں ایسی باتیں مذکور ہیں جو ہمارے اس موضوع سے بھی متعلق ہیں کہ فاتح مسلمان فوج نے دانیال کی میت ایک تختے پر پڑی ہوئی پائی اس حالت میں کہ میت ویسی کی ویسی اپنی اصل حالت میں پڑی تھی کوئی ذرہ بھر تبدیلی اس میں نہ آئی تھی سوائے گدی پر چند بالوں کے۔ میت کے سرہانے ایک صحیفہ رکھا تھا۔ مسلمان فوج نے وہ صحیفہ اٹھا کر عمرؓ کے پاس پہنچا دیا۔ عمرؓ نے (یہود میں سے اسلام قبول کرنے والے عالم) کعب الاحبار کو طلب فرمایا اور کعب نے اس کو عربی نسخ میں لکھ دیا۔ ابوالعالیہؒ کہتے ہیں میں پہلا شخص تھا جس نے وہ صحیفہ پڑھا۔ راوی جو ابوالعالیہ سے روایت کرتا ہے کہتا ہے میں نے ابوالعالیہؒ سے دریافت کیا: صحیفے میں کیا لکھا تھا؟ ابوالعالیہؒ نے کہا: تمہاری سب سیرت تمہارے تمام امور اور تمہارے کلام کے لہجے تک اور جو کچھ آئندہ پیش آنے والا ہے۔ (دیکھیے البدایہ والنہایہ للامام ابن کثیر (۱:۴۰-۴۲)، دلائل النبوۃ للبیہقی (۱:۳۸۱)۔ المصنف لابن ابی شیبہ (۷:۴) اور کتاب شفاء الصدور (۳۳۶) مرعی الکرمی جمال حبیب کی تحقیق کے ساتھ)

چنانچہ دانیال کے مذکورہ بالا صحیفے کی نص کا ترجمہ باقاعدہ عربی میں ہوا اور وہ بھی عبری لسانیات کے ماہر کعب الاحبار کے ہاتھوں اور اسے بہت سے لوگوں نے پڑھا۔ چنانچہ بعید نہیں وہ علمائے اسلام جنہوں نے کتب سابقہ میں محمد ﷺ کے متعلق بشارتوں پر تالیفات لکھی ہیں مثلاً ابن قتیبہ اور ابن ظفر وغیرہ وہ اس صحیفے پر مطلع ہوئے ہوں۔ البتہ اگر ایسا نہ ہوا اور ان کی معلومات کا مصدر تورات کے صرف

وہ صحیفے ہوں جوان کے دور میں پائے گئے تو یہ کہیں زیادہ قوی اور بامعنی بات قرار پائے گی۔ کیونکہ مسلمانوں کے جہابذہ اہل علم اپنے نقل کرنے میں کبھی کوئی غلط اور من گھڑت حوالہ دینے کے موردالزام نہیں پائے گئے حتی کہ اُس وقت کے ان کے معاصر اہل کتاب نے بھی ان کو اس معاملے میں کبھی نہیں جھٹلایا۔

بلکہ ابن قتیبہؒ نے تو اس حد تک کہا، جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی الجواب الصحیح میں ابن قتیبہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے :

اور یہ پیشین گوئی (محمد ﷺ کے بارے میں) یہود اور نصاریٰ کے ہاں اب بھی پائی جاتی ہے، جس کو یہ پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس میں مذکور شخص ابھی ظاہر نہیں ہوا۔

اس کے باوجود یہاں ہم ان روایات پر سہارا نہیں کریں گے جو علمائے اسلام کے ذریعے پرانے اہل کتاب سے منقول ہوئی ہیں بلکہ ہم اپنی گفتگو کیلئے ان نصوص کو بنیاد بنائیں گے جو اس وقت اہل کتاب کے ہاں پائی اور پڑھی جاتی ہیں۔

دانیال کی عظیم پیشین گوئی :

بادشاہ بنوکدنضر (بخت نصر) نے ایک عجیب خواب دیکھا جس نے اسے پریشان کردیا۔ بادشاہ نے جادوگروں اور فال گیروں کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کا یہ خواب بھی بوجھیں اور اس کی تعبیر بھی بتائیں۔ سب عاجز آ گئے۔ مگر دانیال نے اللہ تعالیٰ سے عجز وانکسار سے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا وہ خواب بھی اور اس کی تعبیر بھی دانیال کو الہام کردیا۔ پس وہ بادشاہ کے پاس آیا اور وہ گویا ہوا :

وہ بھید جو بادشاہ نے پوچھا، حکماء اور نجومی اور جادوگر اور فالگیر بادشاہ کو نہیں بتا سکتے۔ لیکن آسمان پر ایک خدا ہے جو راز کی باتیں آشکارا کرتا ہے اور اس نے بنوکدنضر (بخت نصر) بادشاہ پر ظاہر کیا ہے کہ آخری ایام میں کیا وقوع میں آئے گا۔ تیرے خواب اور تیرے دماغی خیال جو تو نے اپنے پلنگ پر دیکھے یہ ہیں :

اے بادشاہ تو اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا خیال کرنے لگا کہ آئندہ کو کیا ہوگا۔ سو وہ جو رازوں کا کھولنے والا ہے تجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ کیا کچھ ہوگا۔ لیکن اس راز کے مجھ پر آشکار ہونے کا سبب یہ نہیں کہ مجھ میں کسی اور ذی حیات سے زیادہ حکمت ہے بلکہ یہ کہ اس کی تعبیر بادشاہ سے بیان کی جائے اور تو اپنے دل کے تصورات کو پہچانے۔

اے بادشاہ تو نے ایک بڑی مورت دیکھی۔ وہ بڑی مورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اُس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے۔ اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اُس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تابستانی کھلیان کے بھوسے کی مانند ہوئے اور ہوا ان کو اڑا لے گئی۔ یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین میں پھیل گیا۔ وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں۔

اے بادشاہ تو شاہنشاہ ہے جس کو آسمان کے خدا نے بادشاہی و توانائی اور قدرت و شوکت بخشی ہے اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چرندے اور ہوا کے پرندے تیرے حوالہ کر کے تجھ کو ان سب کا حاکم بنایا ہے۔ وہ سونے کا سر تو ہی ہے۔ اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہو گی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کی طرح مضبوط ہوگی اور جس طرح لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب

چیزوں پر غالب آتا ہے ہاں جس طرح لوہا سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا اور کچلتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی اور کچل ڈالے گی۔اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہوگا مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا اس میں لوہے کی مضبوطی ہوگی اور چونکہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں اس لئے سلطنت کچھ قوی اور کچھ ضعیف ہوگی۔اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا وہ انسانوں کی نسل سے آمیزش کریں گے لیکن جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسے ہی وہ بھی باہم میل نہ کھائیں گے۔

اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔ جیسا تو نے دیکھا وہ پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی پہاڑ سے کاٹا گیا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے۔اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔

تب بنوکدنضر (بخت نصر) بادشاہ نے منہ کے بل گر کر دانیال کو سجدہ کیا اور حکم دیا کہ اسے ہدیہ دیں اور اس کے سامنے بخور جلائیں۔بادشاہ نے دانیال سے کہا: فی الحقیقت تیرا خدا معبودوں کا معبود اور بادشاہوں کا خداوند اور بھیدوں کا کھولنے والا ہے کیونکہ تو اس راز کو کھول سکا۔

(دانیال ۲: ۲۷-۴۸)

یہ ہے اس خواب کی نص جس کا ہمیشہ یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب کے صحیفوں میں تاریخ کی بابت پایا جانے والا یہ مشہور ترین اور سچا ترین خواب ہے۔اس کی تعبیر کیلئے کسی لمبی چوڑی

ذہانت کی ضرورت نہیں۔ نہ ہی اس کے بارے میں کسی اختلاف کی گنجائش ہے کیونکہ نبی نے خود ہی اس کی تعبیر کردی ہے۔ مگر اہل کتاب نے اس میں عمداً تلبیس کی اور بڑی کوشش کے ساتھ اس پر اختلاف کیا جس کی وجہ ان کے اندر کا حسد تھا جبکہ حق ان پر پوری طرح واضح ہو چکا تھا۔ چنانچہ کئی صدیوں تک یہ اس خواب کو بھی مانتے رہے اور اس کی تعبیر کو بھی۔ اس سارے عرصے کے دوران میں ان کو اس پر شک نہ ہوئی کہ یہ پیشین گوئی اپنے ظاہر پر ہی محمول ہونی چاہئے اور یہ کہ اس پیشین گوئی میں مذکور پہلی مملکت (سونے کا سر) بابل کی سلطنت ہے اور یہ کہ دوسری مملکت (چاندی کا سینہ) فارس کی سلطنت تھی جو کہ بابلی سلطنت کے بعد قائم ہوئی اور عراق، شام اور مصر پر حکمران ہوئی۔ اور یہ کہ تیسری مملکت (تانبے کی رانیں) سلطنت یونان تھی جس نے کہ سکندر مقدونی کی بادشاہت کے دور میں (۳۳۳ ق م) سلطنت فارس کو روند ڈالا تھا اور یہ کہ چوتھی مملکت (ٹانگیں لوہے کی اور پاؤں کچھ لوہے اور کچھ مٹی کے) سلطنت روما (رومن ایمپائر) جو کہ بعد از اں دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک مشرقی سلطنت جس کا پایہ تخت بائزنٹائن (قسطنطنیہ) تھا اور دوسری مغربی سلطنت جس کا پایہ تخت اٹلی تھا۔

اہل کتاب میں سے کوئی بھی اس پر ذرا بھر شک نہ کرتا تھا۔ بلکہ یہ سب کے سب اس پر اس قدر گہرا ایمان رکھتے تھے کہ یہ بڑی بے صبری کے ساتھ پانچویں مملکت (دانیال کی پیشین گوئی کی رو سے خدائی سلطنت) کا انتظار کر رہے تھے جو کہ ان شرک اور کفر اور ظلم کی سلطنتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دے گی۔ ان کی بے صبری خاص طور پر اس لئے بھی تھی کہ اس چوتھی سلطنت نے اہل کتاب پر بے انتہا ظلم ڈھایا تھا۔ اسی نے یہود کو ذلیل و خوار کر کے دیس نکالا دیا تھا اور ۷۰ء میں بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا اور مسجد اقصیٰ میں اپنے بت لا کر رکھے۔ پھر اسی رومی سلطنت کے مذہبی بڑوں نے اول اول کے نصاریٰ کو بے رحمی اور سنگدلی سے ایسی ایسی اذیتیں دیں کہ جن کی تاریخ میں مثال ملنا مشکل ہے۔ اس ظلم کا مشہور طاغوتی کردار نیرو اس کی صرف ایک مثال ہے۔ یہ رومی ان عیسائیوں کو تین صدیوں تک ظلم واذیت کی چکی میں پیستے رہے یہاں تک کہ رومی شہنشاہ قسطنطین نے تحریف شدہ عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کیا مگر وہ ظلم جو یہود اور نصاریٰ کے موحد طبقوں پر اور رومیوں کے مخالف سب فرقوں پر روا رکھا جاتا رہا تھا وہ

بدستور جاری رہا۔

چنانچہ ظلم وفساد کی اس مایوس کن فضا میں اہل کتاب بہت بے صبری سے پانچویں سلطنت کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ یقینی طور پر جانتے تھے کہ یہ سلطنت نبی آخرالزمان کے ہاتھوں قائم ہوگی جس کو یہ ارکون السلام (امن کا بادشاہ) بولتے تھے، جس کے بارے میں یہ جانتے تھے کہ اس کے کندھے پر نبوت کی مہر ہوگی اور جس کی کہ سب انبیاء بشارت دے کر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ اہل کتاب میں سے جن علماء کو ہدایت نصیب ہوئی انہوں نے صرف ایک یسعیاہ نبی کے صحیفے سے ہی آپ کی بابت تیس بشارتیں اکٹھی کیں۔ یہ اہل کتاب اس نبی کی بعثت کے وقت کا بھی اندازہ رکھتے تھے جس کیلئے ان کو اپنے مقدس صحیفوں کی نصوص کی بھی مدد حاصل تھی اور بہت سی تاریخی اور واقعاتی نشانیوں سے بھی یہ معلوم کر رہے تھے کہ اس نبی کی آمد قریب آ لگی ہے۔ یہ ان نشانیوں کی تاک میں لگے رہتے تھے یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جب ان کے شہنشاہ ہرقل نے جو کہ بہت عبادت گزار اور اپنے دین کا عالم تھا نے یہ کہا (قد ظهر ملكُ اُمّة الختان) ختنہ کرنے والی امت کے بادشاہ کا ظہور ہو گیا ہے۔ شہنشاہ ہرقل کو آپ کی بابت اس بات کا یقین ہو گیا تھا اور یہ شہادت اس نے کفار اہل کتاب کا سربراہ ہوتے ہوئے اُمی کافروں کے سربراہ (ابوسفیان) کے منہ پر دی تھی کہ جہاں میں پیر رکھ کر کھڑا ہوں اس کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی۔ جیسا کہ مشہور صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

اور واقعتاً یہ پانچویں مملکت ..... یہ خدائی سلطنت قائم ہوئی اور ہرقل کے پیروں کی جگہ کی مالک بن کر رہی۔ ہرقل کو شام چھوڑنا پڑا اور شام کو چھوڑتے وقت ہرقل کے کہے ہوئے یہ الفاظ تاریخ کا حصہ بنے: سلام عليك يا سوريه، سلام لا لقاء بعده الوداع اے شام الوداع جس کے بعد کبھی ملنا نہیں !!

یہ خدائی مملکت قائم ہوئی اور سب بت پرست تہذیبوں اور سلطنتوں کو روندتی ہوئی زمین میں ہر سمت کو بڑھتی گئی۔ یہ اس وقت کی آباد زمین کے ایک بڑے حصے پر حکمران ہوئی اور ہر جگہ عدل وانصاف کا بول بالا کیا اور امن وآشتی کا پیغام بنی۔ اس سلطنت کا رقبہ چاند کے کل رقبہ سے زیادہ تھا۔ اس کے پرچم

تلے اقوام عالم کے بہت بڑے بڑے اور بے شمار طبقے آ کھڑے ہوئے۔

صرف یہاں آ کر، اس پانچویں سلطنت کی تفسیر پر، اہل کتاب کو اختلاف ہو گیا اور یہاں یہ تفرقے میں پڑ گئے !!!!

وما تفرق الذین أوتوا الکتاب جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے تفرقہ نہ کیا مگر اس کے الا من بعد ما جاء تھم البینۃ بعد کہ ان کے پاس دلیل روشن آ چکی تھی۔

(البینۃ:٤)

وآتیناھم بینات من الامر فما ہم نے ان کو دین کی بابت روشن نشانیاں دے دی تھیں۔
اختلفوا الا من بعد ما جاء ھم پھر جو اختلاف انہوں نے کیا وہ علم آ جانے کے بعد کیا اور العلم بغیاً بینھم (الجاثیہ:١٧) اس بنا پر کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔

ان میں سے کچھ ایسے ہوئے جو ایمان لائے اور ہدایت پا گئے۔ اور یہ بھی کوئی چھوٹی تعداد نہ تھی۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوئے جو انکار کر گئے اور اپنے کفر و انکار کی توجیہ کرنے میں اتنے اتنے گروہوں میں بٹے کہ جو شمار سے باہر ہیں۔ محمد ﷺ کے ساتھ اپنے کفر کی توجیہ کرنے میں یہ اب بھی نئے سے نئے آراء و افکار میں بٹ رہے ہیں اور ان گروہوں میں جراثیم کی طرح آئے دن نیا اضافہ ہوتا ہے!

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دانیال کی اس واضح پیشین گوئی پر انہوں نے جو اختلاف کیا اس کی طرف کچھ اشارہ کر دیا جائے:

مختصر یہ کہ حق کو پہچان لینے کے بعد یہ لوگ ایڑیوں کے بل پھر گئے !! ابھی اس سے پہلے ان میں اس پر کوئی اختلاف نہ تھا کہ دانیال کی پیشین گوئی میں مذکور چوتھی سلطنت دراصل سلطنت روما ہے مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس تعبیر کو بدلنے میں یہ خواہ مخواہ کا زور لگا رہے ہیں اور اس کو رومی سلطنت پر منطبق ہونے سے پھر کر عمداً موخر کرنا چاہتے ہیں۔ کم از کم بھی ان کی کوشش ہے کہ اس پر پردہ پڑ جائے۔ یہ سب ہاتھ پیر اس لئے مارے جا رہے ہیں کہ کسی طرح یہ اس آخری (خدائی) مملکت کا صاف صاف اقرار کرنے

سے بچ رہیں اور محمد ﷺ کی امت کے اس طویل ترین اور صدیوں پر محیط دورِ اقتدار کو اس پیشین گوئی کے ضمن میں آنے سے کسی طرح روک دیں۔ جیسا کہ پچھلے باب میں ہم ان کی اس طوطا چشمی کی وضاحت کر آئے ہیں۔

حق سے نگاہیں چرانے کا یہ معاملہ صہیونی نصرانیت کی بنیاد پرست تحریک تک آیا تو اپنے عروج کو پہنچ گیا اور اب یہ رویہ ان میں سر چڑھ کو بول رہا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم ان کی تاویلات کا ذکر کریں اور ان کی صحت پر بحث کریں جو کہ یہ دانیال کی پیشین گوئی کی بابت کرتے ہیں یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواب پر مبنی دانیال کی یہ پیشین گوئی سلطنت ہائے کفر کی بہت ہی زبردست اور معنی خیز انداز میں تصویر کشی کرتی ہے۔ یہ سب کی سب سلطنتیں خدائے واحد کو چھوڑ کر اپنے تراشے ہوئے بتوں اور مورتوں کو پوجتی رہی ہیں۔ چنانچہ پیشین گوئی پر مبنی اس خواب میں ان سب تہذیبوں اور سلطنتوں کو ایک مورت بتایا گیا ہے۔ کوئی اس مورت کا سر ہے، کوئی اس کا سینہ، کوئی اس کی ران، کوئی اس کی ٹانگیں اور اس کے پاؤں کی انگلیاں۔ یہ ایک بت ہے جو شرک کو مجسم کر کے واضح کرتا ہے تاکہ اس کے بالمقابل دوسری طرف کی تصویر بھی واضح ہو۔ یہ ایک پتھر ہے جو اس مورت کو توڑتا ہے اور پھر اس کی جگہ لے کر ایک پہاڑ کی صورت میں پوری زمین پر اپنا وجود گاڑ دیتا اور ہمیشہ کیلئے ناقابلِ تسخیر ہو جاتا ہے۔

یہ ایک علامتی تصویر ہے جو بے انتہا سادہ اور دلکش ہے اور بے انتہا واضح۔ انہوں نے اس کا جو حشر کیا اس سے اس کی تعبیر ہی نہیں شکل بھی بگڑ گئی۔ ان کی دی ہوئی یہ شکل اس تصویر کی حقیقت کے ساتھ کوئی دور کا بھی میل نہیں رکھتی۔

چنانچہ انہوں نے اس مقصد کیلئے کہ پیشین گوئی میں مذکور اس پہاڑ کو یہ وہ ملینیم (Millennium) قرار دیں جس میں مسیح کا دوبارہ نزول ہونا ہے (عیسائی عقیدہ کے مطابق) یا پھر اس پہاڑ کو یہ داؤدی سلطنتِ عظمیٰ قرار دیں جس کی قیادت مسیح الیہود جلد آ کر کرے گا (یہودی عقیدہ کے مطابق)......

انہوں نے یہ رائے اختیار کی کہ دانیال کی پیشین گوئی میں دراصل کوئی چیز 'ذکر ہونے' سے رہ گئی ہے!

اب اس چیز کو جو ان کی رائے میں دانیال کی پیشین گوئی میں ذکر ہونے سے رہ گئی انہوں نے مورت کی ٹانگوں اور پیروں کے درمیان فٹ کر دیا!!! اب آپ دیکھیے کہ اس مورت کے سر (سلطنت بابل) سے لے کر اس کی ٹانگوں (سلطنت روما) تک آنے میں تو تاریخ کے صرف چھ سو سال لگتے ہیں (یعنی بخت نصر کی موت سے لے کر ٹیٹس رومی کے بیت المقدس کو فتح کرنے تک) مگر وہ فاصلہ جو یہ اپنی طرف سے مورت کی ٹانگوں اور پیروں کے درمیان فرض کر رہے ہیں دو ہزار سال بنتے ہیں !!!

مصیبت تو یہ ہے کہ دو ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی ابھی یہ فاصلہ ختم کب ہوا ہے! یہ تو بدستور بڑھتا چلا جا رہا ہے اور قیامت تک بڑھتا چلا جائے گا! ذرا اِنکی کی اس عجیب وغریب مورت کا تصور تو کریں جس کے دھڑ کا اپنے پیروں سے فاصلہ روزانہ بڑھ جاتا ہے !!!

اس تصویر کو تو عقل ہی تسلیم نہیں کرتی کوئی ماہر فنکار اس کی داد کیسے دے سکتا ہے اور کسی دیکھنے والے سے اس کے لئے یہ کسی ستائش کی کیونکر کوئی توقع کر سکتے ہیں !

اب یہ تو ہم معلوم کر چکے کہ وہ اصل بات کیا ہے جس سے بچنے کی خاطر انہوں نے تاریخ کے تسلسل میں اس خلا کے رہ جانے کا یہ مفروضہ قائم کیا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس خلا کو انہوں نے پھر پُر کس طرح کیا؟

اس مقصد کیلئے ان کو ایک اور مورت سے کچھ عجیب وغریب سپیئر پارٹس چرانے پڑے۔ ایک اور تصویر سے یہ ٹکڑے لے کر انہوں نے اس تصویر پر چسپاں کر دیے !!

یہ جعل سازی کامیاب تو خیر کیونکر ہو سکتی تھی مگر بلاشبہ اس نے تصویر کو دھندلا ضرور کر دیا۔ اس دھندلاہٹ کو ہٹا کر تصویر کا چہرہ صاف کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

انہوں نے دیکھا کہ دانیال کا ایک اور مکاشفہ بھی پایا جاتا ہے۔ یا یوں کہنا درست ہوگا کہ صحیفہ دانیال کے ساتویں باب میں ایک خواب ہے۔ یہ چار جانوروں سے متعلق خواب ہے۔ انہوں نے وہاں سے چوتھے جانور کو چرایا اور یہاں اس مورت کے ٹخنوں میں فٹ کر دیا۔ اس سے ہمیں (پِلٹ ڈومین) والے من گھڑت انسان کا مشہور سائنسی فراڈ یاد آ جاتا ہے جو کہ ڈارون کے پیروکار بعض سائنسدانوں نے دنیا

کے ساتھ کھیلا تھا۔ جس میں انہوں نے اپنے ارتقائی مفروضات کی ایک گمشدہ کڑی اپنے پاس سے ملانے کی کوشش کی اور اس مقصد کیلئے انہوں نے ایک ایسا انسانی ڈھانچہ متعارف کرایا جس میں باقی اعضا بندر کے تھے مگر ایک انسانی کھوپڑی انہوں نے خود اس میں فٹ کر دی تھی !! مگر اس میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ دین میں خیانت کسی اور معاملے میں خیانت سے کہیں بڑا جرم ہے !!

اس دوسرے مکاشفے کی رو سے :

دانیال نے یوں کہا کہ میں نے رات کو ایک رؤیا دیکھی اور کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کی چاروں ہوائیں سمندر پر زور سے چلیں اور سمندر سے چار بڑے حیوان جو ایک دوسرے سے مختلف تھے نکلے پہلا شیر ببر کی مانند تھا اور عقاب کے سے بازو رکھتا تھا اور میں دیکھتا رہا جب تک اس کے پر اکھاڑے گئے اور وہ زمین سے اٹھایا گیا اور آدمی کی طرح پاؤں پر کھڑا کیا گیا اور انسان کا دل اسے دیا گیا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دوسرا حیوان ریچھ کی مانند ہے اور وہ ایک طرف سیدھا کھڑا ہوا اور اس کے منہ میں اس کے دانتوں کے درمیان تین پسلیاں تھیں۔ اور انہوں نے اسے کہا کہ اٹھ اور کثرت سے گوشت کھا۔ پھر میں نے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور حیوان تیندوے کی مانند اٹھا جس کی پیٹھ پر پرندے کے سے چار بازو تھے اور اس حیوان کے چار سر تھے اور سلطنت اسے دی گئی۔ پھر میں نے رات کو رؤیا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ چوتھا حیوان ہولناک اور ہیبت ناک اور نہایت زبردست ہے اور اس کے دانت لوہے کے اور بڑے بڑے تھے۔ وہ نگل جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا تھا اور جو کچھ باقی بچتا اس کو پاؤں سے لتاڑتا تھا اور یہ ان سب پہلے حیوانوں سے مختلف تھا اور اس کے دس سینگ تھے میں نے ان سینگوں پر غور سے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے درمیان سے ایک اور چھوٹا سا سینگ نکلا جس کے آگے پہلوں میں سے تین سینگ جڑ سے اکھاڑے گئے اور کیا دیکھتا ہوں کہ اس سینگ میں

انسان کی سی آنکھیں ہیں اور ایک منہ ہے جس سے کفر والحاد (گھمنڈ) کی باتیں نکلتی ہیں۔

میرے دیکھتے ہوئے تخت لگائے گئے اور قدیم الایام بیٹھ گیا۔ اس کا لباس برف سا سفید تھا اور اس کے سر کے بال خالص اون کی مانند تھے۔ اس کا تخت آگ کے شعلہ کی مانند تھا اور اس کے پہیے جلتی آگ کی مانند تھے۔ اس کے حضور سے ایک آتشی دریا جاری تھا۔ ہزاروں ہزار اس کی خدمت میں حاضر تھے اور لاکھوں لاکھ اس کے حضور کھڑے تھے۔ عدالت ہو رہی تھی اور کتابیں کھلی تھیں۔ میں دیکھ ہی رہا تھا کہ اس سینگ کی کفر والحاد (گھمنڈ) کی باتوں کی آواز کے سبب سے میرے دیکھتے ہوئے وہ حیوان مارا گیا اور اس کا بدن ہلاک کر کے شعلہ زن آگ میں ڈالا گیا۔ اور باقی حیوانوں کی سلطنت بھی ان سے لے لی گئی لیکن وہ ایک زمانہ اور ایک دور زندہ رہے۔

(صحیفہ دانیال۔ باب ہفتم ۲....۲۱)

دانیال کی اپنی ہی روایت نے یہ واضح کر دیا کہ یہ چوتھا حیوان چوتھی مملکت ہے جو زمین پر اقتدار پائے گی۔ باقی تینوں مملکتوں سے مختلف ہوگی زمین کے وسائل کو کھائے گی بھی اور پاؤں سے لتاڑے گی بھی۔ اسی باب میں آگے چل کر اس کے دس سینگوں کی تفسیر ــــــ دانیال کی اپنی ہی زبان سے ــــــ دس بادشاہوں کی صورت میں ہوتی ہے چنانچہ دانیال کے الفاظ ہیں :

اور وہ دس سینگ دس بادشاہ ہیں جو اس سلطنت میں برپا ہونگے اور ان کے بعد ایک اور برپا ہوگا اور وہ پہلوں سے مختلف ہوگا اور تین بادشاہوں کو زیر کرے گا اور وہ حق تعالیٰ کے خلاف باتیں کرے گا۔ (صحیفہ دانیال باب ہفتم ۲: ۲۴، ۲۵)

اور پھر صحیفہ دانیال کی اس سے اگلی آیت میں یہ ہے کہ اس حیوان کا اقتدار آخر کار حق تعالیٰ کے قدوسوں کے ہاتھوں ختم ہوگا۔ جن کے بارے میں خود اسی رؤیا میں بار بار یہ ذکر ہوا ہے کہ انجام

کار معاملہ انہی کے ہاتھ میں آ رہے گا اور یہ کہ ان کی ایسی مملکت قائم ہو گی جو کبھی صفحۂ ہستی سے روپوش نہ ہوگی۔

اب چونکہ اس پیشین گوئی میں چوتھے حیوان کے لوہے کے دانت ہیں اور پچھلی پیشین گوئی میں جس چوتھی مملکت کا ذکر ہوا تھا (پیر اور ٹانگیں) وہ لوہے کی بیان کی گئی تھی .... سو اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ چوتھی مملکت دراصل چوتھا حیوان ہی ہے۔ آخر یہ دونوں چیزیں ___ الگ الگ پیشین گوئیوں میں ___ اپنی ترتیب کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر جو آ رہی ہیں !!! اس بنا پر انہوں نے یہ رائے قائم کی یہ مملکت رمزی طور پر یورپ کیلئے ذکر ہوئی ہے۔ جس کی دس قومی ریاستیں (نیشن اسٹیٹس) ہوں گی اور جس کے آگے ___ نزولِ مسیح سے پیشتر ___ پوری دنیا سرنگوں ہوگی !

اب اس تفسیر کی رو سے پانچویں مملکت ہزار سالہ دورِ خوش بختی (مقدس میلینیم) قرار پائے گا جس میں مسیح کا نزول ہوگا۔

اس رائے کا بطلان واضح کرنا بہت آسان ہے اور متعدد پہلوؤں سے اس کا رد ہوتا ہے:

(۱) چوتھے حیوان کی اگر یہی تعبیر ہے تو آخر پہلے تین حیوانوں کی آپ کیا تعبیر کریں گے؟ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس کی یہ جو کوئی بھی تعبیر کریں وہ دانیال کی اپنی تفسیر سے متصادم ہونے کی صورت میں درست نہیں ہو سکتی جو کہ دانیال کے صحیفہ میں اس کی اپنی ہی زبان سے کر دی گئی ہے۔ آخر یہ کیسے ہو گیا کہ پے در پے کی تین قدیم سلطنتیں (بابل، فارس، یونان) آپ مورت والی پیشین گوئی سے لیں اور صرف ایک چوتھی سلطنت کیلئے آپ حیوانات والی پیشین گوئی کو لیں اور اس سے آپ، جدید یورپ کو ثابت کر دیں !! ان دونوں میں جو فاصلہ اور جو تضاد ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ عقل اور منطق کا تقاضا ہے کہ یا تو آپ ایک پیشین گوئی کو دوسری پیشین گوئی پر پوری کی پوری منطبق کریں اور یا پھر آپ ان دونوں کو الگ الگ پیشین گوئیاں قرار دیں۔ ہماری رائے میں بھی یہ موخر الذکر صورت ہی صحیح ہے۔ یعنی یہ دونوں الگ الگ پیشین گوئیاں ہیں۔

(۲) حیوانات والی پیشین گوئی میں سب حیوان پاس پاس دکھائی دیتے ہیں جن پر چوتھا حیوان

یکا یک غالب ہو جاتا ہے۔ مگر مورت والی پیشین گوئی میں ایک مملکت دوسری مملکت کے بعد ایک تسلسل کے ساتھ آتی ہے اور ہر بعد میں آنے والی سلطنت پہلی سلطنت پر غالب آ جاتی ہے۔

(۳) دوسری پیشین گوئی کے چاروں حیوان سمندر (بحر محیط) سے نمودار ہوتے ہیں۔ جبکہ پہلی پیشین گوئی کی چاروں سلطنتیں مشرق میں قائم ہوتی ہیں جبکہ پانچویں (دولت اسلامی) اسی خطے میں قائم ہوتی ہے اور پھر مشرق تا مغرب ہر طرف پھیل جاتی یہاں تک کہ مغلوں اور ترکوں کے دور میں شمالی یورپ تک چلی جاتی ہے اور پورا مشرقی یورپ اس کے زیرِنگیں آ جاتا ہے۔

(۴) دوسری پیشین گوئی کے تینوں حیوانات پر چوتھا حیوان غالب ضرور آ جاتا ہے مگر یہ تین حیوان بدستور باقی رہتے ہیں۔ مگر پہلی پیشین گوئی کی تینوں سلطنتیں ختم ہو کر مرکھپ جاتی ہیں۔

(۵) ان کی دوسری پیشین گوئی کی تفسیر فی نفسہ باطل ہے۔ کیونکہ یہ پیش گوئی (صحیفہ دانیال کی نصوص میں) خود کہتی ہے کہ وہ جانور جو تینوں جانوروں پر غالب آ جاتا ہے اس کے دس سینگوں کی تفسیر یہ ہے کہ اس مملکت کے دس بادشاہ ہوں گے۔ اب ان کا یہ تفسیر کرنا کہ یہ دس مملکتیں ہیں جو ایک ساتھ پائی جاتی ہیں خود بخود باطل ٹھہرتا ہے۔

چنانچہ اس بنا پر غالب آنے والے جانور کے دس سینگوں کی یہ تفسیر کرنا کہ یہ نپولین دور کے یورپی اتحاد کی دس ریاستیں ہیں (جیسا کہ ٹی بی ہیٹس اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۵۱ پر ذکر کرتا ہے) یا یہ کہ یہ آج کا یورپی یونین ہے، جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کا خیال ہے...... دانیال نبی کے رؤیا کی یہ دونوں تعبیریں نہ تو پیشین گوئی کی تفسیر کے لحاظ سے درست ہیں اور نہ بطور واقعہ۔ یہ بات دونوں پیشین گوئیوں سے میل نہیں رکھتی اور یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ واقعہ سے اس کی دلیل یہ ہے کہ امریکہ اکیلا اس پورے یورپی یونین سے بدرجہا طاقتور ہے (جب کہ پیشین گوئی کی رو سے اس کو طاقتور ترین ہونا چاہئے)۔ پھر دوسری بات یہ کہ یورپی یونین اب دس ریاستوں پر مشتمل رہا بھی نہیں بلکہ اس میں شامل یورپی ملکوں کی تعداد اب دس مملکتوں سے کہیں بڑھ گئی ہے۔

بطور مسلمان، ہمیں تو سرے سے ضرورت نہیں کہ ہم اس خواب کی تفصیل میں جائیں اور اس پر

زیادہ بحث کریں۔ نہ ہی یہ ہمارا دردِ سر ہے۔ تاہم اس پیشین گوئی کے معمے کو حل کرنے میں ہم ان کے کتاب مقدس کے مفسرین کی مدد ضرور کر سکتے ہیں۔

کیا خیال ہے دانیال کی اس پیشین گوئی میں مذکور چار حیوانات جو کہ (قدسیوں کی سرزمین پر) سمندر پار سے نمودار ہونگے کی تفسیر یوں کی جائے :

پہلا جانور جو سمندر پار سے نمودار ہوا شیر نما تھا۔ یہ برطانیہ ہو سکتا ہے۔

دوسرا جانور جو دانیال نے دیکھا کہ ریچھ کی مانند ہے، یہ کمیونسٹ روس ہو سکتا ہے۔

رہا تیسرا جانور جو اس نے دیکھا کہ تیندوے کی مانند تھا جس کی پیٹھ پر پرندے کے سے چار بازو تھے اور اس حیوان کے چار سر تھے تو یہ آس پاس کے جغرافیائی طور پر چار ملے ہوئے استعماری ملک ہو سکتے ہیں جو کہ آپس میں پڑوسی ہیں اور سب کے سب کیتھولک، یعنی : فرانس، اٹلی، سپین اور پرتگال۔ یا اگر یہ چاہیں تو اس کا اطلاق (چار بازو اور چار سر) ایشین ٹائیگرز پر کرلیں جن کی تعداد آٹھ بنتی ہے۔

رہا وہ چوتھا جانور جو پہلے تینوں جانوروں پر غالب آیا اور ان کو لتاڑا (جبکہ وہ تینوں ممالک جو اس چوتھی سلطنت سے پہلے پائے جاتے تھے اس بڑی سلطنت کے ساتھ بہ دستور پائے جائیں گے) تو وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ ہو سکتا ہے یا پھر عمومی طور پر امریکی سربراہی میں قائم ناٹو (NATO اتحاد)۔

رہے وہ قدوسی جو اس چوتھے جانور کا سر کچلیں گے تو اس کی تفسیر کرنے کی ضرورت نہیں اس کا صرف انتظار کرنے کی ضرورت ہے !

اب ہم اہل کتاب کے بنیاد پرستوں سے کہنا چاہیں گے : اگر آپ کو ہماری کی ہوئی یہ تعبیر پسند آئے تو اس کو قبول فرمائیں اور پھر یہ بحث ختم۔ اور اگر آپ اسے مسترد کرتے ہیں اور آپ کا خیال ہے کہ دانیال نبی کے خواب کی بابت ہماری بتلائی ہوئی تعبیر تو محض ظن وتخمین ہے تو ہم تسلیم کریں گے کہ یہ واقعی ظن وتخمین ہے مگر سوال یہ ہے کہ کس کا ظن وتخمین صحیح ہے، ہمارا یا تمہارا؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ تمہارا لگایا ہوا تخمینہ تو یقین اور ایمان کہلائے اور ہمارا تخمینہ محض وہم اور غیر حقیقی؟؟ ! تاہم اس موضوع پر یقین پر مبنی کم از کم دو باتیں ہمیں ضرور معلوم ہیں :

(۱) ایک یہ کہ روم کو ہمارے نبی نے ذات قرون کہا ہے۔ یعنی یہ کہ روم کے بہت سینگ ہوں گے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے :

فارس نطحة او نطحتان ثم يفتحها الله، ولكن الروم ذات القرون كلما هلك قرن قام قرن آخر (اخرجه ابن ابی شیبه فی المصنف :(۲۰۶:٤) والحارث ابن ابی اسامه کما فی روائد الهیثمی (۷۱۳:۲) العیم ابن حماد فی الفتن (۴۷۹:۲)

"فارس بس ایک یا دو ٹکر کی مار ہے۔ پھر اللہ اسے فتح کروادے گا۔ البتہ (ارض) روم کے بہت سینگ ہوں گے۔ (جب کبھی) اس کا ایک سینگ تباہ ہوگا تو اس کی جگہ ایک دوسرا سینگ ابھر آئے گا"۔

(۲) دوسری بات جو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ روم کے ساتھ ہماری جیت ہار چلتی رہے گی تا آنکہ آخری دور میں روم مکمل طور پر مفتوح ہوگا اور تب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہو جائے گا۔ ایسا بالفعل کب ہوتا ہے، اس کا علم البتہ صرف اللہ کے پاس ہے۔ اس حدیث کی رو سے روم کے کتنے سینگ ہوں گے صرف اللہ کے علم میں ہے۔ لہٰذا دانیال کی پیشین گوئی میں سینگوں کی تعداد دس بتائی جانا ہوسکتا ہے کوئی خاص مفہوم نہ رکھتا ہو بلکہ یہ محض رمز ہو (اور بہت زیادہ تعداد کیلئے دس کا لفظ بولا گیا ہو) یہ بات کہ دس کا عدد محض رمزیہ طور پر (دانیال کی پیشین گوئی میں) استعمال ہوا ہوگا ہم محض ویسے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے ہاں کتاب مقدس کی تفسیر میں یہ ایک با قاعدہ مذہب پایا جاتا ہے کہ اعداد کو ظاہری معنی میں نہ لیا جائیگا بلکہ ان کو رموز پر محمول کیا جائے گا .... یہ توجیہہ بھی اس صورت میں ہوگی اگر ہم اس امکان کو خارج کر دیں کہ پیشین گوئی کی نص میں کوئی تحریف یا اضافہ نہیں کیا گیا۔

بہر حال ہمارے خیال میں یہ پیشین گوئی یا اس کی تعبیر میں پایا جانے والا اختلاف تو ان بنیاد پرست اہل کتاب کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اور نہ اس میں ان کے لئے کوئی چونکا دینے والی بات ہے، الاّ یہ کہ یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ آخر وہ "چھوٹا سینگ" کون سا ہے جس کے بارے میں پیشین گوئی کہتی ہے کہ وہ الحاد اور کفر بکے گا؟

(اس چھوٹے سینگ کی رمز کو سمجھنے میں) ان میں سے ایک گروہ کا کہنا تو یہ ہے کہ اس سے مراد

دولتِ اسلام ہے !!اور یہ کہ کفر والحاد بکنے سے مراد مسلمانوں کا مسیح کی الوہیت ماننے سے انکار کرنا ہے !!!اہل کتاب کے اس گروہ کی یہ بات یوں بھی بہت عجیب ہے، اسلام کا نصف کرہ ارض پر پھیلا ہوا اور صدیوں پر محیط اقتدار (جو کہ درحقیقت پہلی پیشین گوئی کی رو سے پانچویں مملکت بنتی ہے) بھلا ایک 'چھوٹا سا سینگ' کیسے کہلا سکتا ہے، وہ بھی جا کر چار حیوانوں میں سے چوتھے حیوان کے سر پر اور وہ بھی اس طرح کہ اس حیوان کے سر پر اس سے کہیں بڑے بڑے دس سینگ اور ہیں اور یہ کہ وہ ان سب کے مقابلے میں بہت چھوٹا سینگ ہے!!!

یہ کیسے کہ امت اسلام جس میں عرب، فارس، ترک، بربر، حبش، ہند اور تا تار وغیرہ وغیرہ سب اقوام شامل رہیں وہ سب کی سب مل کر روم کا ایک سینگ نہیں بلکہ وہ بھی ایک بہت چھوٹا سا سینگ !!! کیا اس کو علمی تحقیق کہتے ہیں!؟ جھوٹ کا پول کھولنا مقصد نہ ہو تو یہ بے ہودہ استدلال ایک نگاہ غلط انداز کا بھی مستحق نہیں۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ دانیال کی اس پیشین گوئی کا مسیح کی الوہیت سے دور نزدیک کا کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے برعکس دانیال کا صحیفہ پورا کا پورا توحید سے بھرا ہوا ہے۔

ان میں سے ایک گروہ نے یہ رائے اختیار کی یہ چھوٹا سینگ دراصل وہ درندہ ہے جو یوحنا عارف کے مکاشفے (بائبل کے عہدِ جدید کے بالکل آخر میں) میں پایا جاتا ہے !!

اب یہاں ہمیں قاری سے معذرت کرنا پڑے گی کیونکہ ہم ان کے اس چڑیا گھر پر مزید وقت صرف نہیں کر سکتے۔ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ ہم ان کے پیچھے چلتے ہوئے اب یوحنا راہب کے مکاشفے پر مبنی جانوروں کی طویل اور خوفناک فلم دکھانے لگیں گے !!

بس ہم قاری سے صرف اتنی درخواست کریں گے کہ اس فلم میں سے صرف ایک جھلکی پر جو کہ درندے پر مبنی ہے ہمارے ساتھ ذرا نظر مارتا چلے جو کہ چند سیکنڈوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اس لئے کہ اسے اندازہ ہو کہ یہ لوگ اس موضوع پر اپنا کس قدر وقت برباد کرتے ہیں اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب ان کے ہاں امریکہ میں سب سے زیادہ فروخت ہوتی ہیں۔

جب ایسا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ اس موضوع پر ہم اپنے چند منٹ یا چند صفحات صرف کر لیں اور ان

کوحقیقت کی جانب پلٹ آنے میں مدد دیں اوران کوان ناپیدا کنار بحثوں میں پڑا رہنے سے چھٹکارا دلادیں اورخود ہمیں اس بات کا یہ فائدہ ہو کہ ہمیں اپنے دین کی حقانیت پر جو یقین حاصل ہے اس پر خدا کا شکر کر سکیں۔

یوحنا عارف کے مکاشفے میں آتا ہے :

> اور سمندر کی ریت پر جا کھڑا ہوا۔اور میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔اس کے دس سینگ اور سات سر تھے۔اوراس کے سینگوں پر دس تاج اوراس کے سروں پر کفر کے نام لکھے ہوئے تھے (یعنی کفر والحاد تھا) اور جو حیوان میں نے دیکھا اس کی شکل تیندوے کی سی تھی اور پاؤں ریچھ کے سے اور منہ ببر کا سا۔اوراس اژدھا نے اپنی قدرت اوراپنا تخت اور بڑا اختیار اسے دیا۔اور میں نے اس کے سروں میں سے ایک پر گویا زخم کاری لگا ہوا دیکھا مگر اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے پیچھے ہو لی۔
>
> (مکاشفہ یوحنا عارف باب ۱۳: ۱۔۳)

یوحنا راہب کے مکاشفے والے اس صحیفے کا سب سے اچھا مفسر ٹی بی بیٹس پایا گیا۔اس نے اس درندے کی جو تفسیر کی بس قریب تھا کہ وہ حقیقت کے عین اوپر انگلی رکھ دے اوراپنی قوم کو اس چھوٹے کفر بکنے والے سینگ کی حقیقت سے خبر دار کرے، جو کہ روم کے سینگوں میں سے نمودار ہوگا۔مگر بیٹس حقیقت کے عین قریب پہنچ کر پھر سرے نہ پہنچ سکا۔اس کے ایسا نہ کر سکنے کے متعدد اسباب ہیں :

پہلا سبب وہی ہے جو ان کے دوسرے محققین کی بھی راہ روکے کھڑا ہے اور وہ یہ کہ ان کے مذہبی صحیفوں میں حق اور باطل بری طرح خلط ملط ہے جس کے باعث ان کے کسی محقق کیلئے یہ آسان نہیں کہ وہ ان صحیفوں کے تحریف زدہ حصوں کی اس باقی عبارت سے تمییز کر سکے جو اپنی اصل پر قائم ہے۔نہ تو ان اضافوں کو الگ چھانٹ دینا ان کے لئے آسان ہے جو گاہے بگاہے کئے جاتے رہے اور نہ ہی ان عبارتوں کو کہیں سے ڈھونڈ نکالنا کسی کے بس کی بات ہے جو حذف کی جاتی رہیں۔

دوسرا سبب بیٹس کے حقیقت تک نہ پہنچ سکنے کا وہی ہے جو اس کے علاوہ اس کے اور بہت سے ہم مذہبوں کو درپیش ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ اپنی کتابوں کی سب کی سب پیشین گوئیوں کو صرف مسیح کی آمد ثانی کے دور پر ہی فٹ کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے طویل دور اقتدار کو اور دنیا پر اسلامی تہذیب کے راج کو ___ بطور آسمانی مذہب ___ درمیان سے نظر انداز ہی کر جاتے ہیں بلکہ یہ اس کو یوں بھول جاتے ہیں جیسے کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔

تیسرا سبب بیٹس کے ساتھ خاص ہے اور وہ یہ کہ بیٹس اسرائیل (بربادی کا پیش خیمہ) کے قیام سے بہت پہلے وفات پا چکا تھا۔ لہٰذا اس کیلئے ممکن نہ تھا کہ وہ ان واقعات کی پوری دقت کے ساتھ تفسیر کر سکے۔

مگر چونکہ بیٹس کی تفسیر واقعتاً زبردست قسم کے امتیازی خصائص رکھتی ہے لہٰذا ہم اس کو ایک ایسے نمونے کے طور پر پیش کریں گے جس سے یہ اہل کتاب مقدس پیشین گوئیوں کی تفسیر میں اپنے منہج کی تصحیح کر سکتے ہیں۔

بیٹس یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ یوحنا عارف کے مکاشفے میں مذکور درندہ اور دانیال کے صحیفے میں مذکور چھوٹا سینگ ایک ہی چیز ہے (جبکہ واضح رہے کہ یوحنا کے مکاشفے میں ایک نہیں دو جانوروں کا ذکر آتا ہے) اور یہ کہ اس سے مراد وہ نئی شکل ہے جو سلطنت روما نزول مسیح سے پہلے اختیار کرے گی اور دنیا کو حیران کر دے گی۔ تب مسیح _ _ _ اس کے بقول _ _ _ وہ آخری مملکت قائم کریں گے جو ابدی ہوگی۔

بیٹس نے جب یہ دیکھا کہ درمیان میں یہ فاصلہ بہت زیادہ ہے اور اس میں کئی صدیاں پڑتی ہیں اور اتنا زیادہ زمانی فاصلہ محض دس بادشاہوں سے پورا نہیں ہوتا چاہے ان میں کا ایک ایک بادشاہ ایک ایک صدی حکومت کرتا رہے تو اس کو ایک نئی تاویل کرنا پڑی اور وہ یہ کہ دانیال نے اپنی پیشین گوئی میں دس سینگوں کی خود ہی دس بادشاہوں سے جو تفسیر کی ہے اس سے مراد بادشاہ نہیں ! بلکہ اس سے مراد نظام اقتدار ہے مثلاً شہنشاہی نظام اقتدار اور جمہوری نظام اقتدار وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس کے بقول دس

بادشاہوں سے مراد دس نظام ہائے حکومت ہیں چاہے ایک نظام حکومت میں کئی سارے بادشاہ یا حکمران پائے جائیں۔ مگر بیٹس نے ہمیں یہ سب کی سب دس شکلیں نہیں بتائیں جو رومی اقتدار اختیار کرے گا۔ چھٹی شکل وہ شہنشاہت بتاتا ہے اور یہ کہ ساتویں شکل ابھی ظاہر ہونی ہے۔ اس کے خیال میں رومی اقتدار کی آٹھویں ___ جو کہ اس کے خیال میں آخری ہوگی ___ حکومت درندے کی ہوگی جو کہ دراصل چھوٹا سینگ ہے۔ (دیکھئے بیٹس کی کتاب صفحہ ۱۸۶)

پہلی بار ایسا ہوا ___ اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے ___ کہ ان لوگوں کی تفسیرات میں ___ جن کی طوالت کا عموماً کوئی حد حساب نہیں ہوتا ___ آپ اتنی زبردست اور معقول گفتگو پائیں جس کو دیکھتے وقت پہلی نظر یہ شبہ ہوتا ہے گویا فقہاءِ اسلام گفتگو کر رہے ہیں۔ بیٹس لکھتا ہے :

> ہمیں مکاشفہ ءیوحنا کے اس درندے اور صحیفہ ءدانیال کے چھوٹے سینگ میں ایک وجہ مماثلت نظر آتی ہے اور وہ یوں کہ :
>
> چھوٹا سینگ قدوسیوں سے جنگ کرتا ہے اور ان پر غلبہ پاتا ہے (دانیال ۷:۲۱) جبکہ درندے کو بھی قدوسیوں سے جنگ کرنے دی جاتی ہے اور وہ ان پر غلبہ پاتا ہے۔ (مکاشفہ یوحنا ۱۳:۷)
>
> پھر (دانیال میں) چھوٹا سینگ خداتعالیٰ کے خلاف بکتا ہے (۷:۲۵) اسی طرح (یوحنا میں) درندہ اپنے منہ سے خدا کے خلاف کفر والحاد کے لفظ نکالتا ہے۔ (۱۳:۶)
>
> پھر (دانیال میں) چھوٹے سینگ کا اقتدار ایک دور اور دوروں اور نیم دور تک باقی رہے گا (دیکھیے دانیال ۷:۲۵) اسی طرح (یوحنا میں) درندے کا اقتدار بیالیس مہینوں تک رہے گا (دیکھیے مکاشفہ ءیوحنا ۱۳:۵) اور یہ اتنی ہی مدت بنتی ہے جو کہ صحیفہ دانیال میں ہے اگرچہ لفظ و اصطلاح کا فرق ہے۔
>
> (دیکھیے Bates کی کتاب ۱۸۹۔۱۹۰)

یہاں ہم ذرا رکیں گے۔ کیونکہ ان لوگوں کی بات میں تضاد پایا جانا اور اس سے عقل کا دنگ رہ جانا ایک معمول کی بات ہے۔ اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ رومی سلطنت میں مرحلہ وار دس نظام اقتدار آئیں اور ایک ایک نظام اقتدار میں کئی کئی بادشاہ یا حکمران حکومت کر کے جائیں اور اس کا یہ سارا دور اقتدار بس اتنی سی مدت بنے؟ پھر بیٹس ایک رائے پر بھی نہیں رہا کبھی وہ بادشاہ سے مراد شخصی حکمران لیتا ہے اور کبھی اسے وہ ایک طبقہ یا پارٹی قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر ہم دیکھیں گے۔

بہر حال ہم بیٹس کے ساتھ آگے چلتے ہیں۔ بیٹس کے نزدیک وہ کیا حالات و واقعات ہیں جو درندے سے متعلق ہیں تا کہ ہم یہ معلوم کریں کہ دانیال میں ذکر ہونے والا یہ منحوس چھوٹا سینگ کیا شے ہے۔ کچھ معاملات کا بیٹس یوں فیصلہ کرتا ہے (خیال رہے بیٹس قیام اسرائیل سے بہت پہلے وفات پا چکا ہے):

۱) یہ درندہ یروشلم میں ہوگا (دیکھیے اس کی کتاب کا صفحہ ۱۹۳)

۲) وہ مزید کہتا ہے: یروشلم ہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے اردگرد یہ سب واقعات رونما ہونے والے ہیں جو یہاں رمزیہ انداز میں مذکور ہوئے ہیں (دیکھیے اس کی کتاب کا صفحہ ۱۹۴)

(ہم قارئین کو یاد دلاتے چلیں کہ یہ اس وقت کی تحریر ہے جب بیت المقدس ان کے لحاظ سے ایک بھولا بسرا شہر تھا اور وہاں ان کے صرف سیاح اور زائرین جایا کرتے تھے)۔

۲) یہ درندہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہوگا مگر نہ تو اس کو ''یاہووہ'' یعنی امت کے خدا کا کوئی پاس ہوگا اور نہ ہی مسایا (مسیح موعود منتظر) جو کہ امت کی اصل امید ہے کا کوئی پاس ہوگا اور نہ ہی حتی کہ ان باطل خداؤں کا جن کی طرف اس امت کا کسی دور میں زیادہ میلان رہا ہے۔

۳) اس درندے کا جس کے ساتھ اتحاد ہوگا وہ سلطنت روما کی قیادت اور عالمی قوت اور طاقت کا مرکز ہوگا۔ (دیکھیے کتاب کا صفحہ ۲۰۰)

۴) Bates بڑے وثوق سے کہتا ہے کہ روما کا یہ سربراہ کوئی پرانے دور کا بادشاہ نہ ہوگا بلکہ یہ وہی ہوگا جو بربادی کے پیش خیمہ (رجسۃ خراب) کے وقت پایا جائیگا، جس کا کہ صحیفہ دانیال میں ذکر آتا ہے اور

جس کا کہ خود مسیح نے بھی ایک بار ذکر کیا ہے۔ بیٹس مزید لکھتا ہے :

خدا کے کلام ___ مقدس کتاب ___ میں متعدد مقامات سے یہ واضح ہے کہ اسباطِ عشرہ (یہود کے دس قبیلے) یروشلم میں اکٹھے ہوں گے۔ یہ ان کی خلاصی اور رہائی کے بعد ہوگا (یعنی نزول مسیح سے قبل) وہاں لوگ عظیم تنگ سالی کی آنچ سہیں گے، جبکہ اسرائیلی جو کہ مسیح کا انکار کرتے ہونگے اس سے پہلے ہی وہاں اکٹھے ہوئے ہوں گے۔

(دیکھئے کتاب کا صفحہ ۲۱۷)

بیٹس کی مراد ہے خدا کے غضب کے دن سے جو کہ اس منحوس دولت (بربادی کا پیش خیمہ) پر آئے گا اور جس کے بارے میں ہم اگلے باب میں الگ سے گفتگو کریں گے۔

ایک بار پھر یہ بتا دیا جانا ضروری ہے کہ Bates دولت اسرائیل کے قیام سے بہت پہلے مر چکا ہے۔

۵) Bates کے نزدیک درندے کی حکومت ملحد ہوگی اور مغربی طرز کی ہوگی۔ یہ کسی خدائی وحی پر چلنے والی نہ ہوگی۔ بلکہ یہ خود ہی اپنے دور میں الحاد اور فساد کا ایک بڑا سبب ہوگی۔ وہ لکھتا ہے :

"In Western Europe the chosen homeland of civilization, freedom, enlightenment and advancement, the result of the interaction of those human principles is the establishment of the government of the beast, the confluence of tyranny, oppression, misery and blasphemy. (P 238)

مغربی یورپ میں، جو کہ تہذیب، آزادی، روشن خیالی اور ترقی کا چنیدہ و پسندیدہ وطن ہے ان انسان ساختہ اصولوں کے ساتھ تفاعل کا نتیجہ آخر میں اس درندے کی حکومت کا قیام ہوگا، جو کہ سرکشی، ظلم، بدبختی اور الحاد کا اصل سنگم ہوگی۔

٦) درندے کی سرکردگی میں، Bates دانیال کی باقی پیشین گوئی پر چلتے ہوئے رائے اختیار کرتا ہے کہ :

"There will be a temporary union of allied governments". (P.251) .

حلیف حکومتوں کا ایک وقتی اتحاد قائم ہوگا۔

اور یہ اتحاد جسے جدید سلطنت روما قائم کرے گی، اس کا وصف Bates یوں بیان کرتا ہے :

"The ten kings who rule it will of one accord present their rule to the beast". (P.253)

وہ دس کے دس بادشاہ جو اس کے فرمانروا ہونگے ایک ہی رائے اختیار کرتے ہوئے اس درندے کو اپنا اختیار دیں گے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بیٹس لکھتا ہے :

"It is not the beast who forces them to obey his order, but it is a voluntory action which they chose for themselves". (P.253)

یہ درندہ نہ ہوگا جو ان کو مجبور کرے گا کہ وہ اس کا حکم مانیں بلکہ یہ ان (بادشاہوں) کا اپنا رضا کارانہ اقدام ہوگا جسے وہ ازخود اختیار کرلیں گے۔

اسی طرح یہ بھی شرط نہیں کہ درندہ ___ بطور بادشاہ ___ خود ہی حکومت کرے بلکہ بقول Bates یہ حکومت :

"Through the medium of his influence on the councils and cabinets in the land of the old Roman Empire, or at least its western sector"

(P.254)

(یہ حکومت) اس اثر و رسوخ کے توسط سے ہوگی جو اسے ان کونسلوں اور مجلسوں پر حاصل ہوگا جو قدیم رومی سلطنت یا کم از کم اس کے مغربی حصے کی زمین پر قائم ہوں گی۔

(یہاں ہم یہ ذکر کرتے چلیں کہ Bates نے یہ سب کچھ اس وقت لکھا تھا جب ابھی نہ اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا تھا اور نہ ہی صہیونی قوت کو مغربی سیاست پر عموماً اور امریکی سیاست پر خصوصاً ابھی کوئی اقتدار ملا تھا!!)

۷) درندے اور اس کے دشمن میں لڑائی ہونے کے بارے میں Bates لکھتا ہے:

"The alliance between the Roman Empire and the unbelieving Jews does not prevent the attack of the army of the North, which because of the idolatrous worship in Jerusalem at the time, will overcome them like a torrential flood, and bring out the ruin of the land". (P.214)

رومی حکمران اور بے دین یہودیوں کے درمیان یہ اتحاد شمال کے لشکر کو حملہ آور ہونے سے نہ روک سکے گا۔ جو کہ ___ اس مشرکانہ عبادت کے سبب جو اس وقت یروشلم میں ہو رہی ہوگی ___ ان لوگوں کو ایک زوردار سیلاب کی طرح آ لے گا اور اس سرزمین پر تباہی لے آئے گا۔

۸) اس شمال کے لشکر کی تفسیر کرتے ہوئے Bates لکھتا ہے:

"The rulers of the East will gather their forces in order to attack the borders of the beast`s

kingdoms, and from the other side, the beast will gather his forces in agreement with the kings of the West, and will advance towards the ominous battle of Armageddon.

(P.240)

مشرق کے حکمران اپنی فوجیں جمع کریں گے تاکہ درندے کی قلمرو کی سرحدوں پر حملہ آور ہوں۔ دوسری طرف درندہ مغرب کے بادشاہوں کے ساتھ مل کر اپنی فوجیں جمع کرے گا اور ہرمجدون (آخری زمانے کی جنگیں) کے منحوس معرکے کی طرف بڑھے گا۔

۹) آخر میں Bates ہمیں اس جنگ کا نتیجہ بھی سناتا ہے:

"Little did the beast and his sinful assistants dream that they would be taken away as prisoners from the battle field towards which they had rushed and that they would be cast alive into the torments of the lake of eternal fire, and little did the suffering saints hiding in the mountains and caves, dare to hope that they would raise their heads up at the end of the matter"

کم ہی کبھی درندے اور اس کے مددگاروں کے خواب وخیال میں آیا ہوگا کہ میدان جنگ سے ان کو قیدی بنا کر اس انجام کی طرف لے جایا جائیگا جس کی طرف وہ بھاگ بھاگ کر جارہے تھے اور یہ کہ ان دونوں کو ابدی آتش کی جھیل میں عذاب سہنے کو زندہ ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ قدوسی جو پریشانیوں میں مبتلا پہاڑوں اور

غاروں میں چھپتے رہے، خود ان قدوسیوں نے بھی کم ہی کبھی سوچا ہوگا کہ آخر کار وہ بھی کسی دن سر اٹھائیں گے !!!

اب جبکہ ہم اس درندے کو پہچان گئے ہیں سوال کریں گے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ انجام صرف ہرمجدون (آخری زمانے کی جنگیں) کے وقت ہو اور صرف مسیح کے ہاتھوں واقع ہو؟

یہ فرض کر لینا وہ مشترک غلطی ہے جو یہ لوگ بھی کرتے ہیں اور ہمارے بعض مسلم محققین بھی۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ یہ (اہل کتاب) تو خیر عقل و منطق اور تاریخ میں جاری اللہ کی سنتوں کو کسی حساب میں ہی نہیں لاتے۔ رہے مسلمان تو وہ ان واقعات کی تفسیر کیلئے خدا کی طبعی سنتوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ نصوص کی موجودگی میں ایک مسلمان کی غلطی کرنا ایسا ہی جیسے دن میں راہ بھول جانا۔ رہے یہ لوگ تو ان کو تو چلنا ہی اندھیروں میں ہے سوائے اس کے کہ تحریفات کے اندر سے حق کی کچھ روشنی بھی ان کو مل جائے۔

ہم پیچھے کہہ چکے ہیں کہ Bates قریب تھا کہ انگلی عین حقیقت کے اوپر رکھ دیتا۔ اب ہم قارئین کی عین حقیقت تک جا پہنچنے میں مدد کرنے کیلئے Bates کے کتاب کے صفحہ ۲۱۳ پر لکھی ہوئی تحریر کا اختصار کریں گے۔ اس سے ہم صرف وہ عیسائی باتیں نکال باہر کریں گے جو وہ نزول مسیح کے حوالے سے کرتا ہے۔ ہم ان باتوں کو حذف کرتے ہوئے اس کو ایک سیدھی سیدھی عبارت کی صورت میں لکھیں گے۔ چنانچہ عیسائیت کی یہ خاص باتیں ہم اس کے کلام سے نکال دیں تو ہم اس کی ان باتوں کو یوں پڑھیں گے :

رومی سلطنت کو وجود نو مل جائے گا ..... یہودی بلاک یروشلم میں واپس آ جائے گا جو کہ غالب طور پر ایمان سے خارج ہوگا (جبکہ ہم کہیں گے: غالب طور پر نہیں مطلق طور پر ایمان سے خارج ہوگا) .... اس دوران جبکہ وہ یروشلم میں ہونگے ایک بہت بڑی قوت اس یروشلم واپس آتی ہوئی قوم کیلئے خطرہ بن جائے گی، اس قوت کی خطرناکی سے بچنے کیلئے یہ یہودی بلاک .... ایک بڑے حکمران سے جو کہ سلطنتِ روما کا اس عہد جدید میں حکمران ہوگا، ایک معاہدہ کرے گی .... مگر اس کا سلطنتِ رومائے

جدید کے سربراہ سے کیا جانے والا یہ معاہدہ ایک لشکر کے اس پر چڑھ آنے میں رکاوٹ نہ بن سکے گا .... جو کہ اس مشرکانہ عبادت کے سبب جو یروشلم میں اس وقت ہو رہی ہوگی، اس پر ایک طوفانی سیلاب کی طرح چڑھ آئے گا۔

یہ ہے خلاصہ بیٹس کی کتاب کے صفحہ ۲۱۴ کا۔

البتہ اگر ہم سے کہا جائے کہ ان کی کتب میں آنے والی ان پیشین گوئیوں کی ہم تفسیر کریں تو سادہ طور پر ہم یوں کہیں گے :

۱) دولت اسرائیل وہ چھوٹا سینگ ہے جو روم (یورپی و مغربی قوموں) کے ہاں سے برآمد ہوا ہے۔ جبکہ اس کے بڑے بڑے استعماری سینگ اور کئی ہیں۔ یہ سرزمین مقدس کو پلید کرنے کیلئے اس پر حملہ آور ہوا ہے۔

۲) درندہ یا پھر دو درندے جو پیشین گوئی میں مذکور ہیں یہ صیہونیت ہے جس کے دراصل دو چہرے ہیں ایک یہودی اور دوسرا نصرانی۔

۳) یہودی عام طور پر اور صیہونی خاص طور پر دور حاضر میں زمین کے اندر الحاد اور فساد کے داعی بن کر اٹھے ہیں۔ بیشتر الحادی نظریات کے بانی انہی میں سے ہوئے ہیں مثال کے طور پر : مارکس، فرائڈ، ڈارکایم، فیتشہ، ارلر، مارکوس، ھسرل، شیلر، برکستن، مارٹن بوبر وغیرہ۔

۴) بیت المقدس (یروشلم) میں Abomination of desolation یعنی بربادی کے منحوس پیش خیمہ (رجسِ خراب) کا قیام دراصل یہود کا بیت المقدس پر قابض ہونا اور اسے اپنی دولت کا پایہ تخت بنانا ہے۔ اس پر ہم الگ باب میں ابھی گفتگو کرنے والے ہیں۔

۵) سلطنت رومائے جدید سے مراد ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس لفظ کے تحت میں پورا مغرب آتا ہو۔ یہاں آکر ان کی کچھ دوسری پیشین گوئیوں میں مذکور جدید بابل کے ساتھ ایک اور چیز شامل ہو جاتی ہے۔ یہ وہ اژدھا ہے جو اپنی قدرت اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اس درندے کو دیتا ہے !! آگے بربادی کا پیش خیمہ والے باب میں ہم دیکھیں گے کہ خدا کے غضب کے دن درندے

کے ساتھ ہی اس اژدہا کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۶) شمال سے یا مشرق سے آنے والا لشکر مسلم مجاہدین ہیں۔ اس کی بھی کچھ تفصیل، ان کی پیشین گوئیوں کے ضمن میں، ہم اگلے باب میں ذکر کریں گے !!

اب اس کے بعد کہانی کا باقی ماندہ حصہ، حلیف ملکوں کا اتحاد، جنگ اور خدا کے غضب کا برسنا سمجھ آنا کچھ مشکل نہیں رہ جاتا !!!

تاہم یہاں ایک اور چیز کی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا جانا بھی ضروری ہے جو کہ تقاضا کرتی ہے کہ Bates کی گفتگو کی کچھ تصحیح کر دی جائے۔ دراصل تثلیث نے ان لوگوں کا عقیدہ ہی خراب نہیں کیا ان کی عقول کو بھی بری طرح متاثر کیا۔ اس وجہ سے اب ان کو تین اور ایک میں فرق نظر آنا کسی بھی وقت بند ہو جاتا ہے چنانچہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۱ پر یہ اپنی ہی کہی ہوئی ان سب باتوں کو بھول کر کہنے لگتا ہے کہ یہ تین اشخاص جن کو پیشین گوئیوں میں چھوٹا سینگ اور درندہ اور سلطنت کا رئیس کہا گیا ہے سب کے سب دراصل ایک ہی شخص ہیں !!!

قصہ کوتاہ یہ کہ اس سیناریو میں، جو Bates کی ان پیشین گوئیوں کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے، ہماری تفسیر سے کوئی جوہری فرق بہرحال نہیں آیا ہے۔ ہم نے اگر کچھ کیا ہے تو وہ یہی کہ ڈرامے میں کرداروں کے ذرا نام بدل دیے ہیں !!

ڈرامے کا جو اصل پلاٹ ہے وہ ہے یہودیوں کا سرزمین مقدس میں بے دین و بے ایمان ہو کر لوٹنا بلکہ یوں کہیے یہودیوں کا سرزمین مقدس میں اپنے پرانے کفر اور نئے الحاد کے ساتھ لوٹنا۔ یوں یہود نے اس پاکیزہ و مبارک سرزمین پر اب اپنی وہ دولت قائم کر لی ہے جس کو دانیال نبی کے صحیفے میں رجسہ خراب (بربادی کا منحوس پیش خیمہ) کہا گیا ہے اور یہ ہمارے اگلے باب کا موضوع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ضمیمہ

دانیال کی پیشین گوئی میں مذکورہ چار سلطنتیں اپنے تاریخی تسلسل کے ساتھ [1]

دانیال کی پیشین گوئی (جو اس نے بخت نصر کے خواب کی تعبیر کی صورت میں کر کے دی) میں مذکورہ چار سلطنتیں اپنے تاریخی تسلسل کے ساتھ کچھ اس طرح بنتی ہیں:

نوٹ: دانیال سے پہلے کی سلطنتوں کا ذکر ہم نے صرف وضاحت کیلئے کیا ہے

سلطنت	سلطنت کے اہم اہم بادشاہ	سلطنت کا پیش گوئی کے وقت سے زمانی فاصلہ
اسلامی سلطنت جو کہ اللہ کی کتاب تورات کے مطابق حکومت کرتی رہی	۱) داؤد علیہ السلام ۱۰۱۳ .... ۹۷۳ ق م ۲) سلیمان علیہ السلام ۹۷۳ .... ۹۳۳ ق م اس کے بعد بنی اسرائیل کی یہ مملکت دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک یہودا کی ریاست اور دوسری اسرائیل	دانیال سے پہلے ہو گزری ہے

(۱) ان معلومات کے مصدر کیلئے دیکھئے: دوائر المعارف العالمیہ، انسائیکلو پیڈیا آف کولمبیا، موسوعہ باروت، الموسوعہ العربیہ المیسرہ

آشوری مملکت (بابل)	سرجون دوئم ۷۷۲ .... ۷۰۵ق م یہ بادشاہ سرزمین مقدس کو آشوری سلطنت کے زیرِ نگین لایا	
کلدانی مملکت (بابل)	بخت نصر ۶۳۰ .... ۵۶۲ق م اس نے بیت المقدس کو برباد کیا۔ اسرائیلیوں کو اسیر کرکے بابل لایا۔ دانیال نبی اس کے دور میں ہوا اور اس کے خواب کی تعبیر پر مبنی پیشین گوئی کی۔	رؤیا کی ترتیب سے: پہلی سلطنت (سونے کا سر)
سلطنت فارس	خورس جس نے کلدانی سلطنت کا خاتمہ کیا ۵۵۰ .... ۵۲۹ق م	رؤیا کی ترتیب سے دوسری سلطنت (چاندی کا سینہ)
سلطنت یونان	سکندر اعظم سوئم ۳۳۶ .... ۳۲۳ اس نے سرزمین مقدس کو ۳۳۳ق م میں فتح کیا	رؤیا کی ترتیب سے تیسری سلطنت (تانبے کی رانیں)
سلطنت روم (رومۃ الکبریٰ)	(۱) شہنشاہ آگسٹائن جو کہ نظام شہنشاہت کا مؤسس تھا۔ اسی کے دورِ اقتدار میں مسیح کی پیدائش ہوئی۔ (۲) دقلیدیانوس جس نے رومی ایمپائر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک مشرقی اور ایک مغربی۔ ان دونوں کے الگ الگ پایۂ	رؤیا کی ترتیب سے چوتھی مملکت (ٹانگیں لوہے کی اور پیر لوہے اور مٹی کے)

تخت تھے۔اس کا دورِ اقتدار ۸۳۲ .... ۵۰۳عیسوی تھا۔

(۳) قسطنطین اول۔جس نے قسطنطنیہ کی اساس رکھی اور عیسائی مذہب قبول کیا۔ یہ ۳۳۷عیسوی میں نیقیہ کی مشہور عیسائی کانفرنس کے دوسال بعد فوت ہوا۔

(۴) ہرقل جس کا دورِ اقتدار ۶۱۰ عیسوی تک تھا۔اسی کے عہد میں مسلمانوں نے ارض مقدس کو فتح کیا اور پھر اس رومی شہنشاہ نے اس سرزمین کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہا۔ان دونوں کے الگ الگ

پایہ تخت تھے۔اس کا دورِ اقتدار ۸۳۲ .... ۵۰۳عیسوی تھا۔

(۳) قسطنطین اول۔جس نے قسطنطنیہ کی اساس رکھی اور عیسائی مذہب قبول کیا۔ یہ ۳۳۷عیسوی میں نیقیہ کی مشہور عیسائی کانفرنس کے دوسال بعد فوت ہوا۔

(۴) ہرقل جس کا دورِ اقتدار ۶۱۰ عیسوی تک تھا۔اسی کے عہد میں مسلمانوں نے ارض مقدس کو فتح کیا اور پھر اس رومی شہنشاہ نے اس سرزمین کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہا۔

چار بت پرست ایمپائر یں مکمل ہوئیں۔اس کے بعد خدائی مملکت کا پایا جانا ضروری ہے، جو کہ فتحِ اسلامی ہی ہو سکتی ہے۔ بصورتِ دیگر اہلِ کتاب کو ڈیڑھ ہزار سال کے اس خلا کی نہ صرف توجیہ کرنا پڑے گی، بلکہ بت پرست تہذیبوں کا خاتمہ کرنے والی اس تہذیبِ محمدی کی بابت بھی بتانا پڑے گا کہ وہ اسے اپنی رؤیائے دانیال کی ترتیب میں کہاں فٹ کرتے ہیں، اور یہ بھی کہ دورِ نبوتِ محمدی ''خدائی مملکت'' کیوں نہیں ہو سکتا؟

☆☆☆☆☆

فصل نہم

توراتی صحیفوں میں مذکور
بربادی کا پیش خیمہ

بربادی کا منحوس پیش خیمہ Abomination of Desolation یا "Transgression that desolates" یعنی ویران کرنے والی خطا کاری یا اجاڑنے والی مکروہات [1] اہل کتاب کی ایک باقاعدہ اصطلاح ہے۔ یہ بہت واضح ہے۔ مگر ان لوگوں نے حسب معمول اس کے گرد بھی ابہام اور غموض کا ایک جالا بن دیا ہے۔ لفظ بھی اور اس کا مفہوم بھی اب دونوں ابہام کا شکار ہیں۔

رِجْسَۃُ خَرَابٍ abomination of desolation...... مضاف اور مضاف الیہ کی اس ترکیب کے اور بھی کئی مترادفات بنتے ہیں۔ مثلاً بربادی کی وحشت یا پھر بربادی کی بدنمائی۔ مفہوم کے لحاظ سے اس کے اور بھی کئی ترجمے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بربادی کا پیش خیمہ بننے والی نافرمانی یا پھر بربادکن نافرمانی یا بربادکن بدکاری اس کا جو واضح ترمعنی بنتا ہے وہ ہے: بدکار مملکت !!

جہاں تک Bates کا تعلق ہے تو اس نے اپنی تحقیق کے نتیجے میں اس لفظ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ہے: بدکار تباہ کن امر، اس کے الفاظ کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے: پلید تباہ کن امر یا پھر ناپاک تباہ کن امر۔ شاید سب سے موزوں تر ترجمہ جو کہ خدائی کلمات کے موافق تر ہو سکتا ہے یہ ہو: پلید مفسد یا پھر ناپاک مفسد۔

---

(۱) دیکھیے صحیفہ دانیال: ۸: ۱۳، ۹: ۲۷۔ (مترجم)

تو پھر آیئے صحیفہ دانیال میں جو وارد ہوا وہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اسی نے اس امر کی ایک تاریخی اہمیت بنا دی ہے۔

البتہ اس سے پہلے دانیال کی ان پیشین گوئیوں سے جو ہم نے پچھلے باب میں بیان کیں اس امر کا تعلق واضح ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ ان (پچھلی) پیشین گوئیوں میں ایک فرشتے نے جب دانیال کے چار جانوروں والے خواب کی تعبیر بیان کی تو اس نے ایک فیصلہ کن انداز میں اپنی تعبیر اس بات پر ختم کی :

> اور تمام آسمانوں کے نیچے سب ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالٰی کے مقدس لوگوں کو بخشی جائیگی۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور تمام مملکتیں اس کی خدمت گزار اور فرمانبردار ہوں گی۔ یہاں پر یہ امر تمام ہوا۔ (دانیال ۷:۲۷۔۲۸)

مگر دانیال خوفزدہ ہو جاتا ہے اور اس معاملے میں مزید جاننے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ گویا کہ مورت والا خواب اس کو ایک عمومی پیشین گوئی لگتی ہے جو کہ خواب دیکھنے والے (بادشاہ بخت نصر) کے ساتھ متعلق ہے جبکہ چار جانوروں والے خواب پر غور وفکر کی اس کو بطور خاص ضرورت محسوس ہوئی۔ تب اس نے اس بات کی اور بھی زیادہ واضح تفسیر پانے کی خواہش کی کہ زمانہ قریب اور زمانہ بعید میں اس سلسلہ میں کیا پیش آنے والا ہے۔ عام طور پر ایک انسان کیلئے یہ دونوں پہلو ہی بہت اہم ہوتے ہیں۔ جہاں تک مستقبل قریب کا تعلق ہے تو ہر آدمی ہی تجسس رکھتا ہے کہ اس کے زمانے کے لوگوں کے ساتھ عنقریب کیا پیش آنے والا ہے اور آئندہ حالات کیا ہونے والے ہیں۔ کوئی عالم ہو یا جاہل اپنے دور کے ساتھ اتنی دلچسپی ضرور رکھتا ہے۔ جہاں تک مستقبل بعید کا تعلق ہے تو انجام دیکھنے کا معاملہ بھی ہر آدمی کیلئے دلچسپی کا باعث ہوتا ہے کہ دُنیا کا معاملہ کہاں پہنچے گا اور جس امت سے وہ تعلق رکھتا ہے اس کا انجام کیا ہونے والا ہے خصوصاً ایک نبی کو یا نبی کے ایک پیروکار کو اس سے بہت زیادہ دلچسپی ہوگی کہ اہل ایمان اور اہل کفر کا معاملہ دُنیا میں کس کروٹ بیٹھے گا۔

یوں دانیال نبی کو تیسرا خواب دکھایا جاتا ہے۔

تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا[1] کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا۔ میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ مغرب وشمال وجنوب کی طرف سینگ مارتا ہے یہاں تک کہ نہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا ہو سکا نہ کوئی اس سے چھڑا سکا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا۔ اور میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک بکرا مغرب کی طرف سے آ کر تمام روئے زمین پر ایسا پھرا کہ زمین کو بھی نہ چھوا۔ اور اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک عجیب سینگ تھا اور وہ اس دو سینگ والے مینڈھے کے پاس جسے میں نے دریا کے کنارے کھڑا دیکھا آیا اور اپنے زور کے قہر سے اس پر حملہ آور ہوا اور میں نے دیکھا کہ وہ مینڈھے کے قریب پہنچا اور اسکا غضب اس پر بھڑکا اور اس نے مینڈھے کو مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور مینڈھے میں اس کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ پس اس نے اسے زمین پر پٹک دیا اور اسے لتاڑا اور کوئی نہ تھا کہ مینڈھے کو اس سے چھڑا سکے۔ اور وہ بکرا نہایت بزرگ ہوا اور جب وہ نہایت زور آور ہوا تو اس کا بڑا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ چار

---

(۱) دانیال کی پچھلی پیشین گوئیوں والے خواب میں بھی اور یہاں بھی حیوانات کو دکھایا گیا ہے۔ یہ بات کچھ بہت باعث تعجب بات نہ ہونی چاہئے۔ اس بات کا وحی ہونا تو خیر خدا کے علم میں ہے مگر محض حیوانات کو ان خوابوں میں مذکور دیکھ کر ان کو افسانہ قرار دینا درست نہ ہوگا۔ سچے خوابوں کا حیوانات اور جمادات کے رمزیہ تصورات کی صورت میں آنا خود ہمارے دین سے بھی ثابت ہے۔ مثلاً یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر کا سات گائیں اور گندم کی سات بالیں دیکھنا۔ ایک آدمی کا پرندوں کو اپنے سر سے روٹیاں اٹھاتے دیکھنا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا غزوہ احد سے پہلے ایک گائے کا ذبح ہوتے دیکھنا جس کی تعبیر آپ نے اپنے صحابہ کی شہادت سے کی وغیرہ وغیرہ (مترجم)

عجیب سینگ آسمان کی چار ہواؤں کی طرف نکلے۔ اور ان میں سے ایک چھوٹا سا سینگ نکلا جو جنوب اور مشرق اور جلالی ملک کی طرف بے نہایت بڑھ گیا اور وہ بڑھ کر اجرام فلک تک پہنچا اور اس نے بعض اجرام فلک اور ستاروں کو زمین پر گرا دیا اور ان کو لتاڑا۔ بلکہ اس نے سماوی افواج[1] کے فرمانروا تک اپنے آپ کو بلند کیا اور اس سے دائمی قربانی کو چھین لیا اور اس کا مقدس گرا دیا اور اجرام خطا کاری کے سبب سے دائمی قربانی سمیت اس کے حوالے کیے گئے اور اس نے سچائی کو زمین پر پٹک دیا اور وہ کامیابی کے ساتھ یوں ہی کرتا رہا....

(دانیال :۸ :۳۔۱۲)

دانیال کہتا ہے :

تب میں نے ایک قدسی کو کلام کرتے سنا اور دوسرے قدسی نے اسی قدسی سے جو کلام کرتا تھا پوچھا کہ دائمی قربانی اور ویران کرنے والی خطا کاری کی رؤیا جس میں

---

(۱) اردو بائبل میں لفظ ہیں۔اس نے اجرام کے فرمانروا تک اپنے آپ کو بلند کیا مگر عربی بائبل کے الفاظ ہیں :

وحتی الی رئیس الجند تعظم

اور انگریزی بائبل کے الفاظ ہیں:

It magnified itself even as the prince of the host -

اس لئے ہم نے ترجمے میں اردو بائبل کے الفاظ اجرام کے فرمانروا کی جگہ سماوی افواج کے فرمانروا کے لفظ استعمال کئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر مصنف اس جملے کو صہیونیوں کے ہاتھوں اسلامی خلافت کے سقوط پر منطبق کرتے ہیں یعنی :اس نے بعض اجرام فلک اور ستاروں (اسلامی عظمت کے بعض نشانات یا بعض اسلامی قوتوں کو) زمین پر گرادیا اور ان کو لتاڑا۔ بلکہ اس نے سماوی افواج (محمد ﷺ کے پیروکاروں) کے فرمانروا تک اپنے آپ کو بلند کیا اور اس سے دائمی قربانی (بیت المقدس میں مسلمانوں کی زیارت کا حق اور مسجد اقصیٰ میں مسلمانوں کی آزادانہ عبادت) کو چھین لیا اور اس کا مقدس گرا دیا.... (مترجم)

مقدس اور اجرام پامال ہوتے ہیں کب تک رہے گی؟ اور اس نے مجھ سے کہا کہ:
دو ہزار تین سو صبح وشام تک۔ اس کے بعد مقدس پاک کیا جائے گا۔
(دانیال ۸: ۱۳-۱۴)

عہد قدیم کے کیتھولک نسخے میں صحیفہ دانیال کی یہ اختتامی عبارت یوں آتی ہے:
دو ہزار تین سو صبح وشام تک، پھر القدس کو اس کے حقوق واپس دلائے جائیں گے۔

تب دانیال فرشتے سے اس کی تعبیر پوچھتا ہے۔ تب فرشتہ اس سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

اے آدم زاد! سمجھ لے کہ یہ رؤیا (خواب) آخری زمانہ کی بابت ہے۔ اور جب وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا میں گہری نیند میں منہ کے بل زمین پر پڑا تھا لیکن اس نے مجھے پکڑ کر سیدھا کھڑا کیا اور کہا کہ: دیکھ میں تجھے سمجھاؤں گا کہ قہر کے آخر میں کیا ہوگا کیونکہ یہ امر آخری مقررہ وقت کی بابت ہے۔ جو مینڈھا تو نے دیکھا اس کے دونوں سینگ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں اور وہ جسیم بکرا یونان کا بادشاہ ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان کا بڑا سینگ پہلا بادشاہ ہے اور اس کے ٹوٹ جانے کے بعد اس کی جگہ جو چار اور نکلے وہ چار سلطنتیں ہیں جو اس کی قوم میں قائم ہوں گی لیکن ان کا اقتدار اس کا سا نہ ہوگا۔[1]

اور ان کی سلطنت کے آخری ایام میں جب خطا کار لوگ حد تک پہنچ جائیں گے تو ایک ترش رو اور رمز شناس بادشاہ برپا ہوگا یہ بڑا زبردست ہوگا لیکن اپنی قوت سے نہیں۔ اور یہ عجیب طرح سے برباد کرے گا اور برومند ہوگا اور کام کرے گا اور اپنی چترائی سے ایسے کام کرے گا کہ اس کی فطرت کے منصوبے اس کے ہاتھ میں خوب انجام پائیں گے اور دل میں بڑا گھمنڈ کرے گا اور صلح کے وقت میں بہتیروں کو

(۱) واقعتاً ہوا بھی ایسے ہی۔ چنانچہ اسکندر کی وفات کے بعد یونانیوں کی دولت چار مملکتوں میں تقسیم ہوئی، جسے کہ بطلیموسوں کا دور کہا جاتا ہے۔

ہلاک کرے گا۔ وہ بادشاہوں کے بادشاہ سے بھی مقابلہ کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوگا لیکن بے ہاتھ ہلائے ہی شکست کھائے گا۔ اور یہ صبح شام کی رویا جو بیان ہوئی یقینی ہے لیکن تو اس رویا کو بند کر رکھ کیونکہ اس کا علاقہ بہت دور کے ایام سے ہے۔

(دانیال: ۸ :۲۷ - ۲۶)

مگر دانیال کا تجسس ابھی اور بڑھتا ہے۔ خصوصاً جبکہ دانیال ایک ایسے دور میں رہتا ہے جس میں بابل اور فارس کی شہنشاہتوں کے مابین بڑے بڑے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ دانیال کو بہت تجسس ہے کہ اس کی مصیبت زدہ اور غلام کر لی جانے والی قوم کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اس کو یہ پریشانی بھی لاحق ہے کہ مقدس (بیت المقدس) کا کیا بنتا ہے اور اس پر کون تسلط پاتا ہے۔ تب وہ از سرِ نو دُعا ومناجات کرنے لگتا ہے۔ گریہ زاری کرتا ہے یہاں تک کہ خدا کی جانب سے اس کو ایک اور رؤیا دی جاتی ہے جو پچھلی رؤیاؤں سے بھی زیادہ واضح اور دقیق ہے اور اس میں زمانہ اور تعداد کی بابت زیادہ دقت پائی جاتی ہے۔ مگر اس کی تعبیر بہت پیچیدہ کر دی گئی ہے۔ جس کو پڑھ کر ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں رہتا کہ یہاں ان لوگوں نے ضرور کوئی تحریف کی ہے اور اس کے جلی پن کو ابہام میں بدل دیا ہے۔ یہ ہفتوں والے خواب (رؤیا الاسابیع) کے نام سے مشہور ہے جس میں فرشتہ دانیال سے کہتا ہے :

تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کیلئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطا کاری اور گناہ کا خاتمہ ہو۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے۔ ابدی راستبازی قائم ہو اور رؤیا و نبوت پر مہر ہو۔

اور پاک ترین مقام ممسوح کیا جائے۔ پس تو معلوم کر اور سمجھ لے کہ یروشلم کی بحالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے ممسوح فرمانروا تک سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے ہونگے... (دانیال: ۹ :۲۴-۲۵)

یہاں تک کہ فرشتہ اسے کہتا ہے :

اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور اس کا انجام

گویا طوفان کے ساتھ ہوگا اور آخر تک لڑائی رہے گی۔ بربادی مقرر ہو چکی ہے۔
اور وہ ایک ہفتہ کیلئے بہتوں سے عہد قائم کرے گا اور ہفتہ کے وسط میں ذبیحہ اور ہدیہ
موقوف کرے گا اور فصیلوں پر اجاڑنے والی مکروہات رکھی جائیں گی۔ یہاں تک
کہ بربادی کمال کو پہنچ جائے گی اور وہ بلا جو مقرر کی گئی ہے اس اجاڑنے والے پر
واقع ہوگی۔ (دانیال :۹ :۲۶۔۲۷)

بائبل کے کیتھولک نسخے میں ہے :

ایک بادشاہ آئے گا اور وہ لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور طوفان کے ساتھ
ہی اس کا خاتمہ ہوگا۔ انجام تک ہی وہ قتال اور اجاڑنے کا عمل جاری رہے گا۔ اور وہ
ایک ہفتے کیلئے بہت سوں سے پختہ عہد قائم کرے گا اور آدھے ہفتے میں وہ ذبیحہ اور
ہدیہ موقوف کرے گا۔ اور ہیکل کے اطراف میں بربادی کی بدنمائی ہوگی یہاں تک
کہ وہ بلا جو مقرر کی گئی ہے اس اجاڑنے والے پر واقع ہوگی۔

اس ابہام کے باعث ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں تحریف واقع ہوئی ہے۔ اگرچہ بعض تحقیق نگاروں نے اس کی ایسی تفسیر کرنے پر قابل تحسین محنت بھی کی ہے جو میلاد مسیح یا بعثت محمد کے ساتھ مطابقت رکھے۔

بہر حال دانیال ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کا زمانی تسلسل جان جاتا ہے۔ مگر یہ واقع کیسے ہونگے؟ آخر انسان ہے اور اس بات کا جواب پانے کیلئے ابھی تجسس قائم ہے۔ خدا مہربان ہے ہر بار دُعا سن لیتا ہے۔ دانیال پھر دُعا و مناجات اور گریہ و عبادت کا سہارا لیتا ہے۔ تب فرشتہ پھر آتا ہے اور اس سے مخاطب ہوتا ہے :

پر اب میں اس لئے آیا ہوں کہ جو کچھ تیرے لوگوں پر آخری ایام میں آنے کو ہے
تجھے اس کی خبر دوں کیونکہ ہنوز یہ رؤیا زمانہء دراز کیلئے ہے۔
(دانیال :10 :۱۴)

یہاں اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس بات کی بار بار نشاندہی ہوئی ہے کہ اس رؤیا کی تعبیر زمانہء آخر میں وقوع پذیر ہونے والی ہے تاکہ دانیال کو کوئی غلط فہمی باقی نہ رہ جائے۔ کیونکہ دانیال کو مستقبل قریب کو جاننے کا تجسس تھا جبکہ یہ رؤیا اس سے اہم تر معاملے کی خبر دے رہی ہے جو کہ آخری زمانے کے واقعات ہوں گے۔ اور فرشتہ دانیال کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اس بات کو فراموش نہ کر دے اور یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ قریبی زمانے میں پیش آنے والا ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ وہ دانیال کو بعض قریب میں رونما ہونے والے واقعات بھی بتا دیتا ہے جو کہ فارس اور یونان کے بادشاہوں کے مابین جنگ اور پھر شمال کے ملک اور جنوب کے ملک کے مابین جنگوں کے واقعات الگ سے بتاتا ہے۔ اس میں ہمارے لئے قابل توجہ اس کے یہ الفاظ ہیں :

> چنانچہ شاہ شمال آئے گا اور دمدمہ باندھے گا اور حصین شہر لے لیگا اور جنوب کی طاقت قائم نہ رہے گی۔ وہ اس جلالی ملک میں قیام کرے گا اور اسکے ہاتھ میں بربادی کا ناپاک سبب ہوگا۔
>
> (دانیال :۱۱ :۱۵۔۱۶)

یہ اشارہ ہے ایک مشرکانہ حکومت کی جانب جو بیت المقدس پر تسلط حاصل کرے گی اور اس میں اپنی عبادات قائم کرے گی۔ اہل کتاب میں اختلاف ہوا ہے کہ وہ کونسی حکومت ہوگی؟ مگر ہمارے لئے یہ اہم نہیں۔ ہمیں جس بات سے غرض ہے وہ یہ کہ صحیفہ دانیال بربادی کے ناپاک سبب کی ماہیت واضح کرتا ہے جو کہ زمانہء آخر میں رونپذیر ہوگا اور جس کو وہ درندہ یا چھوٹا سینگ اسی سرزمین میں قائم کرے گا اور یہ کہ بربادی کا یہ ناپاک سبب ایک مملکت ہوگی۔ چنانچہ ایک ہی نام ہے یعنی بربادی کا ناپاک یا منحوس سبب مگر یہاں وہ مملکت مشرکانہ حیثیت میں بیان ہوئی ہے۔ اس کا دوسرا وصف جو کہ پہلے گزر چکا وہ یہ کہ یہ اسرائیلی ہوگی !!

بہر حال یہ گفتگو ختم ہوتی ہے تو قیامت کے آنے اور مردوں کے اٹھائے جانے کا ذکر ہوتا ہے۔ فرشتہ دانیال کو نصیحت کرتا ہے :

لیکن تو اے دانیال ان باتوں کو بند رکھ اور کتاب پر آخری زمانہ تک مہر لگا دے۔
بہتیرے اس کی تفتیش و تحقیق کریں گے اور دانش افزوں ہوگی۔
(دانیال ۱۲:۴)

تاہم ایک فرشتہ دوسرے کو مخاطب کر کے، اور دانیال کو سناتے ہوئے، یہ بھی کہتا ہے :

اور جب وہ مقدس لوگوں کے اقتدار کو نیست کر چکیں گے تو یہ سب کچھ پورا ہو جائے گا۔ (دانیال ۱۲:۷)

تب دانیال کہتا ہے :

اور میں نے سنا پر سمجھ نہ سکا۔ تب میں نے کہا اے میرے خداوند ان کا انجام کیا ہوگا؟ اس نے کہا اے دانیال تو اپنی راہ لے کیونکہ یہ باتیں آخری وقت تک بند و سربمہر رہیں گی ....

اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی ایک ہزار دوسو نوے دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے۔ پر تو اپنی راہ لے جب تک کہ مدت پوری نہ ہو کیونکہ تو آرام کرے گا .... (دانیال ۱۲: ۸-۱۳)

یہاں صحیفۂ دانیال ختم ہو جاتا ہے اور دانیال مطمئن ہو رہتا ہے جبکہ اسے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ بیت المقدس کے حقوق پینتالیس سال بعد واپس ہو جائیں گے !!

مگر اہل کتاب ان واقعات جن کی پیشین گوئی ہوئی ہرگز مطمئن نہ ہوئے اور نہ ہی ہوں گے سوائے ان میں سے ایک ایسے شخص کے جو تعصب چھوڑنا قبول کرے اور آنکھیں کھول کر حقائق کو دیکھنے پر تیار ہو۔ یہ خود بھی تھکتے ہیں اور پوری دُنیا کو بھی اور ساتھ ہمیں بھی تھکاتے ہیں ....

اوپر کی جو گفتگو اختصار سے پیش کی گئی اس میں وہ بہت اہم پیشین گوئیاں مذکور ہو گئی ہیں جو دانیال کی پیشین گوئیوں کے ذیل میں اہل کتاب کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ ان پیشین گوئیوں میں کئی

امور ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱) پچھلے باب میں ہم چھوٹے سینگ کی بابت جو ذکر کر آئے ہیں اس کا یہاں اور بھی تاکید سے ذکر ہوا ہے۔ یہ چھوٹا سینگ ان پیشگوئیوں کی رو سے مکار ہے۔ حیلہ جو ہے۔ زندیق یعنی الحاد کو پھیلانے والا ہے۔ یہ اپنی قوت کے بل پر قائم نہیں بلکہ دوسروں کے سہارے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کا دشمن قدوسیوں کی قوم ہے جو کہ آج اس دور میں خاتم الانبیاء کی امت ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ یہ ان پر اپنی بڑائی کرتا ہے۔ ان کے سرداروں کے سردار (خلیفہ) کو گراتا ہے بغیر اپنی کسی فوج کو استعمال کئے۔ یہ سب سے خبیث حرکت یہ کرتا ہے کہ اپنی فوج کے ساتھ بیت المقدس کو پامال کرتا ہے اور اس کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے اور یہاں عبادت کو موقوف کر دیتا ہے۔ یہاں بیت اللہ کو گراتا ہے اور اس میں اپنی وہ مملکت بناتا ہے جس کو بربادی کا ناپاک سبب قرار دیا گیا ہے۔

۲) یہ چھوٹا سینگ یہ کام جس دور میں کرتا ہے تو یہ آخری (ابدی) مملکت کے اقتدار کا دور ہے یعنی کہ قدوسیوں کے اقتدار کا دور[1]

یہ فارس اور روم کی سلطنت کا دور نہیں ....اس ناپاک مملکت کا قیام ان پیش گوئیوں کی رو سے یہ معنی نہیں رکھتا کہ یہ قدوسیوں (امت محمد) کی ابدی مملکت کا خاتمہ ہے۔ یہ بات صحیفہء دانیال متعدد موقعوں پر بہت واضح کرتا ہے یعنی اس ناپاک ریاست کا قیام ایک وقتی واقعہ ہوگا۔ زمان اور مکان کے لحاظ سے یہ ایک محدود وقفہ آئے گا جس کا قدوسیوں کی ابدی مملکت کچھ دیر کیلئے شکار ہوگی۔ چنانچہ اس ناپاک ریاست کا سرزمین مقدس پر قابض ہو جانا ان پیشین گوئیوں میں اس انداز کا نہیں جو دانیال کے صحیفے میں چار حیوانات والی رؤیا کے اندر آتا ہے اور جس میں کہ ایک بڑا دیوہیکل جانور باقی جانوروں پر غالب آ جاتا ہے۔ مگر یہاں، یعنی چھوٹے سینگ کے معاملے میں، ایسی کوئی بھی بات نہیں ملتی۔ یہ ایک چھوٹا سینگ ہے۔ اس کے تسلط کا دائرہ بہرحال محدود ہے۔ البتہ اس کا مکر و خباثت بہت

(۱) مراد ہے مسلمانوں کے اقتدار کا دور......(مترجم)

عظیم ہے اور اس کو چالبازی کی بڑی صلاحیت دی گئی ہے۔ پھر اس کے پیچھے ایک سپر پاور ہے جو کہ اس کی پشت بان ہے۔ پھر یہ واقعہ کچھ ایسے دور میں پیش آتا ہے جو کہ ایک شدید مصیبت اور فتنہ و تکلیف کا دور ہے۔ (ملاحظہ کیجئے دانیال ۱:۲۱: ''اور وہ ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ ابتدائے اقوام سے اس وقت تک کبھی نہ ہوگا'') مگر اس پیشین گوئی میں ہی یہ واضح ہے کہ یہ تکلیف کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور قدوسی (اُمت محمدؐ) پھر سے فتح پا لیتے ہیں اور اس روز خوش ہوتے ہیں جس روز یہ بربادی کا منحوس سبب ٹلتا ہے اور بیت المقدس پاک کیا جاتا ہے۔ مزید برآں یہ چھوٹا سینگ منہدم کرتا ہے اور تعمیر کرتا ہے۔ یعنی یہ خدا کے مقدس گھر کو گراتا ہے اور وہاں پر پلیدی کے مقامات تعمیر کرتا ہے۔ چنانچہ اس پلیدی کے مقام کے حوالے سے بعض اہل کتاب کے شارحین لکھتے ہیں یہ کوئی بت ہوگا جو ہیکل میں نصب کیا جائے گا۔ جبکہ حقیقت یہ ہوسکتی ہے ہے کہ ہیکل ہوگا جو مسجد میں قائم کیا جائے گا۔

مقدس میں پلیدی کے قیام کی یہ تفسیر جو وہ کرتے ہیں اور جو ہم نے کی ہے دونوں ہی پلیدی کی تفسیر کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی امت کے عبادت خانے میں کہیں باہر کی قوم کی عمارت کھڑی ہونا، اقتدار اور فوجی طاقت کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ اس پلیدی کا ایک خصوصی معنی ہے اور ایک عمومی۔ اس کا عمومی معنی ہے اس سرزمین مقدس میں ایک پلید مملکت کا قائم ہوجانا جبکہ اس کا خصوصی معنی ہوگا اس مملکت کا بیت المقدس مسجد کے احاطے میں کوئی بت یا پلید مرکز قائم کر لینا جس کی یا جس کے اندر یہ اپنی پوجا پاٹ کرے گی! پھر اسی طرح اس بت یا اس پلیدی کا خدا کے گھر سے ہٹایا جانا بھی (مسلمانوں کی) ایک فوج اور ایک اقتدار کے بغیر نہ ہوگا جس طرح کہ رسول اللہ نے فتح مکہ کے بعد بیت اللہ سے بتوں کی پلیدی ہٹائی تھی۔ ایسا ہی کام آپ کے پیروکار کریں گے جب وہ بیت المقدس لیں گے اور اس میں پلید ریاست کی پھیلائی ہوئی پلیدی اور نحوست اور بربادی کے اسباب کا خاتمہ کریں گے (اور یہ بھی کیا بعید کہ مسجد اقصیٰ میں تب بھی کوئی ہیکل نہ ہو اور مسجد کے اندر پلیدی صرف صہیونی ریاست کا یہ پرچم ہو) یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب کے اکثر شارحین اس بابت کوئی شک نہیں رکھتے کہ ویران کرنے والی خطا کاری دراصل ایک تباہی لے آنے والی ریاست کا قیام ہے جو ارض قدس میں ہو

گا۔مگر یہ ریاست کونسی ہوگی؟ اس کے جواب میں یہ بات غور طلب ہونی چاہئے کہ تینوں امتیں جو اس سرزمین کو مقدس مانتی ہیں اور اس خطے کی تعظیم کرتی ہیں (مسلمان، عیسائی اور یہودی) یہاں اس سرزمین میں ان تینوں امتوں کا باری باری اقتدار قائم ہو چکا اور تینوں کا ایک دوسرے کے بعد یہاں غلبہ ہولیا۔اب لازمی بات ہے کہ ان تینوں میں سے ایک کا اقتدار ضرور ہی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

یہاں ہم اس پوزیشن میں آجاتے ہیں کہ ہم صرف دانیال کے کلام سے ہی نہیں بلکہ تاریخی اور واقعاتی شواہد کی بنا پر بھی اس ریاست کا تعین کریں جو بربادی کا منحوس پیش خیمہ ہوگی۔

اس معاملے میں ایک بے انتہا اہم بات یہ ہے کہ اس بربادی کا منحوس پیش خیمہ بننے والی ریاست کا مسیح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ہونا ضروری ہے۔جس کی دلیل یہ ہے کہ انجیل متی اور ان کے کچھ دوسرے صحیفوں میں یہ بات بوضاحت پائی جاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ایک بار دانیال کی پیشین گوئی کا بذات خود حوالہ دیا تھا اور اس میں مذکور تباہی کا وقت زمانہء آخر بتایا تھا جس کی کہ آگے چل کر تفصیل آرہی ہے۔چنانچہ یہاں سے ان لوگوں کا دعویٰ صاف باطل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ بربادی کا منحوس سبب یا یہ پلیدی بیت القدس میں پائے جانے کا واقعہ قبل مسیح دور سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کہ اس سے مراد وہاں پر زیوس بت کے ہیکل کا بننا ہے جو کہ قبل مسیح ہو چکا ہے۔کیونکہ انجیل متی کی رو سے یہ واقعہ بہرحال عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد ہی رونما ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ان لوگوں کے دعویٰ کی غلطی بھی واضح ہے جو اس بربادی کا تعلق ان واقعات سے جوڑتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے کئی عشرے بعد (۷۰ء یا ۱۳۵ء) میں پیش آئے۔اس بات کا غلط ہونا بھی کئی وجوہ سے واضح ہے :

۱) تاریخی واقعات کی فہرست میں یہ واقعات معمولی سمجھے جاتے ہیں۔یہودیوں کی تاریخ میں ایسے واقعات بارہا پیش آچکے ہیں جیسا کہ عہد قضاۃ میں پیش آچکا ہے۔

۲) دوسری بات یہ کہ یہودی اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے ساتھ کفر کر کے کافر ہو چکے تھے جبکہ ان واقعات کی زد جن لوگوں پر پڑے گی وہ ہونے چاہییں جو عیسیٰ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۳) پھر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے چند عشرے بعد پیش آنے والے یہ واقعات ان حالات اور شروط سے مطابقت نہیں رکھتے جو دانیال اور مسیح علیہ السلام نے بیان کی ہیں۔ بلکہ یہ ان بیشتر توراتی صحیفوں کے بیان کردہ ان امور سے مطابقت نہیں رکھتے جو یہود کی سرزمین مقدس میں واپسی، ان کے وہاں محاکمہ اور ان کے وہاں منحوس اجتماع ہونے اور خدا کی منتخب امت کے ہاتھوں ان پر خدا کا غضب نازل ہونے ایسے واقعات سے بحث کرتے ہیں اور جن کے بارے میں آگے چل کر ہم گفتگو کریں گے تاکہ قاری کے ہاں کوئی شک باقی نہ رہے کہ بربادی کا یہ عظیم واقعہ پرانے دور سے متعلق نہیں بلکہ اس کا پیش آنا ابھی باقی ہے۔

جہاں تک ان توراتی صحیفوں کے یہودی شارحین کا تعلق ہے تو وہ تو چونکہ مسیح علیہ السلام پر ہی سرے سے ایمان نہیں رکھتے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ [1] کسی بات کو درخور اعتنا جانتے ہیں لہٰذا وہ تو بربادی کے اس منحوس سبب کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یہ ہیکل کے مقام پر کسی بت کا قائم ہونا ہے۔ اس کے بعد وہ اس اختلاف کو حل کرنے میں سرگرداں ہو جاتے ہیں کہ ہیکل کے مقام پر بت کے قائم ہونے

---

(۱) یہ بات نوٹ کرنا بہت اہم ہے: دانیال کی پیشین گوئی سے اور پھر مسیح علیہ السلام کے اس کو ازسر نو دہرانے سے صاف مفہوم نکلتا ہے کہ ایک تو اسے مسیح کے بعد رونما ہونا چاہیے اور دوسرے، یہ آفت اچھے اور ایمان والے لوگوں پر ہی آنی چاہیے جو اپنے دور کے قدسی ہوں۔ یہودیوں پر مسیح کے سات عشرے بعد جو مصیبت آئی یہ وہ 'رجسۃ خراب' نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اس وقت کے اہل ایمان نہ تھے۔ بیت المقدس میں اس کے بعد بھی تا نبوت محمد ﷺ اہل ایمان پر کوئی ایسا واقعہ نہیں گزرا۔ پس لامحالہ اس کا تعلق نبوت محمد ﷺ ہی کے دور سے ہے (مترجم)

کا یہ واقعہ کب پیش آیا یا کب پیش آئے گا۔ ان میں سے بعض کا خیال ہے یہ قبل مسیح سے متعلق ہے اور بعض کا خیال ہے کہ اس کے بعد۔ البتہ اس بارہ میں یہ شدید اضطراب میں مبتلا ہوئے ہیں کہ اس زمانے کی بابت کیا کریں جس کا تعین دانیال کے صحیفے نے بہت دقت کے ساتھ کیا ہے۔ خصوصاً ان میں سے وہ لوگ تو اور بھی مشکل میں پڑے جو دانیال کی بتائی ہوئی مدت میں دنوں کا مطلب ظاہری معنی میں دن ہی مراد لیتے ہیں۔ البتہ ان میں سے جس نے دنوں کی تفسیر سالوں سے کی وہ یہ ماننے کا آپ سے آپ پابند ہوا کہ یہ واقعہ پرانے زمانے میں پیش نہیں آیا اور نہ ہی دو ہزار تین سو سال پورے ہونے سے پہلے یہ پیش آئے گا۔ پرانے زمانے میں ایسا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا ہونے کی بطور خاص یہ دلیل بھی بہت واضح ہے کہ دانیال کی پیشین گوئی میں دنوں سے مراد اگر ظاہری معنی میں دن ہی لئے جائیں تو تاریخی طور پر کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ ۲۳۰۰ دن بعد کوئی مملکت قائم ہوئی ہو اور وہ ۴۵ دن قائم رہی ہو اور پھر وہ ختم ہوگئی ہو !!

یہ ایک اتنا نا قابلِ ذکر واقعہ ہوتا کہ تاریخ کو ایک جملہ معترضہ سے بڑھ کر اس کا کوئی ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی !!

پھر جبکہ صورتحال یہ ہے کہ خود توراتی صحیفے ہی دن کی تفسیر سال سے کرتے ہیں۔ مثلاً صحیفہء حزقیال میں آتا ہے :

میں نے تیرے لئے ایک ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مقرر کیا ہے۔

(حزقیال : ۴:۶)

پھر اسی طرح دانیال کی اپنی پیشین گوئی کے الفاظ : مبارک ہے وہ جو .... انتظار کرتا ہے اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ لمبی مدت ہے ورنہ ۴۵ دن انتظار کیلئے کوئی مدت نہیں بلکہ انتظار کیلئے ۴۵ سال ہی مناسب مدت ہوسکتی ہے ....

پھر اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پاس یہودی کی شہادت موجود ہے۔ یہودیوں میں سے ایک گروہ شروع سے لے کر اب تک علی الاعلان یہ کہتا آیا ہے کہ صہیونی اقتدار جو کہ ارضِ مقدس میں اس

وقت قائم ہے وہی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ یہودیوں کا یہ وہ گروہ ہے جو اپنے پیروکاروں کو شروع سے لے کر آج تک صیہونی افکار کی خطرناکی سے خبردار کرتا آیا ہے۔ یہ گروہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ یہودیوں کا اس وقت سرزمین مقدس میں اکٹھا ہونا خدا کا غضب نازل ہونے اور خدائی انتقام واقع ہونے کا مقدمہ ہے۔ امریکہ میں یہودیوں کے اس گروہ کی خاصی تعداد موجود ہے اور اس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں اس کا قابل لحاظ وجود ہے۔ پھر ان میں سے بعض لوگ ایمان تو اسی حقیقت پر رکھتے ہیں البتہ اس کی تفسیر ایک سیکولر انداز میں کرتے ہیں ان میں مشہور ترین شخصیت عالمی لغت دان مفکر نعوم چومسکی ہے۔ پھر اسی عقیدے کے حامل بعض ایسے یہودی گروہ بھی ہیں جو مقبوضہ فلسطینی علاقے میں ہی سکونت پذیر ہیں مگر دولت اسرائیل کے ساتھ نہیں۔ ان میں کی مشہور شخصیت حاخام ہیرش ہے جو کہ یاسر عرفات کی کابینہ میں وزیرِ امورِ یہود ہے۔ اس کا گروہ ناتوریم کارٹا کہلاتا ہے یعنی پاسبانانِ بستی۔

یہود کو چھوڑ کر اب ہم عیسائی شارحین کی طرف آتے ہیں ....

وہ مشترک غلطی جو ان دونوں گروہوں (یہودیوں اور عیسائیوں) کو گمراہ کرتی آئی ہے وہ یہ کہ بربادی کی نحوست سے ان کے نزدیک مراد یہودیوں کے علاوہ کوئی قوم ہے۔ یہودیوں کے علاوہ جتنی اقوام ہیں وہ ان دونوں گروہوں کی اصطلاح میں بت پرست کہلاتی ہیں۔ چنانچہ یہاں سے ان کے لئے یہ بات آسان ہو جاتی ہے کہ یہ کسی بھی غیر یہودی قوم کے اقتدار کو بت پرست مملکت قرار دے کر اسی کو بربادی کا پیش خیمہ ٹھہرا دیں اور یوں کسی بھی غیر یہودی مملکت کو دانیال کی اس پیشین گوئی کا مصداق بنا دیں۔ یہاں تک کہ ٹی بی بیٹس بھی باوجود اس کے کہ وہ یہ مانتا ہے کہ یہودی بھی اپنی پوجا پاٹ میں مشرک ہو جائیں گے بربادی کی نحوست کی تفسیر اشوری مملکت سے کرتا ہے جو اس کے خیال میں آخری زمانہ میں بیت المقدس پر حملہ آور ہوگی۔ (دیکھیے اس کی کتاب کا صفحہ ۲۰۹)

Bates کا تو ہو سکتا ہے کوئی عذر ہو کیونکہ اس نے یہ سب کچھ قیام اسرائیل سے بہت پہلے لکھا تھا اور اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ سرزمین مقدس میں کبھی یہودیوں کی کوئی مملکت بھی قائم ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جہاں یہودیوں کے یروشلم واپس آنے کا ذکر کیا بھی وہاں

ان کا ذکر بطور مملکت نہیں کیا بلکہ ایک ٹولے یا گروہ کے طور پر کیا۔ جیسا کہ ہم پچھلے باب میں اس پر کچھ بات کر آئے ہیں۔

مزید یہ کہ Bates بھی اور اس جیسے اس زمانے کے اور لوگ بھی یہی تصور رکھتے تھے کہ یہودی سرزمین مقدس میں مسلمان حکومتوں کے زیر اقتدار شدید مظلوم اور مقہور ہوں گے لہٰذا میلینیم پورا ہوتے ہی یا پھر مسیح کا ظہور تو ہونے کے ساتھ ہی یہودی مسیح پر ایمان لے آنے میں دیر نہ کریں گے۔ بلکہ ماکنٹوش تو مسیح کا معجزہ ہی یہ بتاتا ہے کہ اس بار ان پر یہودی ایمان لے آئیں گے۔ ماکنٹوش لکھتا ہے:

> ساری دُنیا کی حیرت اس دن اس بات پر ہوگی کہ یہ پلید قوم کیونکر رب کی تقدیس کرنے لگی ہے۔
>
> (بحوالہ مجلہ المراعی الخضر ۱، اشاعت جولائی ۱۹۳۴ص ۱۹، ضمیمہ پیشین گوئیوں کی شرح)

اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ ان (یہودیوں) میں سے صرف ایک تہائی ہوگی جو بھسم کر دینے والی آگ سے نجات پائیں گے اس کا اشارہ صحیفوں کی ان عبارتوں کی جانب ہے جو پیش خیمہء بربادی کے انجام سے بحث کرتی ہیں اور جن پر ہم اگلی فصل میں گفتگو کریں گے۔

چنانچہ ان عیسائی شارحین کے ہاتھ صرف آدھی حقیقت لگی ہے یعنی یہودیوں کا کافر اور نجس ہونا۔ رہا یہ کہ ان کی ایک مملکت بھی قائم ہوگی تو یہ حقیقت کا وہ آدھا حصہ ہے جو پرانے عیسائی شارحین کے ہاتھ نہ لگا۔ اس کے باوجود یہ پرانے عیسائی شارحین ان صحفیوں کے ان تمام مفسروں اور تاریخ نگاروں سے بہتر ثابت ہوئے ہیں جن کی تفاسیر پر ہمارے آج کے دور کے اہل کتاب بنیاد پرستوں کا سہارا ہے اور جس کی بنیاد پر یہ یروشلم میں بربادی کے پیش خیمہ کی انتہائی خباثت پرمبنی تفسیر کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک بدبخت سٹیفن رنس مین ہے جو صلیبی جنگوں کی تاریخ' نامی مشہور کتاب کا مصنف ہے اور یوں لکھتا ہے:

فروری ۶۳۸ء کے ایک روز یروشلم میں خلیفہ عمر بن الخطاب کا داخلہ ہوا ....
خلیفہ کے ایک طرف پیٹریارک صفرونیوس چل رہا تھا کیونکہ ہتھیار ڈال دینے کے بعد شہر کی انتظامیہ کا اب وہی سربراہ تھا۔ عمر نے شہر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ہیکل سلیمانی (؟!!!) کا رخ کیا جہاں سے اس کے پیشوا محمد آسمان کی طرف معراج پر گئے تھے۔ جس دوران پیٹریارک عمر کو وہاں قیامِ نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا تب اس کے ذہن میں مسیح کے یہ اقوال گھومنے لگے اور وہ اپنی غمناک آنکھوں سے مسیح کے ان الفاظ کا مصداق دیکھنے لگا :
پس جب تم بربادی کا وہ منحوس سبب دیکھ لو جس کی دانیال نے پیش گوئی کر رکھی ہے....
پیٹریارک کا یروشلم میں خدمت عامہ کا یہ آخری کام تھا جو اس نے انجام دیا۔ اپنی طویل زندگی میں، جو کہ ارتھوڈکس مذہب کی خدمت اور مسیحی دُنیا کے اتحاد کیلئے کوششیں کرتے گزری، پیٹریاک نے یہ سب سے المناک سانحہ دیکھا تھا۔

(دیکھئے کتاب صلیبی جنگوں کی تاریخ ص ۷۱،۹۱)

یہی رائے مشہور عرب عیسائی مورخ فلپ ہٹی کی بھی ہے۔
جبکہ عیسائیوں میں سے وہ محققین جن کو خدا نے ہدایت نصیب فرمائی انہوں نے اس ذہنیت کا رد بھی کیا ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض نے تو عمرؓ کے بیت المقدس میں آنے کی بابت تورات سے ایک پیشین گوئی کا بھی حوالہ دیا ہے جو کہ صحیفہ، زکریاہ میں آیا ہے۔
اے بنتِ صیہون تو نہایت شادمان ہو۔ اے دخترِ یروشلم خوب للکار کیونکہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے ....

اور وہ قوموں کو صلح کا مژدہ دے گا اور اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک
اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک ہوگی۔ (۱)

(زکریاہ ۹: ۹۔۱۰)

یہ وہ پیشین گوئی ہے جسے عیسائی زبردستی عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس داخلہ پر چسپاں کرتے ہیں جب آپ تن تنہا بیت المقدس کی زیارت کو آتے تھے۔ بے شک اسلام کے فتح بیت المقدس کی کوئی بھی پیشین گوئی نہ ہو اور بے شک بیت المقدس کے فاتح عمرؓ نہ ہوں پھر بھی بربادی کا منحوس سبب جیسا وصف امت توحید اور اس کی فتوحات سے کوئی دور کا بھی میل نہیں رکھتا کہ اس امت نے اور اس کی فتوحات نے تو انسانیت کو اندھیروں اور بربادی کی نحوستوں سے نکال کر روشنی اور پاکیزگی سے روشناس کرایا تھا۔ یہ بات خدا کے فضل سے ایسی ہے کہ ساری تاریخ اس بات پر گواہ ہے اور اس کا انکار محض وہی شخص کرے گا جسے تعصب اور ہٹ دھرمی نے اندھا کر دیا ہو اور کینہ وبغض نے اس کے قوائے تفکر معطل کر دیئے ہوں۔

پھر اگر یہ عیسائی عمرؓ کے ہاتھوں فتح بیت المقدس کے واقع کو دانیال کی پیشین گوئی میں مذکور بربادی کے منحوس سبب پر ہی معاذ اللہ چسپاں کرتے ہیں تو پھر اس پر تو ۲۳۰۰ سال کی وہ مدت ہی پوری نہیں ہوتی جو دانیال کی پیشین گوئی میں مذکور ہوئی ہے چاہے اس مدت کی پیمائش آپ دانیال کی وفات کے وقت سے کرلیں چاہے سکندری کیلنڈر سے۔ کیونکہ دانیال سن ۴۵۳ قبل مسیح میں فوت ہوتا ہے۔ چنانچہ دانیال کے سن وفات اور عمر کے فتح بیت المقدس کے مابین جو مدت بنتی ہے ۴۵۳ + ۶۳۸ = ۱۰۹۱ سال !!

---

(۱) اس سے پہلی فارس یا روم کے کسی بادشاہ کی فرمانروائی بحر فارس سے بحر روم تک اور دریائے فرات سے عدن (یمن) تک کی تمام زمین پر نہیں ہوئی۔ یہ صرف حضرت عمرؓ کا امتیاز ٹھہرا کہ ان کی اس پوری سرزمین پر فرمانروائی ہوئی اور پھر عمر بن الخطاب کے بعد اس ابدی مملکت کے دوسرے خلفاء کو بھی یہ بات حاصل رہی۔

اگر آپ سکندری کیلنڈر کے حساب سے کریں تو پھر یہ مدت صرف (۲۳۸+۳۳۳)=
۱۷۹ سال بنتی ہے !!

یہاں اب یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ دانیال کے ذکر کردہ اعداد پر کچھ بات کی جائے اگر چہ ہم چاہتے تھے کہ اس پر بعد میں گفتگو ہو کیونکہ ثابت حقائق اور مستند واقعات ہمیں اس پر گفتگو سے مستغنی کر دیتے ہیں۔ تاہم اس معاملے کی پوری تصویر سامنے لائے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں :

دانیال کی پیشین گوئی کی رو سے بربادی کا منحوس سبب ۲۳۰۰ سال تک جا کر قائم ہوگا یعنی کہ ۲۳۰۰ سال بعد۔ کیونکہ یہ اسلوب (کب تک، اس وقت تک) اس رؤیا میں بار بار آتا ہے اور کچھ دوسرے صحیفوں میں بھی آتا ہے۔ یہ دراصل تراجم کی غلطی ہے یا یوں کہیے غالباً یہ لفظی ترجمہ کی غلطی ہے۔ خاص طور پر جبکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ صحیفہ دانیال میں بار بار یہ تاکید ہوتی ہے کہ اس پیشین گوئی کا تعلق زمانہ آخر سے ہے جب خدا کا غضب آئے گا اور یہ کہ اس کا واقع ہونا ابھی بہت دور ہے یہ بات صحیفہ سے مکرر ثابت ہے۔

اس معاملے میں کسی بھی محقق کو، جو کہ اس پیشین گوئی میں دن سے مراد سال لیتا ہے ہم سے اختلاف نہیں۔ پیچھے ہم یہ واضح کر آئے ہیں کہ اس کی لفظی تفسیر یعنی دن سے مراد دن ہی لینا درست نہیں۔

اصل اختلاف یہ ہے کہ ۲۳۰۰ سال کی اس مدت کا نقطۂ آغاز کیا مانا جائے؟

اس بارے میں ان لوگوں کے جتنے اقوال ہیں وہ چانسی Chauncy کی کی ہوئی شرح سے معلوم کئے جا سکتے ہیں جو کہ اس کے اپنے بقول پچاسی تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ چانسی کے ذکر کردہ اقوال کا خلاصہ ہندوستان کے مشہور عالم اور مناظر علامہ رحمت اللہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> اس پیشین گوئی کی مدت کے زمانہء آغاز کا تعین کرنے کے معاملہ میں ان کے علماء کے نزدیک شروع سے لے کر ایک بڑا اشکال پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اس مدت کا نقطہء آغاز ان چار زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ ہے

جن میں فارس کے سلاطین نے یکے بعد دیگرے یروشلم کی بحالی کی بابت فرامین جاری کئے تھے۔ یہ چار زمانے یوں بنتے ہیں :

پہلا : سن ۵۳۶ قبل مسیح ۔ جب خورس نے فرمان جاری کیا

دوسرا : سن ۵۱۸ قبل مسیح ۔ جب دارا نے فرمان جاری کیا

تیسرا : سن ۴۵۸ ق مسیح ۔ جب اردشیر نے عزیر کیلئے فرمان جاری کیا۔

چوتھا : سن ۴۴۴ قبل مسیح ۔ جب اردشیر نے نحمیاہ نبی کیلئے اپنا آخری فرمان جاری کیا۔

جبکہ دنوں سے یہ سال مراد لیتے ہیں اس بناپر اس مدت کا خاتمہ (یعنی اس واقعہ کے پیش آنے کا وقت جیسا کہ پیچھے ہم واضح کر آئے ہیں) ان زمانوں کے حساب سے یوں بنتی ہے :

چوتھے حساب سے یہ وقت سن ۱۸۵۶ عیسوی میں پورا ہوا۔

تیسرے حساب سے یہ وقت سن ۱۸۴۳ عیسوی میں پورا ہوا

دوسرے حساب سے سن ۱۷۸۲ عیسوی میں۔

اور پہلے حساب سے سن ۱۷۶۴ عیسوی میں۔

چانسی جس نے اپنی کتاب ۱۸۳۸ء میں لکھی، کہتا ہے :

پہلی اور دوسری مدت تو گزر گئی تیسری اور چوتھی ابھی رہتی ہے، تیسری مدت کے درست ہونے کا امکان زیادہ ہے اور میرے نزدیک بھی یہی یقینی ہے۔

مگر اب ہم یہ دیکھتے ہیں اور ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ تیسری اور چوتھی مدت بھی کوئی واقعہ ہوئے بغیر گزریں۔ اب پھر کونسا حساب لگایا جائے؟

چانسی خود ہی کہتا ہے :

بعض کے نزدیک اس مدت کا نقطۂ آغاز سکندر رومی (صحیح یہ ہے کہ سکندر یونانی)

کے ملکِ ایشیا (سلطنتِ دارا فارسی) پر حملہ آور ہونے کا سال ہے۔اس حساب سے اس مدت کے پورا ہونے کا سال ۱۹۶۶ء بنتا ہے۔

(دیکھیے علامہ رحمہ اللہ کی کتاب اظہار الحق ص ۹۳،۹۴)

اس پر علامہ رحمت اللہ جو کہ ۱۸۹۱ء میں فوت ہوئے تعلیقاً لکھتے ہیں :

پہلی اور دوسری مدت کا جھوٹ ہونا اس (چانسی) کے اپنے عہد میں ہی واضح ہو گیا۔جیسا کہ اس نے خود اعتراف کیا ہے۔تیسری مدت، جس کا اس کے زعم میں درست ہونے کا بہت زیادہ امکان تھا بلکہ یقینی تھا،بھی جھوٹ ثابت ہوئی۔پھر چوتھی بھی جھوٹ نکلی،اب پانچویں مدت رہتی ہے

(اظہار الحق ص ۹۴)

اب چونکہ شیخ رحمت اللہ کا اصل مضمون اپنی اس کتاب میں یہ تھا کہ وہ اہل کتاب کے صحیفوں میں تحریف ہونے کا ثبوت دیں اور یہ ثابت کریں کہ یہ صحیفے شک سے ماورا نہیں اور اس مقصد کیلئے ان صحیفوں میں ہونے والی پیشین گوئیوں کے بطلان کے شواہد پیش کریں اسلئے شیخ اپنی کتاب میں یہ توقع ظاہر کرتے ہیں کہ یہ پانچویں مدت بھی جھوٹ ہی ثابت ہوگی، چنانچہ لکھتے ہیں :

جو شخص اس دور میں زندہ رہے گا ان شاء اللہ دیکھ لے گا کہ یہ (پانچویں مدت) بھی جھوٹ ہی ہے۔

بلکہ شیخ رحمت اللہ ان لوگوں کی اس بات کا (کہ وقت اس پیشین گوئی کی سچائی کو خود ثابت کرے گا) کے جواب میں دعویٰ کر کے اس کی یہ بات جھٹلاتے ہیں اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ ان (اہل کتاب) کا یہ کلام سرے سے ثابت نہیں۔(دیکھیے اظہار الحق ص ۹۴)

مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ :

خدا شیخ رحمت اللہ پر اپنی رحمت فرمائے۔ان کیلئے اس بات کی گنجائش تھی کہ وہ اس معاملے کو معلق رہنے دیں اور جزم کے ساتھ نہ کہیں کہ یہ واقعہ پیش نہیں آئے گا۔کیونکہ کسی ایسے واقعے کا

بالجزم انکار کر دینا جس کا وقوع پزیر ہونا عقلاً محال نہیں ایک بے احتیاطی شمار ہوگی بے شک ان کے بات کرنے کا مقصد بائبل میں تحریف ثابت کرنا ہی ہو۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ان صحیفوں کی ہر ہر بات تحریف شدہ ہو۔ لہٰذا کم از کم بھی یہ ہونا چاہیے کہ جب ایک چیز محتمل ہے اور محال نہیں تو پھر اس کیلئے گنجائش چھوڑ دی جائے۔

پھر چونکہ شیخ رحمت اللہ کا مقصد اصل میں تحریف کے موضوع پر بات کرنا تھا لہٰذا انہوں نے اس آخری قول (پانچویں مدت) کے راجح یا غیر راجح ہونے پر کچھ گفتگو نہیں کی۔ لہٰذا لازم ہے کہ اس پر ہم کچھ بات کریں :

ان چاروں اقوال (چار مدتیں جو غلط ثابت ہوئیں) میں اصل غلطی یہ ہے کہ ان میں اس مدت کا نقطۂ آغاز بحالی یروشلم کے فرمان والے سال سے متعین کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس بات کا اس پیشین گوئی (مینڈھے اور بکرے والی پیشین گوئی) میں کہیں کوئی ذکر نہیں۔ بحالی یروشلم کا ذکر دراصل ہفتوں والی پیشین گوئی میں آتا ہے، جس کا پیچھے ذکر ہو چکا۔ یہ ایک الگ رؤیا ہے۔ اگر چہ ہمارے نزدیک زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اس رؤیا میں بھی یہ عبارت (یروشلم کی بحالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے لے کر) کہیں بعد میں ڈالی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ چنانچہ ان کے وہ شارحین جنہوں نے اس مدت کا نقطۂ آغاز سکندر کے ایشیا میں ظہور کا سال متعین کیا ہے اپنی یہ رائے اپنانے میں راجح تر ہیں کیونکہ انہوں نے یہ بات اس رؤیا میں سے ہی مستنبط کی ہے۔ دانیال کی موت کے بعد لوگوں نے سکندری کیلنڈر اختیار کر لیا تھا۔ سکندری کیلنڈر کا نقطۂ آغاز بعض کے نزدیک سن ۳۳۴ قبل مسیح ہے۔ مگر زیادہ صحیح اور مشہور تر یہ ہے کہ یہ سن ۳۳۳ قبل مسیح ہے۔ یہ تمام تر عرصہ سکندری کیلنڈر ہی عالمی حساب کیلئے معتبر مانا جاتا رہا ہے تا آنکہ کلیسا نے قوت پانے کے بعد عالمی کیلنڈر ولادت مسیح سے شروع کیا۔

سکندری کیلنڈر کو بنیاد بنایا جائے تو دانیال کی بتائی ہوئی مدت کا حساب یوں بنتا ہے :

بربادی کی نحوست کا سبب قائم ہونے کا سال :(۳۳۳-۲۳۰۰) = ۱۹۶۷

۱۹۶۷ !!عین وہی سال جب یروشلم (بیت المقدس) اسرائیل کے زیر تسلط آیا!!

واقعتاً یہ ایک المناک واقعہ تھا۔ واقعتاً یہ سال قدوسیوں کی امت پر بہت بھاری گزرا!!
واقعتاً یہ سال صہیونیوں اور اہل کتاب بنیاد پرستوں کیلئے ایک بڑا مژدہ لے کر آیا!!
اور واقعتاً یہ سال ___ ان پیشینگوئیوں اور پیش گوئیوں کے اعداد سے قطع نظر بھی ___ یہودیوں کی تاریخ میں پچھلے دو ہزار سال سے لے کر اب تک کا عظیم ترین واقعہ ہے!!

اب جب بربادی کا منحوس پیش خیمہ ہم نے اپنی آنکھوں سے قائم دیکھ لیا۔ اس کی ساری نحوست، وحشت و بربریت، اس کی بدکاریاں، اس کا شرک، اسکا الحاد، مسجد اقصیٰ میں نمازوں کو معطل کرنے کے واقعات، مسجد اقصیٰ کو جلانے اور گرانے کی سب مذموم کوششیں ہم نے خود دیکھ لیں ___ خدا سے دُعا ہے کہ وہ اس کے شر کو یہیں روک دے اور مسجد اقصیٰ کے باقی ماندے حصے کو گرانے کی اس کو طاقت نہ دے ___ تو اب ہم مسیح کے اس قول کی طرف آتے ہیں جو آپ نے (انجیل متی میں) دانیال کی پیشین گوئی کے حوالے سے فرمایا ہے تا کہ مسیح کے اس قول کی رو سے ہم دیکھیں کہ ان عیسائی انجیلی صہیونیوں کی کیا حقیقت ہے کیا یہ واقعتاً مسیح کے پیروکار ہیں جس طرح کہ ان کا دعوی ہے یا پھر یہ دانستہ یا نادانستہ صہیونی درندے کے پیروکار ہیں؟

انجیل متی میں مسیح کی بابت آتا ہے :

> اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آ کر کہا : ہم کو بتا کہ یہ باتیں (ہیکل کا مسمار ہونا وغیرہ) کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دُنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہو گا؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ : خبردار ! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار ! گھبرا نہ جانا ! کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی .... اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ

کھڑے ہوں گے .... مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا۔ اور بادشاہی کو اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہوگا۔

پس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا، مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو (پڑھنے والا سمجھ لے) تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں۔ جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اترے۔ اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے ....

اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا یا دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی مرد کے بیٹے کا آنا ہوگا۔[1] جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

(انجیل متی ۲۴ : ۳-۸، ۱۱، ۱۳-۱۸، ۲۳-۲۸)

حسب معمول .... بڑے بڑے واقعات کی پیشین گوئیاں ہیں مگر عبارتوں کا ابہام حیران کن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تفسیر میں ان لوگوں کے مابین بے پناہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اس

---

(۱) اُردو بائبل میں لکھا ہے: ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ انگریزی بائبل میں ہے:

Shall also the coming of son of man be ۔لہٰذا ہم نے اردو بائبل کی عبارت ابن آدم کی جگہ مرد کا بیٹا دیا ہے۔ جس سے مراد محمد ﷺ اور آپ کی امت ہونی چاہئے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام جو کہ عورت کا بیٹا ہیں نہ کہ مرد کا بیٹا .... (مترجم)

لئے کہ ان میں تحریف ہوئی ہے یعنی کہیں کوئی کمی کر دی گئی اور کہیں کوئی زیادتی۔ اس کے باوجود اس کی ایک ہی تفسیر ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر درست نہیں ہو سکتی۔ ہماری ان اہلِ کتاب سے صرف ایک درخواست ہے اور وہ یہ کہ حلِ رموز کی جو کلید ہم نے ان کو ہدیہ کی ہے یہ اس سے مدد لیں۔ تب ان کو بڑی حد تک قابلِ قبول تفسیرات دریافت ہو سکیں گی اس مفروضہ کے باوجود کہ ان میں کہیں بھی کوئی تحریف پائی جا سکتی ہے۔ یہاں حلِ رموز کا تعلق مرد کے بیٹے سے ہے جو کہ محمدؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ انجیلوں میں محمدؐ کیلئے کیلئے مرد کا بیٹا کے الفاظ اس لئے استعمال ہوتے ہیں کہ محمدؐ اور عیسیٰ میں فرق ہو سکے۔ کیونکہ محمدؐ مرد کے بیٹے ہیں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کنواری (مریم) کے بیٹے۔

جبکہ اجاڑنے والی مکروہ چیز جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا اب ویسے ہی ہمارے لئے واضح ہو گیا ہے۔ یہ اجاڑنے والی مکروہ چیز جب مقدس مقام پر کھڑی ہوئی دیکھ لی جائے تو پھر مرد کا بیٹا، اپنے لشکروں کے اعتبار سے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے، آئے گا۔

چنانچہ صحیفہء دانیال کا معاملہ ہو یا انجیل متی کی اس عبارت میں مذکور پیشین گوئی کا، موضوع ایک ہی ہے۔ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت کا آنا دونوں پیشین گوئیوں میں مذکور ہے۔ دونوں میں خاتمہ اس بات پر ہوتا ہے کہ مرد کے بیٹے کی مملکت قائم ہوتی ہے اور اس کے وفادار لشکر اس پلید چیز (مردار) کو ختم کرنے کیلئے چڑھائی کرتے ہیں۔

پہلے دانیال کی عبارت دیکھیے:

> میں نے رات کو رؤیا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بشر مرد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا۔ وہ اسے اس کے حضور لائے اور سلطنت اور حشمت اور مملکت اسے دی گئی تاکہ سب لوگ اور امتیں اور اہلِ لغت اس کی خدمت گزاری کریں۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اس کی مملکت لازوال ہوگی۔ (دانیال: ۷: ۱۳۔۱۴)

پھر انجیل متی کی عبارت دیکھیے:

اور اس وقت پسر مرد کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور پسر مرد کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنارے سے اُس کنارے تک جمع کریں گے۔(انجیل متی :۲۴: ۳۰۔۳۱)

جبکہ بربادی کا منحوس پیش خیمہ بھی ان دونوں صحیفوں میں مذکور ہوا ہے۔ بلکہ انجیل متی اور انجیل مرقس (۱۳۔۱۵) میں یہ تصریح تک کردی گئی کہ یہ وہی خرابات ہوں گی جو دانیال نبی کی معرفت بتائی گئی۔ گویا وہ دانیال اور یہ مسیح کی پیشین گوئی دو الگ الگ واقعات کی بابت نہیں بلکہ ایک ہی واقعہ کی بابت ہے۔ البتہ انجیل لوقا میں اس خرابات کی ایک اور نشانی بھی بتائی گئی ہے :جب تم دیکھو کہ یروشلم کے گرد فوجوں کا گھیرا ہے (۲:۱۲) جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ بیت المقدس میں یہ نجاست فوجی طاقت کے بل بوتے پر پھیلائی جائے گی۔ جیسا کہ پیچھے ہم بیان کر آئے۔ چنانچہ ان سب توراتی اور انجیلی عبارتوں کا بنیادی طور پر ایک ہی موضوع ہے اور میرا نہیں خیال کہ اہل کتاب کا کوئی بنیاد پرست ان سب پیشین گوئیوں کے ایک ہی واقعے کی بابت ہونے کے معاملے میں اختلاف کرے گا۔ اب اگر یہ صحیح ہے تو مسیح علیہ السلام کی کیا نصیحت اور کیا حکم ہے کہ جو اس زمانے کو پائے ___ یعنی بربادی کے مکروہ سبب کے قائم ہونے کے وقت ___ تو وہ کیا کرے؟

مسیح علیہ السلام اس دور میں جب یہ واقعہ ہوگا جھوٹے مسیحوں سے خبردار رہنے کی شدید ترین تاکید کرتے ہیں اپنی بات کے شروع میں بھی اور آخر میں بھی یہی بات کرتے ہیں۔ جھوٹے لوگوں کی اس بات سے خبردار رہنے کی بھی تاکید کرتے ہیں کہ وہ کہیں گے کہ مسیح علیہ السلام آ گیا اور مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے۔ پھر مسیح اس بات سے بھی خبردار کرتے ہیں کہ کوئی ان بربادی لانے والے منحوسوں کے ساتھ رہے اور اس بات پر شدید زور دیتے ہیں کہ آدمی ان تخریب کاروں سے جتنا دور بھاگ سکے، بھاگے کیونکہ ان پر خدا کی غضب ناک پکڑ آنے والی ہوگی جو کہ دوسرے نجات دہندہ

(محمد ﷺ) کے ہاتھوں آئے گی جو کہ مرد کا بیٹا ہوگا نہ کہ کنواری کا فرزند اور جسکے لشکر صہیونیوں کی اس مملکت پر چڑھ آئیں گے جس طرح کہ گدھ مردار کو نوچ ڈالتے ہیں . . . . کہ مردار ہوں یا صہیونی دونوں ہی نجس ہیں۔

بے انتہا واضح نصیحت ہے اور مسئلہ بھی ___ مسیح علیہ السلام کی اس وصیت میں ___ بہت واضح کر دیا گیا ہے۔ تو کیا جیری فول ویل، پاٹ روبنسن اور جی سواگرٹ جیسے لوگ اس بات کو سمجھیں گے؟ !

اور کیا برگزیدوں کی امت (امتِ اسلام) بھی یہ بات سن رہی ہے تاکہ اس سرگردانی میں نہ پڑے جس میں عیسائی پڑ رہے ہیں؟

ہوسکتا ہے عیسائی بنیاد پرست حسب معمول ہم سے اس بات پر بحث کریں کہ پسر مرد یا انسان کا بیٹا یا فرزند آدم کوئی آسمانی شخصیت ہے نہ کہ محمد ﷺ۔

دیکھیے کتاب: حاشیہ مرقس، ص (۱۶۷) عہد جدید - کیتھولک ایڈیشن)

اگر ہو بھی، مگر یہ مسیح علیہ السلام کی اس نصیحت کے بارے میں کیا کہیں گے جو اس وقت کیلئے ہے جب یروشلم میں تباہی کا منحوس سبب قائم ہو جائے گا؟

کیا مسیح علیہ السلام کی یہ نصیحت ان کی اس حرکت سے کوئی میل رکھتی ہے جو یہ (عیسائی بنیاد پرست) قیام اسرائیل کے حق میں بے پناہ شور کر کے اور بربادی کے اس منحوس سبب کی پزیرائی میں خوشی کی شہنائیاں بجا کر کر رہے ہیں اور پوری دُنیا کو یہ مژدہ سنا رہے ہیں کہ اس صہیونی مملکت کا قیام نزول مسیح علیہ السلام کیلئے تمہید ہے اور اپنے پیروکاروں کو ارض مقدس کی زیارت کی تلقینیں کر رہے ہیں کہ مسیح آیا کہ آیا۔ لہٰذا اگر یہ ارض مقدس میں ہوں گے تو مسیح علیہ السلام سے ملاقات کا شرف پائیں گے۔ یوں یہ سب کچھ کر کے ابلاغی اور عوامی سطح پر ایک ایسا دباؤ پیدا کرتے ہیں جس کے زیر اثر امریکہ اور پوری دُنیا ہمیشہ اس بربادی کا پیشہ خیمہ بننے والی منحوس ریاست کے ساتھ کھڑے ہوں اور اس کے ہر ظلم میں اس کا ساتھ دیں؟ کیا یہ خود مسیح علیہ السلام کے قول ہی کے ساتھ عناد برتنے کی ایک

حرکت نہیں!؟

پھر کیا ان کی سب کی سب انجیلیں ان کے خود ساختہ خدا (مسیح علیہ السلام) کو سولی چڑھانے اور اس کے خلاف سازشیں کرنے کا اصل کردار یہودیوں کو قرار نہیں دیتیں؟ کیا دُنیا کے عقلمندوں نے کوئی ایسی قوم بھی دیکھی ہے جو اپنے معبود کے قاتل کو تو مقدس جانے البتہ ان لوگوں کے ساتھ جو اس پر بطور رسول ایمان رکھتے اور اس سے بے پناہ محبت کرتے ہوں، دشمنی روا رکھے!!؟

کیا انجیل کی نصوص میں یہودیوں کے یہ وصف مسیح علیہ السلام نے ہی بیان نہیں کئے: سانپ کے بچے، انبیاء کے قاتل، ریاکار، اندھے رہنما، بددیانت....؟ اور نہیں تو انجیل متی کی فصل ۲۳ ہی پڑھ لیں معلوم ہو جائے گا کہ ارضِ مقدس میں کس سانپ کو تحفظ دینا یہ اپنا مذہبی فریضہ مان رہے ہیں!

ان جھوٹے مسیحوں کے پیروکار یہ لاکھوں کروڑوں عیسائی بنیاد پرست اس غفلت سے کب جاگیں گے....؟

☆☆☆☆☆☆

فصل دہم :

اہل کتاب کے سب صحیفے ہی
”بربادی کے اس منحوس پیش خیمہ“
کا تعین کرتے ہیں

یہود کی مجرمانہ خصلتوں پہ بات کرنا اور ان کی گھناؤنی حرکتوں کا پول کھولنا اگر کوئی سام دشمنی (antisemitism) ہے جیسا کہ صہیونیوں کا دعویٰ ہے : تو سام دشمنی پر مبنی سب سے بڑی کتاب پھر تورات ہی قرار پائے گی !

عیسائی کلیساؤں نے آج تک جتنی لعنتیں یہود پر برسائیں ان سب کو بھی اگر اکٹھا کر لیا جائے اور بعض عالمی شہرت یافتہ ناولوں میں یہودیوں کی جو تصویر کشی ہوئی ہے ___ مثال کے طور پر شیکسپیر اور ڈکنز کے لکھے ہوئے ناول ___ ان کو بھی ساتھ میں شامل کر لیا جائے .... حتی کہ اس کے ساتھ ہم سب عرب شعرا کو اکٹھا کر کے کبھی ان سے بھی اسرائیل کی ہجو لکھوائیں .... تو یہ سارا کچھ ملا کر بھی اس قدر شدید نہ ہوگا جو خود توراتی صحیفوں کے اندر یہود کے بارے میں وارد ہوا ہے۔

مصیبت یہ ہے کہ بیشتر یہود تورات کی ان نصوص کو پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ نہ صرف یہود بلکہ ان کی محبت میں سرشار بنیاد پرست عیسائی بھی ان کو نہیں پڑھتے۔ بلکہ بہت سے عرب اور دنیا کی ایک بڑی تعداد بھی تورات کی ان نصوص سے ناواقف ہے۔

صرف دانیال کا صحیفہ نہیں بلکہ تورات پوری کی پوری ہی بربادی کی اس پلیدی اور نحوست کا

تعین کرتی ہے جس کا ذکر تورات میں طویل وعریض فصول کے اندر پھیلا ہے۔تورات ان کے ان اوصاف سے ہی بات شروع کرتی ہےاورانہی پر بات ختم کرتی ہے۔اسی بات کوواضح کرنے کیلئے طرح طرح کا انداز بیان اور طرح طرح کے استعارے اور مجاز کا استعمال کرتی ہے۔اس میں اسی بات کی تکرار کرتی ہے۔کہیں اس کے ذکر میں طوالت اختیار کرتی ہےاور کہیں اختصار۔

جہاں تک ان کے مذموم اوصاف کا تعلق ہےتو ان کا کوئی حد حساب نہیں۔ان میں ہر گھٹیا خصلت کا ذکر ہےاور کوئی ایک بات بھی نہیں چھوڑی گئی۔البتہ ایک وصف ایسا ہے جوعربی اشعار کے ردیف وقافیہ کی طرح ہر صحیفے میں دہرایا جاتا ہے۔پڑھنے والا خواہ کوئی ہو یہ بات اس کو حیران کر جاتی ہے۔اس کی یہ حیرانگی پھراور بڑھ جاتی ہے جب وہ دیکھتا ہےاس وصف کا تو اس قوم سے دورنزدیک کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا جو خدا کی چہیتی ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنے اس دعویٰ کا ثبوت بھی خود اسی کتاب سے دے۔ یہ وصف ہے نجاست یعنی پلیدی۔ یہ خون ریزی کی نجاست ہے۔ یہ وحشت وبربریت سے عبارت ہے۔ یہ تشدد سے پر ہے۔ یہ غدر اور خیانت کی ناپاکی ہےاور پھر غدر تر اشنے کی۔ یہ ذاتی پلیدی ہے جو کسی چیز سے نہیں دھلتی ....

ہر چیز تو اپنے آپ کو سجی سے دھوئے اور بہت سے صابون استعمال کرے تو بھی خداوند خدا فرماتا ہے تیری شرارت کا داغ میرے ہاں عیاں ہے تو کیونکر کہتی ہے میں ناپاک نہیں ہوں؟

(یرمیاہ۲: ۲۲،۲۳)

یروشلم سخت گناہ کر کے نجس ہو گیا ....

اس کی نجاست اس کے دامن میں ہے (نوحہ۱ :۸۔۹)

تو نے اپنی بدکاری اور شرارت سے زمین کو ناپاک کیا۔

(یرمیاہ۳ :۲)

کیا تو نے دیکھا برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے؟ وہ ہر ایک اونچے پہاڑ پر اور ہر ایک

ہرے درخت کے نیچے گئی اور وہاں بدکاری کی۔

(یرمیاہ ۳ :۶)

اس نے اپنی بدکاری کی برائی سے زمین کو ناپاک کیا اور پتھر اور لکڑی کے ساتھ زنا کاری کی۔

(یرمیاہ ۳:۹)

پھر خدا فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو ناپاکی سے کبھی صاف نہ کرے :

تیری ناپاکی میں خباثت ہے کیونکہ میں تجھے پاک کیا چاہتا ہوں پر تو پاک ہونا نہیں چاہتی۔ تو اپنی ناپاکی سے پاک نہ ہو گی جب تک میں اپنا قہر تجھ پر پورا نہ کر چکوں۔

یہی وجہ ہے کہ ارمیاہ کا صحیفہ پھر اس کو یہ خبر سناتا ہے :

برگشتہ اسرائیل کی زنا کاری کے سبب سے میں نے اس کو طلاق دے دی اور اسے طلاق نامہ لکھ دیا۔

(یرمیاہ ۳:۸)

اس سزا کا سبب نہ صرف واضح ہے بلکہ بار بار دہرایا جاتا ہے :

زمین اپنے باشندوں سے نجس ہوئی کیونکہ انہوں نے شریعت کو عدول کیا، آئین سے منحرف ہوئے۔ عہد ابدی کو توڑا۔ اس سبب سے لعنت نے زمین کو نگل لیا۔

(یسعیاہ :۲۴ :۵-۶)

یہ لعنتیں استثناء کے اندر ایک ایک کر کے بتائی گئی ہیں :

لیکن اگر تو ایسا نہ کرے کہ خداوند اپنے خدا کی بات سن کر اس کے سب احکام اور آئین پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں احتیاط سے عمل کرے تو یہ سب لعنتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو لگیں گی۔ شہر میں بھی تو لعنتی ہو گا اور کھیت میں بھی لعنتی ہو گا۔ تیرا ٹوکرا اور تیری کھٹوتی دونوں لعنتی ٹھہریں گے۔ تیری اولاد اور تیری زمین کی

پیداوار اور تیرے گائے بیل کی بڑھتی اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے لعنتی ہوں گے۔ تو اندر آئے لعنتی ٹھہرے گا اور باہر جائے بھی لعنتی ٹھہرے گا۔ خداوند ان سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے لعنت اور اضطراب اور پھٹکار کو تجھ پر نازل کرے گا جب تک کہ تو ہلاک ہو کر جلد نیست و نابود نہ ہو جائے۔ یہ تیری ان بداعمالیوں کے سبب سے ہوگا جن کو کرنے کی وجہ سے تو مجھ کو چھوڑ دے گا۔

(استثناء ۲۸ :۱۵۔۱۶)

استثناء کے اندر ان لعنتوں کا ذکر جاری رہتا ہے۔ پورے چوبیس بند ان لعنتوں کے ذکر سے پر ہیں تا آنکہ بات یہاں ختم ہوتی ہے :

اور چونکہ تو خداوند اپنے خدا کے ان حکموں اور آئین پر جن کو اس نے تجھے دیا ہے عمل کرنے کیلئے اس کی بات نہیں سنے گا، اس لئے یہ سب لعنتیں تجھ پر آئیں گی اور تیرے پیچھے پڑی رہیں گی اور تجھ کو لگیں گی۔ جب تک تیرا ستیاناس نہ ہو جائے اور وہ تجھ پر اور تیری اولاد پر سدا نشانی اور اچنبھے کے طور پر رہیں گی۔ (استثناء ۲۸: ۴۵۔۴۶)

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں ایک طرف اُنکی ناپاکی کا ذکر برابر چلتا ہے ساتھ لعنت کا ذکر ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر تیسری بات رسوائی شامل کر دی جاتی ہے اور یہ تین باتیں دہرا دہرا کر ہوتی ہیں :

جس طرح چور پکڑا جانے پر رسوا ہوتا ہے اسی طرح اسرائیل کا گھرانا رسوا ہوا۔ وہ اور اس کے بادشاہ اور امرا اور کاہن۔

(یرمیاہ ۲ :۲۶)

یہ ناپاکی ان پر اوپر سے بھی پڑتی ہے اور نیچے سے بھی۔ یسعیاہ نبی کہتا ہے :

نجس لب لوگوں میں بستا ہوں۔ (یسعیاہ ۶ :۵)

یہاں تک کہ موت کے بعد بھی اور ارض مقدس سے جلاوطن ہو جانے کے بعد بھی ناپاکی ان کا

پیچھا نہیں چھوڑتی۔ چنانچہ عاموس کے صحیفے میں آتا ہے :

اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ تیری بیوی شہر میں کسبی بنے گی اور تیرے بیٹے اور تیری بیٹیاں تلوار سے مارے جائیں گے اور تیری زمین جریب سے تقسیم کی جائے گی اور تو ایک ناپاک ملک میں مرے گا اور اسرائیل یقیناً اپنے وطن سے اسیر ہو کر جائیگا۔ (عاموس ۷:۱۷)

ان کی ناپاکی اور بدکاری ___ توراتی صحیفوں کی رو سے ___ تاریخ کی ناپاک ترین قوموں سے بھی بڑھ جاتی ہے :

میری دخترِ قوم کی بدکرداری سدوم کے گناہ سے بڑھ کر ہے جو ایک لمحہ میں برباد ہوا اور کسی کے ہاتھ اس پر دراز نہ ہوئے۔ (نوحہ ۴: ۵۔۶)

خداوند فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم کہ تیری بہن سدوم نے ایسا نہیں کیا نہ اس نے نہ اس کی بیٹیوں نے جیسا تو نے اور تیری بیٹیوں نے کیا ہے۔ (حزقی ایل :۱۶: ۴۸)

ان میں سے ایک بڑا جرم ان کی سفاکی اور خونریزی ہے۔ چنانچہ حزقی ایل نبی خدا سے سوال کرتا ہے اور اس کا جواب یوں آتا ہے :

اے خداوند خدا کیا تو اپنا قہر شدید یروشلم پر نازل کر کے اسرائیل کے سب باقی لوگوں کو ہلاک کریگا؟ تب اس نے مجھے فرمایا : کہ اسرائیل اور یہوداہ کے خاندان کی بدکرداری نہایت عظیم ہے۔ ملک خونریزی سے پر ہے اور شہر بے انصافی سے بھرا ہے۔

(حزقی ایل ۹ :۹،۸)

نوحہ حزقی ایل میں ان کے ظلم و وحشت اور بربریت کی تصویر یوں کھینچی گئی ہے گویا حزقی ایل نبی صہیونیوں کے انقاضہ پر ڈھائے جانے والے ظلم اور بربریت کی داستان بیان کر رہا ہے :

جنہوں نے اس میں صادقوں کا خون بہایا۔ وہ اندھوں کی طرح خون میں بھٹکتے اور خون سے آلودہ ہوتے ہیں۔ ایسا کہ کوئی ان کے لباس کو بھی نہیں چھو سکتا۔ وہ ان کو پکار کر کہتے تھے: دور رہو ناپاک! دور رہو، دور رہو! چھونا مت!

(نوحہ: ۴: ۱۳-۱۵)

اب ذرا توراتی صحیفے کے ان کے بارے میں یہ الفاظ بھی سنیے:

حبشی اپنے چمڑے کو یا چیتا اپنے داغوں کو بدل سکے تو تم بھی جو بدی کے عادی ہو نیکی کر سکو گے۔

پس میں بھی تیرا دامن تیرے سامنے سے اٹھا دوں گا تا کہ تو بے پردہ ہو۔ میں نے تیری بدکاری، تیرا ہنہنانا، تیری حرام کاری اور تیرے نفرت انگیز کام جو تو نے پہاڑوں پر اور میدانوں میں کئے دیکھے ہیں۔ اے یروشلم تجھ پر افسوس! تو اپنے آپ کو کب تک پاک وصاف نہ کرے گی۔

(یرمیاہ: ۱۳: ۲۲، ۲۶-۲۷)

ان کو توراتی صحیفوں میں اس انداز سے خطاب کیا جانا ایک معمولی بات ہے جیسا کہ یسعیاہ ان کو مخاطب کرتا ہے:

تم اے جادوگرنی کے بیٹو! اے زانی اور فاحشہ کے بچو! ادھر آگے آؤ۔ تم کس پر ٹھٹھا مارتے ہو؟ تم کس پر منہ پھاڑتے اور زبان نکالتے ہو؟ کیا تم باغی اولاد اور دغاباز نسل نہیں ہو، جو بتوں کے ساتھ ہر ایک ہرے درخت کے نیچے اپنے آپ کو برانگیختہ کرتے اور وادیوں میں چٹانوں کے شگافوں کے نیچے بچوں کو ذبح کرتے ہو؟

(یسعیاہ: ۵۷: ۳-۶)

ہوسیع نبی کے صحیفہ کے بقول خدا کہتا ہے:

میں نے اسرائیل کے گھرانے میں ایک ہولناک چیز دیکھی۔ افرائیم میں بدکاری پائی جاتی ہےاور اسرائیل نجس ہوگیا۔

(ہوسیع ۶: ۱۰)

اپنے اور اپنے قاری کے وقت کا خیال کرتے ہوئے اور اخلاقی سنسر کی قینچی تلے آنے کے ڈر سے ہم ان ناپاکیوں اور نحوستوں کا اس سے زیادہ ذکر نہ کریں گے۔ بس ہم حزقی ایل کے ان الفاظ کو ہی نقل کر دینا کافی جانیں گے جو وہ افرائیم (یروشلم) کے جرائم کی بابت کہتا ہے :

پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد کیا تو الزام نہ لگائے گا؟ کیا تو اس خونی شہر کو ملزم نہ ٹھہرائے گا؟ تو اس کے سب نفرتی کام اس کو دکھا اور کہہ : خداوند یوں فرماتا ہے کہ :اے شہر تو اپنے اندر خونریزی کرتا ہے تاکہ تیرا وقت آ جائے اور تو اپنے واسطے بتوں کو اپنے ناپاک کرنے کیلئے بناتا ہے۔ تو اُس خون کے سبب سے جو تو نے بہایا مجرم ٹھہرا اور تو بتوں کے باعث جن کو تو نے بنایا ہے ناپاک ہوا۔ تو اپنے وقت کو نزدیک لاتا ہے اور اپنے ایام کے خاتمہ تک پہنچا ہے اس لئے میں نے تجھے اقوام کی ملامت کا نشانہ اور ممالک کا ٹھٹھا بنایا ہے۔ تجھ سے دور و نزدیک کے سب لوگ تیری ہنسی اڑائیں گے کیونکہ تو فسادی اور بدنام مشہور ہے۔ دیکھ اسرائیل کے امرا سب کے سب جو تجھ میں ہیں مقدور بھر خونریزی پر مستعد تھے۔ تیرے اندر انہوں نے ماں باپ کو حقیر جانا ہے۔ تیرے اندر انہوں نے پردیسیوں پر ظلم کیا۔ تیرے اندر انہوں نے یتیموں اور بیواؤں پر ستم کیا ہے۔ تو نے میری پاک چیزوں کو ناچیز جانا اور میرے سبتوں کو ناپاک کیا۔ تیرے اندر وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کر کے خون کرواتے ہیں اور تیرے اندر وہ ہیں جو بتوں کی قربانی سے کھاتے ہیں۔ تیرے اندر وہ ہیں جو فسق و فجور کرتے ہیں۔ تیرے اندر وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنے باپ کی حرم شکنی کی۔ تجھ میں انہوں نے اس عورت سے جو ناپاکی کی

حالت میں تھی مباشرت کی۔ کسی نے دوسرے کی بیوی سے بدکاری کی اور کسی نے اپنی بہو سے بدذاتی کی۔ اور کسی نے اپنی بہن، اپنے باپ کی بیٹی کو تیرے اندر رسوا کیا۔ تیرے اندر انہوں نے خونریزی کیلئے رشوت خواری کی۔ تو نے بیاج اور سود لیا اور ظلم کر کے اپنے پڑوسی کو لوٹا اور مجھے فراموش کیا۔ خداوند خدا فرماتا ہے: دیکھ تیرے ناروا نفع کے سبب سے جو تو نے لیا اور تیری خونریزی کے باعث جو تیرے اندر ہوئی میں نے تالی بجائی۔ کیا تیرا دل برداشت کرے گا اور تیرے ہاتھوں میں زور ہوگا جب میں تیرا معاملہ فیصل کروں گا؟ میں خداوند نے فرمایا اور میں ہی کر دکھاؤں گا ہاں میں تجھ کو قوموں میں پراگندہ اور ملکوں میں تتر بتر کروں گا اور تیری گندگی تجھ میں سے نابود کر دوں گا اور تو قوموں کے سامنے اپنے آپ میں ناپاک ٹھہرے گا اور معلوم کرے گا کہ میں خداوند ہوں ....

اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد! بنی اسرائیل میرے لئے میل ہو گئے ہیں۔ وہ سب کے سب پیتل اور رانگا اور لوہا اور سیسا ہیں جو بھٹی میں ہیں۔ وہ چاندی کی میل ہیں۔ اس لئے خداوند خدا فرماتا ہے کہ چونکہ تم سب میل ہو گئے ہو اس لئے دیکھو میں یروشلم میں تم کو جمع کروں گا۔ جس طرح لوگ چاندی اور پیتل اور لوہا اور سیسا اور رانگا بھٹی میں جمع کرتے ہیں اور ان پر دھونکتے ہیں تاکہ ان کو پگھلاؤ اسی طرح میں اپنے قہر اور اپنے غضب میں تم کو جمع کروں گا اور تم کو وہاں رکھ کر پگھلاؤں گا۔ ہاں میں تم کو اکٹھا کروں گا اور اپنے غضب کی آگ تم پر دھونکوں گا اور تم کو اس میں پگھلا ڈالوں گا۔ جس طرح چاندی بھٹی میں پگھلائی جاتی ہے اسی طرح تم اس میں پگھلائے جاؤ گے اور تم جانو گے کہ میں خداوند نے اپنا قہر تم پر نازل کیا ہے ....

اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ: اے آدم زاد اس سے کہہ تو وہ سرزمین ہے جو

پاک نہیں کی گئی اور جس پر غضب کے دن میں بارش نہیں ہوئی۔ جس میں اس کے (جھوٹے دجال صفت) نبیوں نے سازش کی ہے۔ شکار کو پھاڑتے ہوئے گرجنے والے شیر ببر کی مانند وہ جانوں کو کھا گئے ہیں۔ وہ مال اور قیمتی چیزوں کو چھین لیتے ہیں۔ انہوں نے اس میں بہت سی عورتوں کو بیوہ بنا دیا ہے۔ اس کے کاہنوں نے میری شریعت کو توڑا اور میری مقدس شریعت کو ناپاک کیا ہے۔ انہوں نے مقدس اور عام میں کچھ فرق نہیں رکھا اور نجس و طاہر میں امتیاز کی تعلیم نہیں رکھی اور میرے سبتوں کو نگاہ میں نہیں رکھا اور میں ان میں بے عزت ہوا۔ اس کے امرا اس میں شکار کو پھاڑنے والے بھیڑیوں کی مانند ہیں جو ناجائز نفع کی خاطر خونریزی کرتے ہیں ....

اس ملک کے لوگوں نے ستمگری اور لوٹ مار کی ہے۔ اور غریب اور محتاج کو ستایا ہے اور پردیسیوں پر ناحق سختی کی ہے۔

(حزقی ایل: ۲۲: ۱۔تا۔۲۹)

جی ہاں۔ انہوں نے اس سرزمین کے باسیوں پر ظلم ڈھائے۔ ان کا امن اور چین چھینا۔ ان کا ملک ہتھیا یا اور ان کے کھیتوں کے مالک بن بیٹھے۔

تو کیا ہم اس پلیدی اور ناپاکی اور بربادی کی نحوست کا صحیفہ حزقیال سے مزید مطالعہ کرتے جائیں یا حزقیال کی اس گفتگو کی جانب رخ کریں جو اس نے اس نحوست اور ناپاکی کی سزا سنائی ہے؟

ہمارا خیال ہے ہمیں یہیں پر رک جانا چاہیے۔ اس لئے نہیں کہ اس سے ہمارے اختصار کے اسلوب پر زد آتی ہے بلکہ اس لئے کہ اس موضوع پر مزید بات کرتے ہوئے خود ہمیں قاری سے شرم محسوس ہوتی ہے اور اخلاقی پابندی کا جو اپنا ایک سنسر ہے اس کی حدود ہی ہمیں اس سے آگے جانے نہیں دیتیں۔ اگرچہ حزقیال کے صحیفے نے اسی باب میں آگے چل کر سامرہ اور یروشلم کی دونوں یہودی ریاستوں کیلئے دو نحوستوں کی مثال دو فحبہ گر عورتوں (اہولہ اور اہولیبہ) کی صورت میں بیان کی ہے۔

جبکہ ان دونوں ناموں میں بھی ایک زبردست لفظی معنویت پنہاں ہے۔ ان دونوں عورتوں کی کہانیاں ویسے ان رپورٹوں سے بہت مناسبت رکھتی ہیں جو امریکی پریس میں جمی سواگرٹ اور دیگر صیہونی عیسائیوں کے بارے میں ان کی گھٹیا اور غیر اخلاقی حرکتوں کا پول کھولنے کیلئے عام ہوئی ہیں۔ مگر یہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں اور نہ اخلاقی طور پر ہم ان کو بیان کرنے کے متحمل ہیں۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا آیا دیندار عیسائی اپنے بچوں اور بچیوں کو اپنی (کتاب مقدس!؟) میں ایسی عبارتیں پڑھنے کی اجازت دیتے ہوں گے یا وہ اپنی مذہبی کتاب کی یہ عبارتیں اکیلے ہی پڑھتے ہونگے جیسا کہ وہاں رات گئے کی ان فلموں کے معاملہ میں ہوتا ہے جن کو اٹھارہ سال سے کم عمر لوگوں کے دیکھنے پر پابندی ہوتی ہے!

جہاں تک اہولہ اور اس کی بہن (اہولیبہ) کی سزا کا تعلق ہے تو اس کا ذکر کر دینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حزقیال کے اسی باب میں آتا ہے:

> خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ: میں ان پر ایک گروہ چڑھا لاؤں گا اور ان کو چھوڑ دوں گا کہ ادھر ادھر دھکے کھاتی پھریں اور غارت ہوں۔ اور وہ گروہ ان کو سنگسار کرے گی اور اپنی تلواروں سے ان کو قتل کرے گی۔ ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کو ہلاک کرے گی اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دے گی۔ یوں میں بدکاری کو ملک سے موقوف کر دوں گا۔

سو مبارک ہو ہاتھوں میں پتھر اٹھا رکھنے والے ان دلیروں کو جو ان کو سنگسار کریں گے مبارک ہو ان سب جوانوں کو جو آج کے دور کی اہولہ اور اہولیبہ کو سنگسار کر رہے ہیں !!

رہ گئی تلوار اور آگ تو ان شاء اللہ اس کا وقت بھی جلد ہی آنے والا ہے۔ یہاں اجمالی طور پر جو بات ہوئی اس کی تفصیل آئندہ باب میں آئے گی۔

فصل یازدہم

محاکمہ نہ کہ تصفیہ

صہیونی ___ چاہے عیسائی ہوں یا یہودی ___ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ارض فلسطین میں اس وقت بنی اسرائیل کے بقایا جات کا پایا جانا ان کے ساتھ خدا کے اس وعدے کا پورا ہونا ہے جس کی رو سے خدا کے اور خدا کی چہیتی قوم کے مابین تصفیہ و مصالحت ہوگی۔ اسی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ اب خدا نے ان کو عربوں پر فتح دی حتی کہ وہ جس نے ان کو برکت دی ___ یعنی امریکہ ___ اس کو بھی خدا نے برکت دی اور جس نے ان پر لعنت کی خدا نے اس پر لعنت کر دی !!

توراتی صحیفوں کے اندر واقعی یہودیوں کو خدا کے ساتھ تصفیہ اور مصالحت کی دعوت پائی جاتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ مصالحت کس انداز کی؟

یہ دراصل توبہ کی دعوت ہے۔ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کی روش چھوڑ دینے کی دعوت ہے۔ غیر اللہ کی بندگی چھوڑ دینے، خدا کے عائد کردہ فرائض کی پابندی اختیار کرنے، ضعیفوں اور یتیموں پر ترس کھانے اور مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی دعوت ہے۔

یہ ہے وہ بات جو ہم بیشتر توراتی صحیفوں میں بوضاحت پاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی ان صحیفوں میں ان کو ایک شدید وعید بھی کی جاتی ہے اور وہ اس صورت میں اگر وہ اس بات سے سرتابی کرتے ہیں اور خدا کے ساتھ اپنے عہد کو توڑتے ہیں۔ اب بنی اسرائیل کیلئے توراتی صحفیوں میں مذکور توبہ کی ان تاکیدوں اور نقضِ عہد کی ان وعیدوں کا ضروری نہیں کہ ان پیشین گوئیوں اور زمانہء آخر کے ان واقعات سے کوئی تعلق ہو۔ یہ تو ایک دعوت عام ہے کہ یہ لوگ توبہ کریں اور ان کا ہر فرد اور یہ سب

بطور جماعت، خواہ وہ کہیں ہوں، خدا کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کریں۔ سو اس مصالحت کا معاملہ تو بس اتنا سا ہے۔ رہی بات ان کے اندر شر انگیز بقایاجات کی جو دربدر پھرتے ہوئے آخر کار اکٹھے ہوں گے اور ارض مقدس کو لوٹ کر آئیں گے تا کہ ان پر خدا کا عذاب یہاں پر آ کر برسے، تو اس کی پیشین گوئیاں البتہ صریح بھی ہیں اور بطور خاص بھی ذکر ہوئی ہیں۔ اور یہ پیشین گوئیاں تعداد میں اتنی زیادہ اور اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہیں کہ ان کا بالاستیعاب ذکر کرنا دشوار ہے۔ محض بطور مثال اور اشارات کے انداز میں کچھ پیشین گوئیوں کا ذکر کر دینا ہی کافی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان پیشین گوئیوں کے ذکر سے بات کی ابتدا کریں جن پر ان صہیونیوں کا سہارا ہے:

> خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ میں بنی اسرائیل کو قوموں کے درمیان سے جہاں جہاں وہ گئے ہیں نکال لاؤں گا اور ہر طرف سے ان کو فراہم کروں گا اور ان کو ان کے ملک میں لاؤں گا اور میں ان کو اس ملک میں اسرائیل کے پہاڑوں پر ایک ہی قوم بناؤں گا اور ان سب پر ایک ہی بادشاہ ہوگا اور وہ آگے کو نہ دو قومیں ہوں گے اور نہ دو مملکتوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔
>
> (حزقیال۔ باب ۳۷: ۲۱،۲۲)

شاید یہ سب سے مضبوط اور صریح دلیل ہے جو صہیونیوں کے ہاتھ لگی ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب ہم اس صحیفہ حزقیال میں اس سے آگے آنے والا کلام پڑھتے ہیں:

> وہاں وہ اپنے بتوں سے اور اپنی نفرت انگیز چیزوں سے اور اپنی خطاکاری سے اپنے آپ کو ناپاک نہ کریں گے بلکہ میں ان کو ان کے تمام مسکنوں سے جہاں انہوں نے گناہ کیا ہے چھڑاؤں گا اور ان کو پاک کروں گا اور وہ میرے لوگ ہوں گے اور میں ان کا خدا ہوں گا۔ اور میرا بندہ داؤد ان پر بادشاہ ہوگا اور ان سب کا ایک ہی چرواہا ہوگا اور وہ میرے احکام پر چلیں گے اور میرے آئین کو مان کر ان

پر عمل کریں گے۔

(حزقیال۔۳۷ : ۲۳،۲۴)

بلاشبہ یہاں داؤد کا ذکر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس پیشین گوئی سے مراد آج کی یہ صہیونی ریاست نہیں ہو سکتی۔ بلکہ غور طلب بات یہ ہے کہ حزقیال (جس کے صحیفے میں یہ بات آتی ہے) خود بھی داؤد کے بعد آتا ہے۔ بنابریں ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اس عبارت میں تحریف ہو جانے کی شک کریں۔ تاہم صہیونی اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں داؤد سے مراد رمزیہ طور پر اسرائیل کا ریاست واقتدار ہے۔

چلیے کچھ دیر کیلئے ہم مان لیتے ہیں۔ مگر ہم سوال یہ کریں گے کہ :

کیا خدا کا یہ مطلق وعدہ ہے یا مشروط؟ اور کیا اسرائیلی ریاست میں ان شروط میں سے کوئی بات بھی پوری ہوتی ہے؟ کیا آج تک یہ آسمان سے اترنے والی دو رسالتوں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور محمد ﷺ کی رسالت کے ساتھ کفر اختیار کر کے نہیں رہے؟ جبکہ ان دونوں رسالتوں کا دین ایک ہی ہے۔ حتیٰ کہ اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے مراد تورات کے احکام ہیں جو کہ دراصل اب منسوخ ہیں، تو بھی آج کے ان صہیونیوں کا تورات کے ان احکام سے بھی کیا واسطہ؟

آج کی یہ دولت اسرائیل دُنیا کے اندر فحاشی اور بدکرداری اور الحاد اور خباثت کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس میں جوا، ہم جنس پرستی، سُود اور بڑے بڑے گھناؤنے افعال اس سطح کے ہیں کہ امریکہ کی ٹکر کے ہیں۔ اس ریاست کے سب بانی اور موسس بدترین قسم کے ملحد دہریے اور اشتراکیت پسند مفکر تھے اور یا پھر گناؤنے جرائم پیشہ دہشت گرد ٹولوں کے گرو۔ موسیٰ علیہ السلام کے دس کے دس احکامات یہاں پس پشت ڈال کر رکھے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو اپنی تورات کے حوالے سے صرف ایک بات یاد ہے اور وہ یہ کہ یہ خدا کی چہیتی قوم ہیں اور ابراہیم کی نسل۔

تو پھر اب ہم بنی اسرائیل کے بقایا جات کی قائم کی ہوئی اس ریاست کی حقیقت جاننے کیلئے کچھ تحقیق کریں گے : اور اس کو توراتی صحیفوں میں نصف النہار کی طرح واضح پائیں گے۔

آیئے ہم ان کی کتاب مقدس کی اس شرح سے، جس کو بائبل کے ناشرین خود ہی نشر کرتے ہیں۔ابتدا کرتے ہیں۔ بائبل کی اس شرح میں یسعیاہ کے صحیفے میں جہاں بنی اسرائیل کے بقایا جات کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس کی شرح میں جو بات لکھی ہوئی ملتی ہے وہ یہ ہے :

> اسرائیل (یعنی بنی اسرائیل) کو (خدا کے ساتھ) اپنی خیانت کی سزا تو ملے گی، مگر چونکہ خدا اپنے لوگوں کو چاہتا ہے لہٰذا ان کے کچھ تھوڑے سے باقی ماندہ لوگ رہ جائیں گے جو کہ ان پر چڑھ آنے والوں کی تلوار سے بچ رہیں گے۔

پھر شارح بائبل اس معاملے میں کتاب کے مختلف مقامات کا حوالہ دیتے ہوئے بات جاری رکھتا ہے :

> ان کے یہ باقی ماندہ لوگ یروشلم میں رہیں گے۔ جہاں ان کو پاک کیا جائے گا اور یہ امانت اور دیانت دار ہو جائیں گے اور ایک قدرت والی قوم بن جائیں گے (!!))
> البتہ ۵۸۷ ق م کے سانحہ (اسیری) کے رو پذیر ہونے کے بعد ایک اور نظریہ بھی معروف ہوا اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل کا یہ بقیہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو جلا وطن ہوئے تھے۔ پس یہ بقیہ وہ لوگ ہوں گے جو جلاوطنی میں تائب ہو جائیں گے (یہاں پر اس نظریہ کے مختلف کتابوں سے حوالہ دیتا ہے) تب خدا ان کو اکٹھا کرے گا کہ وہ مسیح (نجات دہندہ) کی مملکت قائم کریں (یہاں پھر وہ اس بات کے مختلف کتب سے حوالے دیتا ہے) پھر جلاوطنی سے لوٹ آنے کے بعد بعد یہ بقیہ بھی بے امانت ہو جائیں گے تب یہ پاک کئے جائیں گے۔جس کی صورت یہ ہوگی کہ ان میں سے کچھ کا خاتمہ کیا جائے گا ....

یہ ہے اس عمومی ذہن کی حقیقت جس سے یہ بنیاد پرست اہل کتاب نظریہ قائم کرتے ہیں کہ یہ مسیح (نجات دہندہ) کی مملکت دراصل دولتِ اسرائیل کے قیام کی صورت میں رو پذیر ہوگئی ہے اور اس میں اب مسیح کو اترنا ہے !

اب ان کی بائبل کی شرح میں مذکورہ بالا اس عبارت کے اندر جو یہ ذکر ہے کہ ان کا وہ بقیہ بھی بے امانت ہو جائیگا اور اس کو، اس کے ایک حصہ کا صفایا کر کے، پاک کیا جائے گا تو اس بات سے تو یہ یوں اغماز برتتے ہیں جیسے یہ بات ان کی اس کتاب کی اس عبارت میں کہیں آئی ہی نہیں !! رہی ایک طاقتور امت کی بات تو یہ خود ہی صرف تین صفحے بعد یہ مانتے ہیں کہ خدا بنی اسرائیل سے انتقام لینے کیلئے ایک طاقتور اُمت کا چناؤ کرے گا اور یہی وہ اُمت ہوگی جو (بنی اسرائیل کے بقیہ کے) اس حصہ کا صفایا کرے گی جس پر خدا کی جانب سے غضب اور ہلاکت آئے گی۔

چنانچہ خدائی انتقام کا ذریعہ ایک طاقتور اُمت ہوگی جو پاک کرنے والی ہوگی اور امانت والی ہوگی۔

اب ہم ان کو اس بقیہ کی بابت درست اندازِ مطالعہ کی جانب متوجہ کریں گے اور اس گفتگو کو مختلف پہلوؤں سے ان کے سامنے رکھیں گے :

پہلی بات : یہ کہ یہ بقیہ خدا کے ساتھ کوئی عہد نہیں رکھتی۔ کیونکہ خدا کا کسی کے ساتھ دائمی عہد ہے ہی نہیں سوائے یہ کہ کوئی تقویٰ و پرہیزگاری اور خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اپنا کر رہے :

واذا ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال انى جاعلك للناس اماماً قال و من ذريتى قال لا ينال عهدى الظالمين (البقره : ١٢٤)

یاد کرو کہ جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا، تو اس نے کہا میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں ابراہیم نے عرض کیا : اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اُس نے جواب دیا : میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔

جہاں تک بنی اسرائیل کی تاریخ کا تعلق ہے تو اس پر کفر اور ایمان کے حوالے سے بے شمار دور آئے اور گئے۔ اس معاملہ میں اس کا باقی اُمتوں سے کوئی بڑا فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر ان میں آنے والے انبیاء کی کثرت کو دیکھا جائے اور خدا کی جانب سے ان کو بار بار مواقع دیے جانا ذہن میں رکھا جائے اور خدا کی جانب لوٹ آنے پر آمادہ کرنے کیلئے ان پر کی گئی نعمتوں کو مدنظر رکھا جائے تو

ان کا کفر دوسری اُمتوں کی نسبت کہیں بڑھ کر رہا۔

بنی اسرائیل کی تاریخ میں قضاۃ کا دور (Period of Judges)) اس کی ایک واضح مثال ہے۔ یہ دورِ قضاۃ یوشع بن نون جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے تربیت یافتہ نوجوان تھے، کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یہ لوگ متعدد بار خدا کا عہد توڑتے ہیں۔ بعل، عشتروت، تموز اور دیگر نحوست زدہ معبودوں کو پوجتے ہیں، ان کے لئے اپنے نبیوں کو بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ ہر بار خدا ان کو خبردار کرتا ہے اور ان کی طرف نبی بھیجتا ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ لوگ خدا کی مشیت سے تائب ہوتے ہیں اور خدا ان کو قبول کرتا ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد یہ دوبارہ اپنے اس شرک اور بربادی کی جانب پلٹتے ہیں۔ تب خدا ایک بار پھر ان پر کسی نہ کسی قوم کو مسلط کر دیتا ہے جو ان کو عذاب کا مزہ چکھاتی ہے۔ یہی معاملہ، خود ان کی اپنی ذکر کردہ تاریخ کی رو سے، ان کے ساتھ بار بار پیش آتا ہے۔

یہی وہ بات ہے جو توراتی صحیفہ سلاطین دوئم میں بوضاحت تعبیر ہوتی ہے :

> تو بھی خدا سب نبیوں اور غیب بینوں کی معرفت اسرائیل اور یہوداہ کو آگاہ کرتا رہا کہ تم اپنی بُری راہوں سے باز آؤ اور اس ساری شریعت کے مطابق جس کا حکم میں نے تمہارے باپ دادا کو دیا اور جسے میں نے اپنے بندوں و نبیوں کی معرفت تمہارے پاس بھیجا ہے میرے احکام وآئین کو مانو۔ باوجود اس کے انہوں نے نہ سنا بلکہ اپنے باپ دادا کی طرح جو خداوند اپنے خدا پر ایمان نہیں لاتے تھے گردن کشی کی۔ اور اس کے آئین کو اور اس کے عہد کو جو اس نے ان کے باپ دادا سے باندھا تھا اور اس کی شہادتوں کو جو اس نے ان کو دی تھیں رد کیا اور باطل باتوں کے پیرو ہو کر نکمے ہو گئے اور اپنے آس پاس کی قوموں کی تقلید کی جن کے بارے میں خداوند نے ان کو تاکید کی تھی کہ وہ ان کے سے کام نہ کریں۔ اور انہوں نے خداوند اپنے خدا کے سب احکام ترک کر کے اپنے لئے ڈھالی ہوئی مورتیں یعنی دو بچھڑے بنا لئے اور یسیرت تیار کی اور آسمانی فوج کی پرستش کی اور بعل کو پوجا اور انہوں نے

اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آگ میں چلوایا اور فال گیری اور جادوگری سے کام لیا۔
(۲۔سلاطین :۱۷ :۱۳۔۱۷)
تب خداوند نے اسرائیل کی ساری نسل کو رد کیا اور ان کو دُکھ دیا اور اُن کو لٹیروں کے ہاتھ میں کر کے آخر کار اُن کو اپنی نظر سے دور کر دیا۔ (۲۔سلاطین۔۱۷ :۲۰)

ان میں سے جو باقی بچ رہتے ہیں (بقیہ، بنی اسرائیل) وہ امتحان اور آزمائش کیلئے باقی رہتے ہیں۔ پس اگر وہ خدا سے وفا کریں تو خدا ان سے وفا کرتا ہے اور اگر بدعہدی کریں تو خدا اُن کو سزا دیتا ہے۔ ان میں سے کچھ کا باقی رہنے کا یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ ان کے بقیہ کا بچ رہنا ان کے پاکباز اور ایمان دار ہونے کی ہی علامت ہے اور پاکبازی اور ایمانداری بھی ایسی جوابدی اور لازوال ہو!؟ یہ بقیہ تو بچتا ہے اس لئے کہ یہ سب قوموں کیلئے عبرت ہو اور خود اس کیلئے خدا کی جانب سے ایک مہلت ہو کہ یہ چاہیں تو توبہ کرلیں۔

صحیفہ حزقیال میں یہ صاف ذکر آتا ہے کہ خدا جب حزقیال کو حکم کرتا ہے کہ ایک بڑی بربادی اور خونریزی اور خرابہ عظیم اور بنی اسرائیل کی پھیلائی ہوئی نجاست سے زمین کو پاک کئے جانے کے واقعہ کی پیشین گوئی کرے تو اس کے بعد یہ الفاظ آتے ہیں :

لیکن میں ایک بقیہ چھوڑ دوں گا یعنی وہ چند لوگ جو قوموں کے درمیان ان سے بچ نکلیں گے جب تم غیر ممالک میں پراگندہ ہو جاؤ گے۔ اور تم میں سے بچ رہیں گے ان قوموں کے درمیان جہاں جہاں وہ اسیر ہو کر جائیں گے مجھ کو یاد کریں گے جب میں ان کے بے وفا دلوں کو جو مجھ سے دُور ہوئے اور اُن کی آنکھوں کو جو بتوں کی پیروی میں برگشتہ ہوئیں شکستہ کروں گا....

یرمیاہ کا صحیفہ تو اس سے بھی زیادہ واضح بات کہتا ہے (یعنی یہ کہ بقیہ کا بچا رہنا ضروری نہیں ان کی پاکبازی کے باعث نہ ہو) چنانچہ یرمیاہ ان کو جب بتاتا ہے کہ ان پر ایک بہت بڑی تباہی اور

عبرت ناک آفت ٹوٹنے والی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی لاشیں ہوائی پرندوں اور زمین کے درندوں کی خوراک ہوں گی۔ یہاں تک کہ ان کے بادشاہوں اور سرداروں کی ہڈیاں ان کی قبروں سے نکال لی جائیں گی اور پھر وہ روئے زمین پر کوڑے کی طرح پڑی رہیں گی اور کھاد بنیں گی تو اس کے بعد یرمیاہ کہتا ہے:

> اور وہ سب لوگ جو اس برے گھرانے میں سے باقی بچ رہیں گے ان سب مکانوں میں جہاں میں ان کو ہانک دوں موت کو زندگی سے زیادہ چاہیں گے۔ (یرمیاہ: باب ۸:۳)

جہاں تک تائب ہونے اور خدا کی جانب لوٹ آنے والوں کا تعلق ہے تو وہ کم ہوں گے۔ یہ وہ ہوں گے جو اسلام قبول کرلیں گے اور واقعتاً بقیہ، مقدسہ ہو جائیں گے اور جن کے بارے میں اس فصل کے آخر میں کچھ گفتگو کی جائے گی۔ مگر یہ تب ہوگا جب صیہونیت اپنی وہ قوت اور اقتدار کھو دے گی جس کے سہارے آج وہ قائم ہے۔ تب اس کا تمام تر کروفر جاتا رہے گا اور اس کے تمام تر دعوے بھی طشت از بام ہو جائیں گے۔

یسعیاہ آگ کی مانند سوزش کی خبر دینے کے بعد، جو خدا ان پر مسلط کرے گا، کہتا ہے:

> اور اس وقت یوں ہوگا کہ وہ جو بنی اسرائیل میں سے باقی رہ جائیں گے اور یعقوب کے گھرانے میں سے بچ رہیں گے اس پر جس نے ان کو مارا پھر تکیہ نہ کریں گے بلکہ خداوند اسرائیل کے قدوس پر سچے دل سے توکل کریں گے۔ ایک بقیہ یعنی یعقوب کا بقیہ خدائے قادر کی طرف پھرے گا۔ کیونکہ اے اسرائیل اگر چہ تیرے لوگ سمندر کی ریت کی مانند ہوں تو بھی ان میں کا صرف ایک بقیہ واپس آئے گا۔
>
> (یسعیاہ: باب۱۰: ۲۱-۲۲)

یہ واضح دلیل ہے (خود انہی کی کتاب سے) کہ یہودی خدا کے بیٹے اور خدا کے چہیتے نہیں جیسا کہ یہ کہتے ہیں بلکہ یہ بھی ویسے انسان ہیں جیسے اور انسان خدا نے پیدا کئے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو

صحیفہء عاموس صاف طور پر کہتا ہے :

> خداوند فرماتا ہے !اے بنی اسرائیل ! کیا تم میرے لئے اہلِ کوش (حبشہ کے لوگ) کی اولاد کی مانند نہیں ہو؟ کیا میں اسرائیل کو ملکِ مصر سے اور فلسطیوں کو کفتور سے اور آرامیوں کو قیر سے نہیں نکال لایا ہوں۔ دیکھو خداوند خدا کی آنکھیں اس گنہگار مملکت پر لگی ہیں۔ خداوند فرماتا ہے میں اسے روئے زمین سے نیست و نابود کر دوں گا مگر یعقوب کے گھرانے کو ___ بالکل ___ نابود نہ کر دوں گا۔ کیونکہ دیکھو میں حکم کروں گا اور بنی اسرائیل کو سب قوموں میں جیسے چھلنی سے چھانتے ہیں چھانوں گا اور ایک دانہ بھی زمین پر گرنے نہ پائے گا۔ میری اُمت کے سب گنہگار لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم پر نہ پیچھے سے آفت آئے گی اور نہ آگے سے، تلوار سے مارے جائیں گے۔
>
> (عاموس ۹: ۷۔۱۰)

اب ہم یہ پیچھے دیکھ آئے ہیں کہ ایک خطا کار ریاست ہی بربادی کا منحوس پیش خیمہ ہوگی۔ سو خدا اس کو برباد کرے گا سوائے ان کو جو یا تو اسلام قبول کر لیں گے یا جو بھاگ جائیں گے۔ رہے دُنیا کے باقی ماندہ یہود تو خدا ان کو دہلائے گا اور چھلنی میں سے چھانے گا۔

دوسری بات : یہ کہ ابراہیم کی وراثت پر اس کا کوئی حق نہیں۔ حزقیال اپنے صحیفہ کے اندر کہتا ہے :

> تب خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ :اے آدم زاد !ملکِ اسرائیل کے ویرانوں کے باشندے یوں کہتے ہیں کہ ابرہام ایک ہی تھا اور وہ اس ملک (زمین) کا وارث ہوا پر ہم تو بہت سے ہیں۔ ملک ہم کو میراث میں دیا گیا ہے۔ اس لئے تو ان سے کہہ دے خداوند یوں فرماتا ہے کہ تم لہو سمیت کھاتے اور اپنے بتوں کی طرف آنکھ اٹھاتے ہو اور خونریزی کرتے ہو۔ کیا تم ملک کے وارث ہو گے؟ تم اپنی تلوار

پر تکیہ کرتے ہو۔ تم مکروہ کام کرتے ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے ہمسایہ کی بیوی کو ناپاک کرتا ہے۔ کیا تم ملک کے وارث ہو گے؟

(حزقیال :باب ۳۳ : ۲۳-۲۶)

یہ خطاب دراصل اس بربادی کی نحوست والی ریاست سے ہی ہے ورنہ یہ پیشین گوئی تو آئی ہی اس دور میں ہے جو وہ زمانہ، جلاوطنی میں تھے جبکہ اس وقت نہ ان کی قوت تھی اور نہ اقتدار۔ وہ بے رحمی سے قتل کیے جاتے تھے۔ رہے آج کے پلید تو جو کچھ اس پیشین گوئی میں کہا جا رہا ہے ان پر البتہ وہ پوری طرح صادق آتا ہے۔ چنانچہ حزقیال کی مذکورہ بالا عبارت کے متصل بعد یہ عبارت آتی ہے :

تو ان سے یوں کہنا کہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ : مجھے اپنی حیات کی قسم وہ جو ویرانوں میں ہیں تلوار سے قتل ہوں گے اور اسے جو کھلے میدان میں ہے درندوں کو دوں گا کہ نگل جائیں اور وہ جو قلعوں اور غاروں میں ہیں وبا سے مریں گے۔ کیونکہ میں اس ملک کو اجاڑ اور باعث حیرت بناؤں گا اور اس کی قوت کا گھمنڈ جاتا رہے گا اور اسرائیل کے پہاڑ ویران ہوں گے یہاں تک کہ کوئی ان پر گزر نہیں کریگا۔ اور جب میں ان کے تمام مکروہ کاموں (ایک اور ترجمے کی رو سے ان کی پلید نحوست) کے سبب سے جو انہوں نے کئے ہیں ملک کو ویران اور باعث حیرت بناؤں گا تو وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں۔

بلکہ صحیفہ حزقیال ان کے ابراہیمؑ سے دعوائے نسب کی ہی نفی کر دیتا ہے۔ جبکہ یہ وہ دعوی ہے جس پر ان کے اس ارض مقدس کی تا ابد میراث پانے کا دعوئ کلی طور پر سہارا کرتا ہے۔ صحیفہ حزقیال کہتا ہے :

اے آدمزاد ! یروشلم کو اس کے نفرتی کاموں سے آگاہ کر اور کہہ : خداوند یروشلم سے یوں فرماتا ہے کہ تیری ولادت اور تیری پیدائش کنعان کی سرزمین کی ہے۔ تیرا باپ اموری تھا اور تیری ماں حتی تھی۔

(حزقیال: ۱۶: ۲۔۳)

پھر صحیفہء دانیال ان کی نحوست، بدکاری اور گنہگاری کا بہت ہی طویل ذکر کرنے کے بعد آگے چل کر کہتا ہے:

دیکھ سب مثل کہنے والے تیری بابت یہ مثل کہیں گے کہ جیسی ماں ویسی بیٹی۔ تو اپنی اس ماں کی بیٹی ہے جو اپنے شوہر اور اپنے بچوں سے گھن کھاتی تھی اور تو اپنی ان بہنوں کی بہن ہے جو اپنے شوہروں اور اپنے بچوں سے نفرت رکھتی تھیں۔ تیری ماں حتی اور تیرا باپ اموری تھا۔ اور تیری بڑی بہن سامریہ ہے جو تیری بائیں طرف رہتی ہے۔ وہ اور اس کی بیٹیاں اور تیری چھوٹی بہن جو تیری دہنی طرف رہتی ہے۔ سدوم اور اس کی بیٹیاں ہیں۔ لیکن تو فقط ان کی راہ پر نہیں چلی اور صرف انہی کے سے گھناؤنے کام نہیں کئے کیونکہ یہ تو گویا چھوٹی بات تھی بلکہ تو اپنی ان تمام روشوں میں ان سے بدتر ہوگئی۔ خداوند فرماتا ہے: مجھے اپنی حیات کی قسم کہ تیری بہن سدوم نے ایسا نہیں کیا۔ نہ اس نے نہ اس کی بیٹیوں نے جیسا تو نے اور تیری بیٹیوں نے کیا ہے۔

(حزقیال: ۱۶: ۴۴۔۴۸)

اب جہاں تک توراتی صحیفوں کی ان عبارتوں کا تعلق ہے جن میں ان لوگوں کا نسب اموریوں یا حتیوں سے جوڑا گیا ہے .... چاہے یہ اس معنی میں ہوں جس معنی میں قرآن میں نوح علیہ اسلام کو کہا گیا کہ یہ تیرا (کافر) بیٹا تیری اولاد نہیں (انہ لیس من اھلک) یا جیسے انجیل میں عیسیٰ علیہ اسلام کا ان لوگوں کو یہ کہنا کہ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو (یوحنا کی انجیل: باب ۸: ۴۴) یا پھر واقعتاً ایسا ہو کہ ان میں سے ایسے لوگ آ گئے ہوں جن کا ابراہیم کے نسب سے کوئی تعلق نہ ہو۔

البتہ وہ بات جس میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں یہ ہے کہ آج کے یہودی بھانت بھانت کی

نسلوں کا مجموعہ ہیں۔ تاہم ان کی اکثریت خزری (جو کہ نیلی آنکھوں والے گورے ہیں) نسل پر مشتمل ہے۔ کیا بعید کہ صحیفہ حزقیال کا یہ کہنا کہ تمہاری ماں حتی ہے اسی جانب کو ہی اشاہ ہو۔ کیونکہ حتی ایک نامعلوم نسب کی قوم ہیں۔ یہ لوگ ارض مقدس کی نسبت شمال کے علاقہ میں بستی تھی (جو کہ حالیہ ترکی کی سمت بنتی ہے) سو بعید نہیں کہ اس سے مراد ان (گوری نسل کی) خزر اقوام کا علاقہ ہی مراد ہو یا پھر اس سمت کی طرف اشارہ ہو جہاں سے (مستقبل میں) یہودیوں کی اکثریت ہونے والی تھی۔ خصوصاً اس زمانے میں جب یہ بربادی کی نحوست دولت اسرائیل کے قائم ہونے کا وقت ہو۔

یہودیوں نے بہت جتن اور حیلے کئے کہ اپنا سامی (Semetic) نسب ثابت کر لیں۔ مگر تاریخ اقوام کا کوئی ایک بھی قابل لحاظ ماہر دُنیا میں نہیں پایا جاتا جو بسیار کوشش کے باوجود آج کے یہودیوں کی اکثریت کا نسب سام کی نسل سے ثابت کر سکے۔

یہ آج کے یہودی سام کی نسل سے کیسے ہوئے، ان میں کتنے ہیں جو ایتھوپیا کی فلاشا نسل سے ہیں۔ مراکش کے یہودی ہیں۔ ایرانی یہودی ہیں۔ ہسپانوی یہودی ہیں۔ پولینڈ کے یہودی بالکل الگ ہیں۔ جنوبی افریقہ کے یہودی ان سے مختلف ہیں !

یہی وجہ ہے کہ ہوسیع کا صحیفہ ان لوگوں کا خدا سے اور اس کے رسولوں سے ہر قسم کا تعلق واسطہ ختم قرار دیتا ہے ....اور وہ یوں کہ وہ ان کو رمزیہ انداز میں ایک بدکار بیوی کی حکایت سناتا ہے جس سے بدکار اولاد پیدا ہونے والی ہے۔ یہ عورت ایک لڑکے کو جنم دیتی ہے جس کی بابت خدا کہتا ہے کہ یزرعیل نام رکھا جائے۔ جبکہ یہ یزرعیل وہ وادی ہے جس میں جنگ ہائے ہرمجدون (قرب قیامت کی عظیم ترین جنگ، بائبل کے صحیفوں کی رُو سے) کو وقوع پذیر ہونا ہے۔ پھر اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ خدا کہتا ہے اس کا نام لورحمہ (لا رحمۃ یعنی جو ہرگز رحمت نہیں) رکھے۔ اس کے بعد اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ خدا کہتا ہے اس کا نام لوعمی (جس کا لغوی مطلب ہے میری قوم نہیں) رکھے۔ یہ آخر الذکر رمز ہی وہ رمز ہے جو کیتھولک عیسائی یہودیوں کیلئے استعمال کرتے رہے ہیں یعنی لوعمی (لاعمی میری قوم نہیں)

پس ان کے نسب کا دعویٰ خوامخواہ کی زبردستی ہے۔ان کی ماں لارحمۃ ہے (یعنی جو رحمت بن کر نہیں آئی) اور ان کی نسل خدا کی چہیتی قوم نہیں......

تیسری بات: یہ کہ خدا ان کو ارض مقدس میں محاکمہ اور سزا کیلئے لوٹائے گا نہ کہ ان کے ساتھ تصفیہ وصلح کرنے اور ان کو اجر وثواب دینے کیلئے۔

حزقیال کا صحیفہ کہتا ہے:

خداوند خدا فرماتا ہے: مجھے اپنی حیات کی قسم میں زورآور ہاتھ سے اور بلند بازو سے قہر نازل کر کے تم پر سلطنت کروں گا اور میں زورآور ہاتھ اور بلند بازو سے قہر نازل کر کے تم کو قوموں میں سے نکال لاؤں گا اور ان ملکوں میں سے جن میں تم پراگندہ ہوئے ہو جمع کروں گا۔اور میں تم کو قوموں کے بیابان میں لاؤں گا اور وہاں روبرو تم سے حجت کروں گا (یعنی آمنے سامنے تمہارا محاکمہ کروں گا) جس طرح میں نے تمہارے باپ دادا کے ساتھ مصر کے بیابان میں حجت کی۔خداوند خدا فرماتا ہے اسی طرح میں تم سے بھی حجت کروں گا۔

(حزقیال: باب۲۰: ۳۳-۳۶)

یہ اشارہ ہے اس خدائی سزا کی جانب جوان کو تیہ (آوارگیِ دشت) کی صورت میں چالیس سال تک دی گئی اور اس دوران ان پر اور بھی مختلف انداز کی سختیاں آتی رہیں۔

اس بات کی کچھ وضاحت صفنیاہ کا صحیفہ کرتا ہے:

اے .... بے حیا قوم جمع ہو! جمع ہو! اس سے پہلے کہ تقدیر الٰہی ظاہر ہو اور وہ دن بھس کی مانند جاتا رہے اور خداوند کا قہر شدید تم پر نازل ہو اور اس کے غضب کا دن تم پر آ پہنچے۔

(صفنیاہ: ۲: ۱-۲)

پھر اس کے ساتھ ہی ارض فلسطین کے مظلوم ومستضعف لوگوں سے خطاب شروع ہو

جاتا ہے:

> اے ملک کے سب حلیم لوگو جو خداوند کے احکام پر چلتے ہو اس کے طالب ہو! راستبازی کو ڈھونڈو۔ فروتنی کی تلاش کرو۔ شاید خداوند کے غضب کے دن تم کو پناہ ملے۔
>
> (صفنیاہ :۲:۳)

چنانچہ ان لوگوں کا اکٹھا ہونا اس لئے ہے کہ ان پر خدا کا غضب اترے۔ تب جا کر یہ ملک بدر ہوں گے اور زمین سے ان کو دھتکارا جائے گا جس طرح کہ بھس کے دن ہوتا ہے۔ ہوائیں بھس کو اُٹھا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہیں۔ رہے وہ لوگ جو خدا کے احکام پر چلنے والے ہیں اور اس سے ڈر کر پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں تو وہ اس روز نجات پائیں گے۔

مگر اس نکالے جانے سے مراد یہ نہیں کہ ان سب کو بھاگ جانے کا موقع مل جائے گا۔ بلکہ ان میں سے بعض لوگ راہ فرار اختیار کر کے اپنے پہلے والے ملکوں کے اندر چلے جائیں گے۔ رہی ان کی اکثریت تو ان کا انجام وہی ہوگا، جو ہمیں حزقیال کے صحیفے میں ملتا ہے:

> خداوند یوں فرماتا ہے کہ چونکہ تم سب میل ہو گئے ہو اور لئے دیکھو میں تم کو یروشلم میں جمع کروں گا جس طرح لوگ چاندی اور پیتل اور لوہا اور سیسا اور رانگا بھٹی میں جمع کرتے ہیں اور ان پر دھونکتے ہیں تا کہ ان کو پگھلا ڈالیں، اس طرح میں اپنے قہر اور اپنے غضب میں تم کو جمع کروں گا اور تم کو وہاں رکھ کر پگھلا ڈالوں گا۔ جس طرح چاندی بھٹی میں پگھلائی جاتی ہے۔ اسی طرح تم اس میں پگھلائے جاؤ گے اور تم جانو گے کہ میں خداوند نے اپنا قہر تم پر نازل کیا ہے۔
>
> (حزقیال :۲۲ :۱۹۔۲۲)

یہ ہے وہ نقشہ جو یوم غضب کو سامنے آنے والا ہے۔ اگرچہ اس یوم غضب کا کچھ ذکر تھوڑا آگے چل کر ہم کریں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ :بنی اسرائیل کے اس بقیہ کا کیا انجام ہوگا جو یوم غضب کے بعد اس سرزمین پر باقی رہیں گے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ صہیونی قوم کا انجام اس یوم غضب کے بعد کیا ہوگا؟

توراتی صحیفے قوم اسرائیل کا انجام یوم غضب کے آنے پر جو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے :

صحیفہء یسعیاہ کہتا ہے کہ ایک چھوٹی تعداد کو چھوڑ کر سب کا صفایا ہوگا اور وہ اپنے انجام کو پہنچیں گے :

> دیکھو خداوند زمین کو خالی اور سرنگوں کر کے ویران کرتا ہے اور اس کے باشندوں کو تتر بتر کردیتا ہے ....
>
> زمین اپنے باشندوں سے نجس ہوئی کیونکہ انہوں نے شریعت کو عدول کیا۔ آئین سے منحرف ہوئے۔ عہد ابدی کو توڑا۔ اس سبب سے لعنت نے زمین کو نگل لیا اور اس کے باشندے مجرم ٹھہرے اور اسی لئے زمین کے لوگ بھسم ہوئے اور تھوڑے سے آدمی بچ گئے۔
>
> (یسعیاہ:باب۲۴:۱:۵-۶)

زکریاہ کا صحیفہ اور بھی بصراحت بات کرتا ہے۔ یہ صحیفہ بنی اسرائیل کو تین حصوں میں بانٹ دیتا ہے :

> اور خداوند فرماتا ہے سارے ملک میں دو تہائی قتل کیے جائیں گے اور مریں گے لیکن ایک تہائی بچ رہیں گے اور میں اس تہائی کو آگ میں ڈال کر چاندی کی طرح صاف کروں گا اور سونے کی طرح تاؤں گا۔ (زکریاہ :باب۱۳ :۹،۸)

جبکہ صحیفہ حزقیال کی رو سے :

> پھر جب محاصرہ کے دن پورے ہو جائیں تو شہر کے بیچ میں ان کا ایک (تہائی) حصہ لے کر آگ میں جلا اور دوسرا حصہ لے کر تلوار سے ادھر ادھر بکھیر دے اور تیسرا

حصہ ہوا میں اڑا دے۔

(حزقیال :۵:۲)

اس تیسرے حصہ کی بابت بات جاری رکھتے ہوئے صحیفہ کہتا ہے :

اور تیسرا حصہ ہوا میں اڑا دے اور میں تلوار کھینچ کر ان کا پیچھا کروں گا اور ان میں سے تھوڑے سے بال گن کر لے اور انہیں اپنے دامن میں باندھکر پھر ان میں سے کچھ نکال کر آگ میں ڈال اور جلا دے۔ اس میں سے ایک آگ نکلے گی جو اسرائیل کے تمام گھرانے میں پھیل جائے گی۔

(حزقیال ۵ :۲۔۴)

صفنیاہ کہتا ہے :

اور میں تجھ میں ایک مظلوم اور مسکین بقیہ چھوڑ دوں گا اور وہ خداوند کے نام پر توکل کریں گے۔ اسرائیل کے باقی لوگ نہ بدی کریں گے نہ جھوٹ بولیں گے اور نہ ان کے منہ میں دَغا کی باتیں پائی جائیں گی۔ بلکہ وہ کھائیں گے اور لیٹ رہیں گے اور کوئی ان کو نہ ڈرائے گا۔ (صفنیاہ : ۳ :۱۲۔۱۳)

یہ بقیہ جو دراصل ایمان لے آئیں گے۔ یسعیاہ کا صحیفہ ان کا یوں وصف بیان کرتا ہے :

تب میں نے کہا اے خداوند یہ کب تک؟ اس نے جواب دیا : جب تک بستیاں ویران نہ ہوں اور زمین سراسر اجاڑ نہ ہو جائے اور خداوند آدمیوں کو دور کر دے اور اس سرزمین میں متروک مقام بکثرت ہوں۔ اور اگر اس میں دسواں حصہ باقی بھی بچ جائے تو وہ پھر بھسم کیا جائے گا لیکن وہ بطم اور بلوط کی مانند ہوگا کہ باوجودیکہ وہ کاٹے جائیں تو بھی ان کا ٹھنڈ بچ رہتا ہے۔ سو اس کا ٹھنڈ ایک مقدس تخم ہوگا۔

(یسعیاہ :٦ :۱۱۔۱۳)

ان عیسائی بنیاد پرستوں اور ہمارے مابین اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ آج کے اسرائیل

کے سب باشندگان یہود کفار ہیں اور یہ کہ ان میں سے ایسا کوئی گروہ نہیں جو خدا سے تعلق رکھتے ہوئے خدا کے نام پر توکل کرتا ہو (جیسا کہ اوپر صفنیاہ کے صحیفہ (۳:۱۲) میں ذکر ہوا ہے) اور یہ کہ نہ ہی ان میں سے کوئی مقدس ہے۔ مگر ان عیسائی بنیاد پرستوں کا کہنا ہے کہ ان پیشین گوئیوں کی رو سے یہودی نزول مسیح کے موقع پر مسیح پر ایمان لے آئیں گے اور یوں یہ یہودی بقیہء مقدسہ ہو رہیں گے۔

البتہ ہم کہتے ہیں :

جب مسلمان بیت المقدس لے لیں گے، اور اس میں بربادی کی اس نحوست کا خاتمہ کر دیں گے، تب یہ پیشین گوئیاں پوری ہو جائیں گی۔ تب یہودیوں میں کچھ حصہ قتل ہو رہے گا۔ کچھ حصہ فرار ہو کر دُنیا کے ممالک میں بکھر جائے گا۔ کچھ حصہ یہاں باقی رہ جائے گا۔ ان باقی رہنے والوں میں سے کچھ ہماری حفاظت اور عہد میں آ کر ذمی بن جائیں گے جہاں ان کو کوئی نہ ڈرائے گا اور کچھ ان میں سے اسلام لے آئیں گے اور خدائے وحدہ لاشریک کے فرماں بردار ہو رہیں گے۔ یہ موءخر الذکر لوگ ہی بقیہ مقدسہ ہوں گے۔

پھر ان یہودیوں میں سے جو یہاں سے فرار اختیار کر چکے ہوں گے اور ان یہودیوں میں سے جو سرے سے فلسطین میں نہیں آئے وہ بقیہ نمودار ہوگا جو آخری زمانہ میں دجال کے ساتھ نکلیں گے۔ البتہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو یہودیوں کے تین حصے نہیں ہوں گے بلکہ صرف دو حصے ہوں گے۔ ایک حصہ وہ ہوگا جو دجال کے لشکر میں ہوگا اور قتل کیا جائے گا۔ ایک وہ حصہ ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں حدیث پایہء ثبوت کو پہنچتی ہے کہ عیسی علیہ السلام جزیہ کو موقوف کر دیں گے۔ وہ لوگوں سے اسلام قبول کرنے کا مطالبہ کریں گے اور یا پھر تلوار کو روا رکھیں گے۔

☆☆☆☆☆☆

فصل دوازدہم

یومِ غضب

خدا کے غضب کا دن، سزا کا تازیانہ بن کر اسرائیل پر کیوں کر آئے گا، ایک ایسے ملک پر جو ظلم وتعدی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور نحوست کا گڑھ ہے، اس سلسلے میں توراتی صحیفے ہمیں جو بتاتے ہیں وہ بہت واضح ہیں۔ توراتی صحیفے ہمیں اس سلسلے میں کچھ امور کو کھول کر بیان کرتے ہیں:

۱) فتح پانے والے لشکر کی صفات کیسی ہوں گی؟

۲) صہیونی فوج کا سقوط کیوں کر ہوگا؟

۳) صہیونی ریاست کے اسٹریٹجک حلیفوں کا کیا حشر ہوگا؟

ان میں سے ہر موضوع کے سیاق میں اس عقوبت اور بربادی کے اسباب کی، ساتھ ساتھ تکرار کی جاتی ہے یعنی:

خدا کے ساتھ ان کا شرک کرنا۔ ان کا اپنے رسولوں کے ساتھ کفر کرنا۔ اس کے احکامات سے بغاوت کرنا۔ بے گناہ خون کا بہانا۔ ظلم اور سرکشی۔ مکر۔ فریب۔ غدر۔ بدکاری۔ بے کسوں اور بیواؤں پر ستم ڈھانا ....وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

آج ایک نئے زمانے کا آغاز ہو رہا ہے جس میں جہاد کی صدائیں سنائی دے رہی ہے اُمید کی جاسکتی ہے کہ حالیہ انتفاضہ ہی اس کی شروعات ہو۔ اگر نہ بھی ہو تو یہ اس کی ایک تمہید تو ضرور ہی ہے۔ ناگزیر ہے کہ اب جہاد کا اعلان ہو جائے اور باقی سب نظریات اور نعرے زمیں بوس ہو جائیں۔

عربی بائبل کے ناشر نے یوایل کے صحیفے کے اندر اس عظیم دن کے ذکر سے پہلے ایک عنوان جڑ دیا ہے الـزمـن الـجـديـد ويوم الرب [1] یعنی دورِ جدید اور خدا کا دن جس کا آغاز خدا کے لشکر کے، جہاد کیلئے اٹھ کھڑا ہونے سے ہوگا۔ بلکہ یہ صحیفہ خود اس جہاد کی دعوت دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے۔ پھر کیونکہ یہ کچھ بے بس قوموں کا جہاد ہے جن کے پاس طیارے ہیں اور نہ بھاری ہتھیار بلکہ ان میں سے بیشتر تو فولاد کی کوئی شے سوائے کھیتی باڑی کے آلات ایسی اشیا کے نہیں رکھتے۔ اور کیونکہ ان میں سے بیشتر قومیں غریب اور غیر ترقی یافتہ قومیں ہیں جو کہ سرمایہ داری مہاجنوں کی ستائی ہوئی، یہودی سود خوروں کی نچوڑی ہوئی، امریکہ پلٹ تسلط کی ماری ہوئی اور امریکی حصار میں جکڑی ہوئی قومیں ہیں۔ اور کیونکہ ان میں لاغر افراد پائے جاتے ہیں اور ان کو خوف کا شکار کروا دیا گیا ہے جبکہ ان کا دشمن طاقتور ہے اور نیوکلر طاقت ہے اور اس کے پیچھے عالمی قوتیں اپنے لاؤ لشکر سمیت مدد کو تیار کھڑی ہیں۔ کیونکہ صورتحال ایسی ہے لہٰذا صحیفہ ان غریب اور پسماندہ قوموں کو نوید سناتا ہے تاکہ یہ کم حوصلگی کو خیرباد کہہ کر آگے بڑھیں اور عزائم جوان کرلیں:

قوموں کے درمیان اس بات کی منادی کرو
لڑائی کی تیاری کرو
بہادروں کو برانگیختہ کرو
جنگی جوان حاضر ہوں
وہ چڑھائی کریں
اپنے ہل کے پھالوں کو پیٹ کر تلواریں بناؤ اور ہنسوؤں کو پیٹ کر بھالے
کمزور کہے کہ میں زور آور ہوں
اے اردگرد کی سب قوموں جلد آ کر جمع ہو جاؤ۔

---

(۱) دورِ جدید۔ اس حوالہ سے نیو ورلڈ کی مناسبت معنی خیز ہے (مترجم)

(یوایل 9 : 3۔11)

چنانچہ یوایل کا صحیفہ جہاد کی منادی کراتا ہے۔ توکل کا درس دیتا ہے۔ تیاری بس اتنی جس قدر ہو سکے۔ دشمنوں سے اسلحے کی اپیلیں کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ یرمیاہ کا صحیفہ تو مظلوم قوموں کو زمانے کے ساتھ دوڑ لگا دینے پر ابھارتا ہے اور عیاشی کی سلطنت اور تشدد کے راج کو ملیا میٹ کر دینے کی پکار لگاتا ہے:

اس سے جنگ کیلئے اپنے آپ کو مخصوص کرو
اٹھو دوپہر ہی کو چڑھ چلیں
ہم پر افسوس کیونکہ دن ڈھلتا جاتا ہے اور شام کا سایہ بڑھتا جاتا ہے
اٹھو رات ہی کو چڑھ چلیں
اور اس کے محلات ڈھا دیں
کیونکہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ
درخت کاٹ ڈالو
اور یروشلم کے مقابل دمدمہ باندھو
یہ شہر سزا کا سزاوار ہے
اس میں ظلم ہی ظلم ہے
جس طرح پانی چشمہ سے پھوٹ نکلتا ہے
اسی طرح شرارت اس سے جاری ہے
ظلم اور ستم کی صدا اس میں سنی جاتی ہے
ہر دم میرے سامنے دکھ درد اور زخم ہیں
دیکھ، شمالی ملک سے ایک گروہ آتی ہے اور انتہائے زمین سے

ایک عظیم اُمت برانگیختہ کی جائے گی[1] (یرمیاہ 4 :6۔7)

وہ تیرانداز و نیزہ باز ہیں
وہ سنگدل اور بے رحم ہیں
ان کے نعروں کی صدا سمندر کی سی ہے
اور وہ گھوڑوں پر سوار ہیں
اے دختر صہیون!
وہ جنگی مردوں کی مانند تیرے مقابل صف آرائی کرتے ہیں
(یرمیاہ 22 :6۔23)

چونکہ وہ سوال جو شدت کے ساتھ ذہن میں اٹھتا ہے یہ ہے کہ اُس وقت (صہیونیوں کی) وہ ناقابل تسخیر فوج کہاں ہوگی۔ اس بربادی کی نحوست کے دفاع پر جو فوج متعین ہے وہ اس وقت کس حال میں ہوگی؟ یسعیاہ کا صحیفہ اس کا ایک قطعی جواب دیتا ہے جو کہ سربمہر ہے اور جو کہ ناسخ تو ہو سکتا ہے منسوخ نہیں:

> اب جاکر ان کے سامنے اسے تختی پر لکھ اور کتاب میں قلمبند کرنا تاکہ آئندہ ابدالآباد تک قائم رہے....
> پس اسرائیل کا قدوس یوں فرماتا ہے چونکہ تم اس کلام کو حقیر جانتے اور ظلم اور کجروی پر بھروسا رکھتے اور اسی پر قائم ہو۔ اس لئے یہ بدکرداری تمہارے لئے ایسی ہوگی

---

1) اردو بائبل کی عبارت ہے :انتہائے زمین سے ایک بڑی قوم برانگیختہ کی جائے گی عربی بائبل کے الفاظ ہیں :هی امة عظيمة ناهضة من اقاصى الارض جبکہ انگریزی بائبل کے لفظ ہیں: "And a great nation shell be raised from the sides of the earth" چنانچہ ایک بڑی قوم کی بجائے ہم نے عظیم امت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (مترجم)

جیسی پھٹی ہوئی دیوار جو گرا چاہتی ہے۔اونچی ابھری ہوئی دیوار جس کا گرنا ناگہان ایک دم میں ہو۔ وہ اسے کمہار کے برتن کی طرح توڑ ڈالے گا۔ اسے بے دریغ چکنا چور کرے گا چنانچہ اس کے ٹکڑوں میں ایک ٹھیکرا بھی نہ ملے گا جس میں چولہے پر سے آگ اٹھائی جائے یا حوض سے پانی لیا جائے....

پس تمہارا پیچھا کرنے والے تیز رفتار ہوں گے۔ ایک کی جھڑکی سے ایک ہزار بھاگیں گے۔ پانچ کی جھڑکی سے تم ایسا بھاگو گے کہ تم اس علامت کی مانند جو پہاڑ کی چوٹی پر اور اس نشان کی مانند جو کوہ پر نصب کیا گیا ہو رہ جاؤ گے۔

(یسعیاہ 30:8،12۔14،16۔17)

عاموس کا صحیفہ اس کی یوں توثیق کرتا ہے:

میری قوم اسرائیل کا وقت آ پہنچا ہے
اب میں اس سے درگزر نہ کروں گا
اور اس وقت مقدس کے نغمے نوحے ہو جائیں گے
خداوند خدا فرماتا ہے
بہت سی لاشیں پڑی ہوں گی
وہ چپکے چپکے ان کو ہر جگہ نکال پھینکیں گے

(عاموس 2 : 8۔3)

پھر مجاہدین کی صفات بھی بتائی جاتی ہیں اور ان کی جراءت و بسالت کی ایک بے مثال تصویر کھینچی جاتی ہے۔ گویا کہ سپیدہ سحر ہے جو ہر طرف چھا جاتا ہے۔ یوایل کا صحیفہ بیان کرتا ہے:

ایک بڑی اور زبردست امت
جس کی مانند نہ کبھی ہوئی
اور نہ سالہائے دراز تک اس کے بعد ہوگی

پہاڑوں پر صبح صادق کی طرح پھیل جائے گی
گویا ان کے آگے آگے آگ بھسم کرتی جاتی ہے
اوران کے پیچھے پیچھے شعلہ جلاتا جاتا ہے
ان کے آگے زمین باغِ عدن کی مانند ہے
اوران کے پیچھے ویران بیابان ہے
ہاں ان سے کچھ نہیں بچتا
ان کی نمود گھوڑوں کی سی ہے
اور سواروں کی مانند دوڑتے ہیں
پہاڑوں کی چوٹیوں رتھوں کے کھڑکھڑانے
اور بھوسے کو بھسم کرنے والے شعلۂ آتش کے شور کی مانند
بلند ہوتے ہیں۔ وہ جنگ کیلئے صف بستہ زبردست قوم کی مانند ہیں
ان کے روبرو لوگ تھرتھراتے ہیں
سب چہروں کا رنگ فق ہو جاتا ہے
وہ پہلوانوں کی طرح دوڑتے
اور جنگی مردوں کی طرح دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں
سب اپنی اپنی راہ پر چلتے ہیں
اور صف نہیں توڑتے
وہ ایک دوسرے کو نہیں دھکیلتے
ہر ایک اپنی راہ پر چلا جاتا ہے
وہ جنگی ہتھیاروں سے گزر جاتے ہیں
اور بے ترتیب نہیں ہوتے

وہ شہر میں کود پڑتے اور دیواروں اور گھروں پر چڑھ کر چوروں کی طرح
کھڑکیوں سے گھس جاتے ہیں
(یوایل 2 :2-9)

یسعیاہ کا صحیفہ ان (مجاہدین) کا وصف یوں بیان کرتا ہے:
اور وہ قوموں کے لیے دور سے جھنڈا کھڑا کرے گا
اور ان کو زمین کی انتہا سے للکار کر بلائے گا
اور دیکھ وہ دوڑے چلے آئیں گے
نہ کوئی ان میں تھکے گا نہ پھسلے گا
نہ کوئی اونگھے گا نہ سوئے گا
نہ ان کا کمر بند کھلے گا اور نہ ان کی جوتیوں کا تسمہ ٹوٹے گا
ان کے تیر تیز ہیں اور ان کی سب کمانیں کشیدہ ہوں گی
ان کے گھوڑوں کے سُم چقماق
اور ان کی گاڑیاں گردباد کی مانند ہوں گی
وہ شیرنی کی مانند گرجیں گے
ہاں وہ جوان شیروں کی طرح دھاڑیں گے
وہ غرا کر شکار پکڑیں گے
اور اسے بے روک ٹوک لے جائیں گے
اور کوئی بچانے والا نہ ہو گا
اور اس روز وہ ان پر ایسا شور مچائیں گے
جیسا سمندر کا شور ہوتا ہے
اور اگر اس ملک پر نظر کرے تو بس اندھیرا اور تنگ حالی ہے

اور روشنی اس کے بادلوں سے تاریک ہو جاتی ہے

(یسعیاہ 26 :5۔30)

صہیونی جنگی قیدیوں کا انجام بھی بیان کیا جاتا ہے یہ صحیفہ استشناء کے اندر آتا ہے:

اور خداوند تجھ کو کشتیوں میں چڑھا کر اس راستے سے مصر میں لوٹا لے جائے گا جس کی بابت میں نے تجھ سے کہا کہ تو اسے پھر کبھی نہ دیکھنا اور وہاں تم اپنے دشمنوں کے غلام اور لونڈی ہونے کیلئے اپنے آپ کو بیچو گے پر کوئی خریدار نہ ہوگا۔

(استشناء 68:28)

اس بات کی وضاحت پھر صحیفہ یرمیاہ میں آتی ہے:

دیکھو میں تجھ پر فتویٰ دوں گا کیونکہ تو کہتی ہے میں نے گناہ نہیں کیا۔ تو اپنی راہ بدلنے کو ایسی بے قرار کیوں پھرتی ہے؟ تو مصر سے بھی شرمندہ ہوگی جیسے آشور سے ہوئی۔

(یرمیاہ 35 :2۔36)

کیا اسرائیل غلام ہے؟ کیا وہ خانہ زاد ہے؟ وہ کس لئے لُوٹا گیا؟ جوان شیر ببر اس پر غرائے گئے اور گرجے اور انہوں نے اس کا ملک اجاڑ دیا۔ اس کے شہر جل گئے۔ وہاں کوئی بسنے والا نہ رہا۔ بنی نوف (قوم مصر کا ایک شہر) اور بنی تحفنیس (قدیم مصر کا ایک اور شہر) نے بھی تیری کھوپڑی پھوڑی۔

(یرمیاہ 14 :2 :۔16)

بلاشبہ مجاہدین تو ہر خطے اور ہر علاقے سے آئیں گے مگر ان صہیونیوں کو مصر میں لے جا کر ذلیل کئے جانے کی ایک اپنی معنویت ہے۔ اس سے یہ پہلے پہل نکالے گئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت ناک غلامی سے نجات دلوائی تھی۔ مگر اب ان کے ارتداد کے باعث جس کی کہ مذکورہ صحیفہ بار بار صراحت کرتا ہے، یہ وہیں پر غلام بنا کر لوٹائے جائیں گے مگر اس بار ان کا کوئی خریدار نہ ہوگا۔ کیوں؟

پلید ہیں۔ جسم میں ایڈز کے وائرس لئے پھرتے ہیں اور دلوں کے اندر کینہ اور غدر۔ اب کوئی ان کا خریدار نہیں۔ غلام اور لونڈی بنا کر بھی نہیں!!

دوسری طرف گویا جیسے کوئی صور پھونک دیا گیا ہو۔ فسلطینی پناہ گزین واپس اپنی آبائی بستیوں کو چلے آتے ہیں۔ مسلمان ہیں کہ اس فتح عظیم کے بعد ہر طرف سے ارض مقدس کی جانب زیارت اور اعتکاف کیلئے دوڑ پڑتے ہیں۔ خصوصاً عراق اور مصر سے:

> اور اس وقت یوں ہوگا کہ خداوند دریائے فرات کی گزرگاہ سے رودِ مصر تک (غلہ) جھاڑ ڈالے گا اور تم اے بنی اسرائیل ایک ایک کر کے جمع کئے جاؤ گے۔ اور اس وقت یوں ہوگا کہ بڑا نرسنگا پھونکا جائے گا اور وہ جو آشور کے ملک میں قریب الموت تھے اور وہ جو ملک مصر میں جلاوطن تھے آئیں گے اور یروشلم کے مقدس پہاڑ پر خداوند کی پرستش کریں گے۔
>
> (یسعیاہ 12 :27۔13)

عراق [1] اس لئے کہ خدا نے ان سے وہ حصار ہٹا دیا جس نے ان کو فاقے اور بے حالی میں مبتلا کر رکھا تھا!

مصر اس لئے کہ مسلمانانِ مصر کو اپنے ملک کے ماتھے سے کیمپ ڈیوڈ کا ٹکہ ہٹا دینے کی خواہش ہوگی!

رہ گیا صہیونیت کے اسٹریٹجک حلیف کا انجام تو دانیال کی پیش گوئی پر پیچھے جو گفتگو ہوئی اس کا کچھ پس منظر وہاں آتا ہے۔ وہاں ہم اور وہ دونوں اتفاق کر آئے ہیں کہ سلطنت رومائے جدید ہی وہ حلیف ہے۔ لیکن چونکہ وہ لوگ جو قیام اسرائیل سے پہلے اس موضوع پر لکھتے رہے کہ بابل جدید سے

---

(۱) شیخ سفر کی یہ تحریر عراق پر امریکی قبضہ سے پہلے کی ہے۔ اب صرف حصار ہی نہیں بلکہ کافر فوجیں اور ان فوجوں کے اندر صہیونی گماشتے عراق میں مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں (مترجم)

مراد دراصل وہی پرانا بابل ہے۔ یعنی یہ کہ یہ پیش گوئی پرانے زمانے کے اندر ہی پوری ہوچکی ـــــ جبکہ ان کی اس رائے کا بطلان پیچھے گزر گیا ہے ـــــ خصوصاً کیونکہ ان پیشگوئیوں کے بیان کرنے والے بعض انبیا بابل کے تباہ ہو جانے کے صدیوں بعد رونما ہوئے تھے اور یہ کہ بابل کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ جدید ہوگا خود ہی یہ بیان کرنے کیلئے بہت کافی ہے کہ یہ پہلے والا بابل نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہا جائے کہ ابوجہل اس اُمت کا فرعون ہے یا کوئی یہ کہے کہ امریکا اس زمانے کا عاد ہے وغیرہ .... یا پھر ان لوگوں نے اس کی تفسیر اس روم (اٹلی) سے کی جس میں کہ کیتھولک چرچ کا صدر دفتر ہے۔ رہے وہ لوگ جو اس خانہ خراب (اسرائیل) کے قیام کے بعد لکھنے والے تھے تو انہوں نے اس حقیقت سے ویسے ہی اغماض برتا بلکہ وہ الٹا یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی عظمت کا راز اس کی اسرائیل کی نصرت کرتے رہنے کے باعث بابرکت ہونا ہے .... چنانچہ اس باعث صہیونیوں کے اس حلیف کا انجام پیشین گوئیاں پڑھنے والوں کی نگاہوں سے روپوش ہوگیا۔

پس لازم ہے کہ ہم ہی اس حلیف کا وہ وصف اور انجام بیان کریں جو کہ ان کے صحیفوں میں آتا ہے:

1) یسعیاہ دولتِ نحوست کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

> جب تو فریاد کرے تو جن کو تو نے جمع کیا ہے وہ تجھے چھڑائیں پر ہوا ان سب کو اڑا لے جائے گی۔ ایک جھونکا ان کو لے جائے گا۔ لیکن مجھ پر توکل کرنے والا زمین کا مالک ہوگا اور میرے کوہِ مقدس کا وارث ہوگا۔
>
> (یسعیاہ 13:57)

یسعیاہ ان کو تنبیہ کرتا ہے:

> سو جب خداوند اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو حمایتی گر جائیگا اور وہ جس کی حمایت کی گئی پست ہو جائیگا اور وہ سب کے سب اکٹھے ہلاک ہو جائیں گے۔
>
> (یسعیاہ 3:31)

2) یرمیاہ جدید بابل کا حال بیان کرتا ہے:

تمام دُنیا کا ہتھوڑا کیونکر کاٹا اور توڑا گیا! بابل قوموں کے درمیان کیسا جائے حیرت ہوا! میں نے تیرے لئے پھندا لگایا اور اے بابل تو پکڑا گیا اور تجھے خبر نہ تھی۔ تیرا پتہ ملا اور تو گرفتار ہو گیا کیونکہ تو نے خداوند سے لڑائی کی ہے۔

(یرمیاہ 50:23-24)

اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اس نے خدا کے مقابلے میں اپنے آپ پر گھمنڈ کیا:
تیراندازوں کو بلا کر اکٹھا کرو کہ بابل پر جائیں۔ سب کمانداروں کو ہر طرف سے اس کے مقابل خیمہ زن کرو۔ وہاں سے کوئی بچ نہ نکلے۔ اس کے کرتوت کے موافق اس کو بدلہ دو۔ سب کچھ جو اس نے کیا اس سے کرو کیونکہ اس نے خداوند اسرائیل کے قدوس کے حضور بہت تکبر کیا۔ اس لئے اس کے جوان بازاروں میں گر جائیں گے اور سب جنگی مرد اس دن کاٹ ڈالے جائیں گے۔ خداوند فرماتا ہے:
اے مغرور! دیکھ میں تیرا مخالف ہوں۔ خداوند رب الافواج فرماتا ہے کیونکہ تیرا وقت آ پہنچا ہاں وہ وقت جب میں تجھے سزا دوں اور وہ گھمنڈی ٹھوکر کھائے گا۔ وہ گرے گا اور کوئی اسے نہ اٹھائے گا۔ اور میں اس کے شہروں میں آگ بھڑکاؤں گا اور وہ اس کی تمام نواحی کو بھسم کر دے گی۔

(یرمیاہ 50:29۔32)

اس بابل جدید کے کچھ اور اوصاف صحیفہ یرمیاہ میں اس طرح آتے ہیں:

الف:

بابل خداوند کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ تھا جس نے ساری دُنیا کو متوالا کیا۔ قوموں نے اس کی مے پی اس لئے وہ دیوانہ ہیں

(یرمیاہ 51:7)

ب:

اے نہروں پر سکونت کرنے والے جس کے خزانے فراوان ہیں۔

(یرمیاہ 13:51)

ج: یہ مختلف قوموں سے مل کر بننے والی ایک قوم ہے۔تبھی جب روزغضب کی شروعات ہوں گی یہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں گے:

آؤ ہم سب اپنے اپنے وطن کو چلے جائیں کیونکہ اس کی سزا آسمان تک پہنچی اور افلاک تک بلند ہوئی۔(یرمیاہ 9:51)

3) یسعیاہ کا صحیفہ صراحت کرتا ہے کہ روزغضب یہ سماں صرف اس بربادی کی نحوست تک محدود نہ رہے گی بلکہ:

اس دن خداوند اپنی سخت اور بڑی اور مضبوط تلوار سے اژدھا یعنی تیز رو سانپ کو اور اژدھا یعنی پیچیدہ سانپ کو سزا دے گا اور دریائی (سمندری) اژدھا کو قتل کرے گا۔

(یسعیاہ 1:27)

ان کے شارحین اس کی تفسیر میں پریشان ہو کر رہ گئے ہیں۔مگر بربادی کی اس ریاست کے قیام پر جو شخص غور کرتا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ نحوست کو قائم کرنے والے تین سانپ ہیں:

۱) وہ سانپ جو اپنا کام کر کے بھاگ گیا جس نے کہ (یہودی ریاست کے قیام کی تمہید کے طور پر اعلان بالفور (Balfour Declaration) جاری کیا اور صہیونی گماشتہ ٹولوں کو یہاں منتقل ہونے کیلئے راہ ہموار کی ....یعنی سلطنت برطانیہ۔

۲) پیچیدہ یعنی کنڈلی مار کر بیٹھنے والا سانپ جو کہ ارض مقدس پر کنڈلی مار کر بیٹھا ہے۔یعنی دولت صہیون۔

۳) بڑا سمندری اژدھا (dragon) جو کہ سمندر میں بیٹھا ہے۔سمندر میں اپنے طیارہ بردار بحری

بیڑے اور مسلمانوں کیلئے تباہی کا سب سامان رکھ کر بیٹھا ہے .... یعنی امریکہ۔

اس بات کی تائید ہماری اس پچھلی گفتگو سے ہوتی ہے جو پیچھے ہم (دانیال کی پیشین گوئی والی فصل میں) درندہ کی تفسیر کی بابت کر آئے ہیں اور وہاں دیکھ آئے ہیں کہ یہ وہ اژدھا ہی ہے جو درندے کو قوت اور اقتدار دیتا اور اس کی پشت پناہی کرتا ہے۔

پروٹسٹنٹ شارحین (عیسائی بنیاد پرستی کا مکتب فکر پروٹسٹنٹ ہی ہے) اس (جدید) بابل کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یہ آخری زمانے کا کیتھولک چرچ ہوگا۔ یعنی نزول مسیح سے پیشتر کی کچھ صدیوں میں پایا جانے والا کیتھولک چرچ .... یہ لوگ جدید بابل کی یہ صفات جو توراتی صحیفوں میں وارد ہوئی ہیں ان کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ یہ روم کا شہر (ویٹی کن) ہے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی کرتے ہیں کہ یہ شہر برباد ہو جائے گا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وصف جو ان صحیفوں میں بیان ہوا ہے ایک ایسے شہر پر منطبق نہیں ہوتا جو اپنی دین داری کی رو میں گم گشتہ راہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی سلطنت پر منطبق ہوتا ہے جو اپنے تکبر اور گھمنڈ میں آگے گزر کر گم گشتہ راہ ہوئی ہے۔ جو آج اپنے خالق کو چیلنج کر رہی ہے اور اس پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف اپنے سب ساز وسامان کے ساتھ برسر جنگ ہے۔ اس بنا پر ہمارے لئے یہ آسان ہو جاتا ہے کہ ہم Bates کی اس غلطی کی نشاندہی کریں جو وہ صحیفہ مکاشفہ کی شرح کے ضمن میں کرتا ہے۔ Bates جدید بابل کے وصف میں بائبل کے صحیفہ مکاشفہ Revelations سے خود یہ باتیں نقل کرتا ہے:

الف)

> بڑی کسبی کی سزا دکھاؤں جو بہت سے پانیوں پر بیٹھی ہوئی ہے اور جس کے ساتھ زمین کے بادشاہوں نے حرامکاری کی تھی اور زمین کے رہنے والے اس کی حرامکاری کی مے سے متوالے ہو گئے تھے۔
>
> (مکاشفہ یوحنا 1:17)

ب) پانیوں سے مراد بھی اسی صحیفہ میں بتائی گئی :

جو پانی تو نے دیکھے جس پر کسبی بیٹھی ہوئی ہے وہ امتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان ہیں۔

(مکاشفہ 15:17)

ج) جب یہ (نئے دور کا بابل) تباہ ہو جاتا ہے تو : زمین کے سوداگر اس کیلئے روئیں گے اور ماتم کریں گے کیونکہ اب کوئی ان کا مال نہیں خریدنے کا ....

اب تیرے دل پسند میوے تیرے پاس سے دور ہو گئے اور سب لذیذ اور تحفہ چیزیں تجھ سے جاتی رہیں۔ اب وہ ہرگز ہاتھ نہ آئیں گی۔ ان چیزوں کے سوداگر جو اس کے سبب سے مالدار بن گئے اس کے عذاب کے خوف سے دور کھڑے ہوئے روئیں گے اور غم کریں گے اور کہیں گے : افسوس ! افسوس ! وہ بڑا شہر جو مہین کتانی اور ارغونی اور قرمزی کپڑے پہنے ہوئے اور سونے اور جواہر اور موتیوں سے آراستہ تھا، گھڑی ہی بھر میں اس کی اتنی بڑی دولت برباد ہو گئی!

(مکاشفہ 18:11۔17)

چنانچہ یہ ایک ایسا ملک ہے جس میں تعیش کے سب سامان ہیں۔ یہ عالمی تجارت کا مرکز ہے۔ دیوہیکل کمپنیوں کا پشت پناہ ہے .... یہ جدید بابل وہ ملک ہونا چاہیے جس کے تباہ ہونے کے نتیجے میں عالمی اقتصاد کی منڈیاں مندے میں چلی جائیں۔ روم (ویٹی کن) بھلا اس وصف پر کہاں پورا اترتا ہے؟!

پھر صحیفہ کہتا ہے :

تیرے سوداگر زمین کے امیر تھے اور تیری جادوگری سے سب قومیں گمراہ ہو گئیں اور نبیوں اور مقدسوں اور زمین کے اور سب مقتولوں کا خون اس میں بہایا گیا۔

(مکاشفہ 18:23۔24)

پھر ایک زور آور فرشتہ نے بڑی چکی کے پاٹ کی مانند ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر سمندر میں پھینک دیا کہ بابل کا شہر بھی اسی طرح زور سے گرایا جائے گا اور پھر کبھی اس کا پتہ نہ ملے گا۔

(مکاشفہ 21:18)

تب، جیسا کہ صحیفہ بتاتا ہے، دُنیا کی سب قومیں سکھ کا سانس لیتی ہیں اور اہل آسمان خدا کا شکر کرنے لگتے ہیں:

ہللویاہ !نجات اور جلال اور قدرت ہمارے خدا ہی کی ہے۔ کیونکہ اس کے فیصلے راست اور درست ہیں۔ اس لئے کہ اس نے اس بڑی کسبی کا انصاف کیا جس نے اپنی حرامکاری سے دُنیا کو خراب کیا تھا اور اس سے اپنے بندوں کے خون کا بدلہ لیا۔

(مکاشفہ 19:1۔2)

چنانچہ یہ روم (ویٹی کن) کیسے ہوا۔ یہ تو امریکہ ہی بنتا ہے۔ وگرنہ عیسائی بنیاد پرست ایک کام کریں۔ ان پیشین گوئیوں کو اپنے صحیفوں سے مٹا دیں۔ پھر خود بھی آرام کریں اور دوسروں کو بھی آرام کرنے دیں۔

جہاں تک اس (بابل جدید) کی سزا کا ذکر ان صحیفوں میں آتا ہے تو یا تو وہ خدائی سزائیں ہیں یعنی قدرتی آفات مثلاً طوفان اور گرد باد:

تمام روئے زمین کا ستودہ یکبارگی لے لیا گیا !بابل قوموں کے درمیان کیسا ویران ہوا !!سمندر بابل پر چڑھ گیا ہے۔ وہ اس کی لہروں کی کثرت سے چھپ گیا، اس کی بستیاں اجڑ گئیں۔ وہ خشک زمین اور صحرا ہو گیا۔ ایسی سرزمین جس میں نہ کوئی بستا ہو اور نہ وہاں آدم زاد کا گزر ہو۔ کیونکہ میں بابل میں بیل کی سزا دوں گا اور جو کچھ وہ نگل گیا ہے اس کے منہ سے نکالوں گا اور پھر قومیں اس کی طرف روانہ نہ ہوں گی۔

(یرمیاہ 51:41-44)

جبکہ دانیال اور متی میں زلزلوں اور وباؤں کا ذکر آتا ہے جو زمین میں رونما ہوں گی اور جس میں ظاہر ہے کہ بابل کا حصہ سب سے زیادہ ہوگا۔ جبکہ کچھ سزائیں انسانوں کے ہاتھوں ہوں گی گو ہوں گی وہ بھی خدا کی طرف سے:

اے نہروں پر سکونت کرنے والی جس کے خزانے فراوان ہیں تیری تمامی کا وقت آ پہنچا، اور تیری غارت گری کا پیمانہ پر ہوگیا۔ رب الافوج نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ یقیناً میں تجھ میں لوگوں کو ٹڈیوں کی طرح بھر دوں گا اور وہ تجھ پر جنگ کا نعرہ ماریں گے۔ اسی نے اپنی قدرت سے زمین کو بنایا، اسی نے اپنی حکمت سے جہان کو قائم کیا۔

(یرمیاہ 13 :51)

یہ ہیں وہ پیشین گوئیاں جو مقدس بائبل کہتی ہے:

خدا کی ان برگزیدہ افواج کی فتح کا ترانہ کیا ہوگا جو اس نحوست کی ریاست کو تو بالیقین تباہ کر دیں گے اور غالباً اس کے پشت پناہ حلیف کو بھی؟ یہ ایک خوبصورت ترانہ ہے جو یسعیاہ میں آتا ہے:

جاگ جاگ اے صیہون !(جو کہ دراصل فسلطین ہے)
اپنی شوکت سے ملبس ہو!
اے یروشلم!
اے مقدس شہر!
اپنا خوش نما لباس پہن لو!
کیونکہ آگے کوئی نامختون یا ناپاک تجھ میں کبھی داخل نہ ہوگا۔
اپنے اوپر سے گرد جھاڑ دے
اٹھ کر بیٹھ

اے یروشلم ! اے اسیر دختر صیہون

اپنی گردن کے بندھوں کو کھول ڈال۔

(یسعیاہ 52:1۔2)

چنانچہ آخر وہ کونسی اُمت ہے جو نہ تو نامختون ہیں اور نہ ہی ناپاک؟

پھر پیشین گوئی بیان کرتی ہے کہ خدا اپنے ان ایمان دار بندوں کو کس طرح اپنا احسان جتلائے گا جو خدا کی اس نصرت پر خوشیاں منا رہے ہوں گے:

اور میں اس وقت لوگوں (دراصل امیوں gentiles) کے ہونٹ پاک (نہ کہ اسرائیلی ناپاک ہونٹ) کردوں گا تاکہ وہ سب خداوند سے دُعا کریں اور کندھا جوڑ کر اس کی عبادت کریں۔[1]

(صفنیاہ 9:3)

تمام اہل دُنیا عام طور پر اور اہل کتاب خاص طور پر جانتے ہیں کہ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جو کندھے سے کندھا ملا کر اور سیسہ پلائی دیوار بن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہو، سوائے ایک اُمت اسلام کے۔ انہی کے ہونٹ سب سے پاکیزہ بات کرتے ہیں۔ ان کے ہونٹوں کی پاکی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ یہ ہونٹ خدا کی بابت کوئی ناروا بات نہیں کرتے مثلاً کسی کا یہ کہنا کہ خدا کا بیٹا ہے یا یہ کہ خدا لاعلمی یا نسیان کا شکار ہوتا ہے اور اپنی غلطی ظاہر ہونے پہ پشیمان ہوتا ہے، سبحنہ و تعلی عما یقولون علواً کبیراً

☆☆☆☆☆☆

---

1) عربی بائبل کے الفاظ ہیں لیعبدوہ بکتف واحدۃ اس لئے ہم نے اُردو بائبل کے الفاظ یہاں نہیں دیے۔ اُردو بائبل کے الفاظ ہیں 'ایک دل ہو کر اس کی عبادت کریں'۔ (مترجم)

اختتام

تو یہ کب ہوگا!!؟

فسیقولون متی ھو؟ قل عسی أن یکون قریباً

تو پھر پوچھیں گے اچھا تو یہ کب ہوگا؟ تم کہو کیا عجب وہ وقت قریب ہی آ لگا ہو!

اب سب سے آخری اور دشوار سوال باقی رہ جاتا ہے: یہ روزِ غضب آئے گا کب؟ اور خدا اس نحوست کے گھر کو کب برباد کرے گا؟ بیت المقدس کی زنجیریں کب ٹوٹیں گی اور اس کے باسی کب واگزار ہوں گے؟

اس کا جواب ضمناً گزر چکا ہے۔ چنانچہ دانیال نے جب اس مدت کا تعین کیا جو کہ مصیبت کے آنے اور اس سے خلاصی پانے کے مابین ہوگی یعنی آزمائش اور نوید نجات کی درمیانی مدت تو وہ 45 سال تھی!!

اب ہم نے دیکھ لیا کہ (مصیبت کے آنے کا جو وقت یکے از تفاسیر اہل کتاب کی رو سے متعین کیا گیا) وہ ۱۹۶۷ء بنتا ہے اور اس سال نحوست کا یہ ملک (بیت المقدس میں) قائم ہوا۔ اب یہ واقعہ تو ہو چکا ہے۔

اب اس بنا پر اس دور مصیبت کا اختتام یا دور مصیبت کے اختتام کا آغاز (سن 1967 + 45) = 2012 ء بنتا ہے، یعنی سن دو ہزار بارہ عیسوی۔ ہجری لحاظ سے ۱۳۸۷+۴۵=۱۴۳۳ ہجری۔

اسی کی ہم اُمید کر سکتے ہیں۔ مگر وثوق سے ہرگز نہیں کہیں گے الا یہ کہ وقائع سے ہی اس

کی تصدیق ہو جائے۔ تاہم عیسائی بنیاد پرست اگر ہمارے ساتھ شرط بدنا چاہیں جس طرح کہ قریش نے ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ روم کی فتح کی بابت باندھی تھی تو کسی ادنیٰ ترین شک کے بغیر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہم سے ضرور شرط ہار جائیں گے بغیر اس کے کہ ہم کوئی خاص سن یا وقت بتانے کے پابند ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

روزِ غضب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انبیاء کی وراثت دراصل زمین کی وراثت ہے۔ اس پہلو سے یہ کتاب بے حد دلچسپ ہو جاتی ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں گویا یہ زمین کے حقوقِ ملکیت کا مقدمہ ہے، جسے شیخ سفر الحوالی امتِ اسلام کے حق میں قرآن ہی نہیں اہلِ کتاب کے اپنے صحیفوں کی شہادت سے جیتتے ہیں۔

زوالِ اسرائیل پر انبیاءِ کی بشارتیں
توراتی صحیفوں کی اپنی شہادت

برائے وی پی: ٦-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور
Phone # 042-7530541, Mobile 0323-4031624
Website: www.eeqaz.com

Also Available at:

AL MASOOD
ISLAMIC BOOKS & HIJABS
المسعود
اسلامی کتب و حجاب

ISLAMABAD: Shop # 3, Kiran Plaza, F/8 Markaz, Ph. # 051-2261356
RAWALPINDI: Shop # 8, Al Shifa Plaza, Block A, 6th Road, Satellite Town, Ph.# 051-4840380,
LAHORE: UG-13, Eden Heights Plaza, Jail Road, Lahore,Ph.# 042-5712371
KARACHI: UG-115, Metro Plaza, Teen Talwar Chowk , Mob. # 0300-2124814